تاریخ اعظم گڑھ

مصنّف

حاجی شاہ افضال اللہ قادریؒ

ترتیب و تقدیم

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

اعزازی رفیق دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

تاریخ اعظم گڑھ

مصنّف

حاجی شاہ افضال اللہ قادریؒ

ترتیب وتقدیم

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

نام کتاب	تاریخ اعظم گڑھ
مصنف	حاجی شاہ افضال اللہ قادری مرحوم
مرتب	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
صفحات	۱۶۰
طبع اول	جون ۲۰۱۱ء
کمپوزنگ	معروفی کمپیوٹر، اعظم گڑھ **9889036799**
طباعت	اصیلہ پریس، دہلی
ناشر	ادبی دائرہ اعظم گڑھ
قیمت	Rs. 100/-

ملنے کے پتے

(۱) سالم بک ڈپو، یک مینارہ مسجد، تکیہ شہر اعظم گڑھ ۲۷۶۰۰۱

(۲) حاجی محمد اسلام، جبلی موبائل، احمد کٹرہ چوک، اعظم گڑھ

(۳) ادبی دائرہ، پورہ غلامی عقب آواس وکاس کالونی، اعظم گڑھ

TARIKH-E-AZAMGARH

By: Late, HAJI AFZALULLAH QADIRI

Edited By Dr. MOHAMMAD ILYAS AZMI

انتساب

حاجی محمد اسلام صاحب

(ابن حاجی شاہ افضال اللہ قادری)

کے نام

محمد الیاس الاعظمی

اس خطہ اعظم گڈھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیرِ اعظم ہوتا ہے

(علامہ اقبال سہیل)

فہرست مضامین

مقدمہ : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی ۱۰

تبصرہ وتعارف : جناب ابومحمد شعیب محشر صادقی ۲۱

اعظم گڑھ کی وجہ تسمیہ ۲۴

ضلع اعظم گڑھ کا رقبہ ۲۵

ضلع اعظم گڑھ کا طول وعرض 〃

ضلع اعظم گڑھ کی سرحدیں 〃

ضلع اعظم گڑھ کی اجمالی تاریخ آغاز سے ایسٹ انڈیا کمپنی تک ۲۶

اعظم گڑھ میں نیل کے گودام ونیل کی کاشت ۳۶

ضلع اعظم گڑھ: کچھ یادیں، کچھ باتیں ۳۷

نواب وزیر علی خاں کی انقلابی سرگرمیاں ۴۰

بغاوت کی ابتداء ۴۵

ضلع اعظم گڑھ کی انقلابی سرگرمیاں اور سیاسی واقعات ۴۸

بگل ۵۱

۱۸۵۷ء کا پہلا شہید ۵۱

تحصیلوں کی تاریخ اور مشہور قصبات ومواضعات ٦٧

شہر اعظم گڑھ 〃

تحصیل نظام آباد ٦۰

نظام آباد 〃

پھریہا ۷۰

محمد پور 〃

بندرا بازار ۷۱

منگراواں 〃

چنڈیسر 〃

سمبھی 〃

سرائے میر ۷۲

سونر ہڑی 〃

منڈیار	۷۳
سرائے رانی	〃
سنجر پور	۷۴
تحصیل پھول پور	۷۶
موضع میجواں	۷۷
کنیری	۷۸
اترولیا	۷۹
موضع بھادو	〃
نریاؤں	〃
کویلسہ	〃
اتریٹھ	۸۰
بوڑھن پور	〃
آمباری	۸۱
تحصیل سگڑی	۸۲
عظمت گڑھ	〃
مہراج گنج	〃
سرائے قاضی	۸۳
بندول	〃
جیراج پور	۸۴
خانقاہ	〃
بے گہاں	〃
بلریاگنج	۸۵
انجان شہید	۸۶
بنکٹ	〃
لاٹ گھاٹ	〃
بازارانورگنج	۸۷
کندھراپور	〃
مندری	۸۸
کپتان گنج	۸۹
تحصیل گھوسی	۹۰
کوپاگنج	۹۱
دوہری گھاٹ	〃
املا	۹۲
سورج پور	〃
ادری	〃
نرجاتال	〃
کاری ساتھ	۹۳
لیڑو	〃
پورہ معروف	〃
گونٹھا	〃
رتوے	〃

تحصیل محمد آباد	۹۴
دیولاس	۹۵
مئوناتھ بھنجن	〃
کرہاں	۹۶
چریاکوٹ	〃
جہاناگنج	۹۹
ولید پور	〃
خیرآباد	〃
مبارک پور	۱۰۰
تحصیل لال گنج	۱۰۲
دیوگام	〃
مہناج پور	۱۰۳
بازار گوسائیں	〃
گوماڈیہہ	〃
مینہ نگر	۱۰۴
ڈوبھاؤں	۱۰۶
سدھونا	〃
ضلع اعظم گڑھ	۱۰۷
پختہ وخام سڑکیں	۱۰۸
ندیاں	۱۰۹
چھوٹے بڑے تال	۱۱۱
آزادی کے بعد محکمہ بلاک کا آغاز	۱۱۲
تھانے	۱۱۲
ڈاک خانے	〃
ڈاک بنگلے	۱۱۳
ہالٹ، ریلوے اسٹیشن	〃
مشاہیر شہر اعظم گڑھ	〃
مشہور اطباء	〃
مشہور جراح	۱۱۴
مشہور وید	〃
مشہور تجار وعطار	〃
حکیموں کے دواخانے	〃
تھوک فروشی کی دکانیں	〃
ادباء وشعراء	〃
اردو پریس	۱۱۵
اردو اخبارات ورسائل	〃
ہندی پریس	〃
ہندی اخبارات ورسائل	۱۱۶
طاعون وپلیگ کی وبا	〃
قحط سالی	〃
تیز آندھی	۱۱۷
ریلوے کا آغاز	〃

قدیم ومشہور عمارتیں	۱۱۹
قہرمانی سیلاب	۱۲۰
دریائے ٹونس	۱۲۲
رام گھاٹ	۱۲۳
گروگھاٹ	〃
قناطی مسجد	〃
ہنومان گڑھی	۱۲۴
بٹھل گھاٹ	۱۲۵
اکھاڑہ کشتی	۱۲۶
دوسری قناطی مسجد	〃
روضہ دلیل خاں	〃
ٹیڑھیا مسجد	۱۲۷
مسلم مسافرخانہ	〃
شاہ عبدالخالق مسافرخانہ	〃
محلّہ کوٹ کا قدیم چوک بازار	۱۲۹
جیوتی نکیتن	〃
عیدگاہ	〃
بڑا کنواں	۱۳۰
کربلا	〃
اراضی باغات	۱۳۱
برم استھان	۱۳۲
بھورناتھ	〃
بازار پانڈے	۱۳۲
غازی میاں کا فرضی روضہ	۱۳۳
جامعۃ الرشاد	〃
۱۸۵۷ء کے ہلاک شدہ انگریزوں کا قبرستان	۱۳۴
۱۸۳۲ء میں کوٹ کا چوک بازار	〃
سنگت بابا رام جی داس	۱۳۵
گلی راجہ رام	〃
مندر درگا دیوی	۱۳۶
ٹھاکر دلسنگار سنگھ نومسلم	۱۳۷
سرائے فتح خاں	۱۳۸
زمانہ قدیم کا صدر اسپتال	۱۳۹
مسن اسکول اعظم گڑھ	۱۴۰
راجہ سگڑی کا گولہ بازار	〃
گولہ ملوساہو	۱۴۱
ٹھاکردوارہ بابو بشیشر پرساد اٹھوریہ	〃
عیدمیلادالنبیؐ	۱۴۲
جامع مسجد (مدینہ مسجد)	۱۴۳
باسودرزی کی مسجد	۱۴۴
مسجد حاجی فتح محمد	۱۴۵

مسجد کلونیاریہ	״
مسجد حاجی دین محمد عراقی	۱۴۶
مندر بہاری جی	۱۴۷
مچھلی بازار	״
محلّہ قالین گنج	״
محلّہ فراش ٹولہ	״
محلّہ بھڑڑی ٹولہ	۱۴۸
اسلام گھاٹ	״
یک طاقہ پل واقع گروٹولہ	۱۴۹
تیکونی مسجد	״
مسجد الحاج شاہ قاسم علی شکم چاک	۱۵۰
مسجد وامام باڑہ کالے خاں	۱۵۱
ریکارڈ میونسپل بورڈ نذر آتش	״
تکیہ قائم شاہ	״
امام باڑہ باغ میر پیٹو	۱۵۲
دامودر بھون	״
دھرم شالہ رگھونندن پرشاد	۱۵۳
اگروال دھرم شالہ	״
سالک رام کا دھرم شالہ	۱۵۴
مارواڑی دھرم شالہ	״
مرزا مغل بیگ کا امام باڑہ	״
مرزا لکھو بیگ کا امام باڑہ	״
محلّہ پہاڑپور	۱۵۵
مسجد توکل حسین آف پیرپور	״
پولس لائن کی مسجد میں نماز جمعہ کی ممانعت	۱۵۶
پھینکو دفتری مسجد	״
حکیم الحاج حافظ محمد اسحاق کی مسجد	۱۵۷
کوٹھے والی مسجد	״
قلعہ مسجد	״
محلّہ باز بہادر کی مسجد	״
حافظ عبدالحلیم خاں کی مسجد	۱۵۸
قادری پریس کے پاس کی مسجد	״
خدایار خاں کی مسجد	״
سردار خاں کی مسجد	״
چھوٹی مسجد محلّہ سیتارام	״
منشی اکرام کی مسجد	״
کوٹ مری دیوی	״
چوک بازار محلّہ کوٹ کی مسجد	״
مدرسہ اسلامیہ باغ میر پیٹو	۱۵۹
شہر اعظم گڑھ میں نماز جمعہ	״

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اعظم گڑھ قدیم عہد سے علم وفن، شعر وادب اور دین ودانش کا گہوارہ رہا ہے اس کی خاک سے بے شمار اہل علم اور ارباب کمال اٹھے اور اپنی علمی کاوشوں سے اس خطہ اعظم گڑھ کو رشک یونان وشیراز بنا دیا، گو شہر اعظم گڑھ کا قیام ۱۶۶۵ء میں راجہ اعظم خاں کے ہاتھوں اس وقت عمل میں آیا جب انہوں نے دریائے ٹونس کے کنارے اسے آباد کیا اور ضلع کی حیثیت تو اسے اور بعد میں ۱۸۳۲ء میں انگریزی عہد میں ملی لیکن یہ خطہ اعظم گڑھ اور اس کے مردم خیز قصبات ومواضعات کی خاک اس سے بہت پہلے شیراز ہند جون پور کے عہد شباب میں لعل وگہر اگل رہی تھی اس کے متعدد نامور فرزند شاہان شرقیہ کے علمی دست وبازو رہے، مغلوں کے دور حکومت میں بھی اس خطے کے علماء نے جوہر قابل ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ فتاویٰ عالم گیری کی تدوین میں اس خطے کے فقہائے عظام نے اپنی فقہی بصیرت کی جولانی دکھائی، لیکن یہ وہ علماء و فضلا اور ارباب کمال تھے جنہوں نے حکومت سے ربط وتعلق اور اس کی سرپرستی گوارا کی۔ ان کے علاوہ علماء کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو ان ظاہری مراتب کو درخور اعتنا نہ کر کے محض ذکر الٰہی، تزکیہ نفس اور بندگان خدا کی اصلاح وتربیت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا، اس خطہ اعظم گڑھ نے ایسے بے شمار اہل اللہ پیدا کئے جن کی خدمات اور جن کی کاوشیں اب تک مشعل راہ ہیں۔

جدید علوم کے ایجاد واختراع اور اس کی خدمات بھی اس خطہ کے حوصلہ مند علماء وفضلا اور دانشوروں کے حصے میں آئی جن کا متعدد ارباب کمال نے اعتراف کیا۔

تصنیف وتالیف، تحقیق وتدقیق، درس وتدریس، سیاست، معاشرت، معیشت غرض علوم وفنون کے مختلف شعبوں میں ضلع کے مردم خیز قصبات ومواضعات سے ایسے اشخاص اٹھے

جن کی تابانی سے آسمان علم وفن اب تک منور ہے۔

تصنیف وتالیف کے میدان میں جن مصنفین اور اہل قلم نے داد تحقیق وتصنیف دی ہے اگران کا اوران کی تصنیفات کا شمار کیا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہوگا اسی طرح درس وتدریس میں ضلع اعظم گڑھ کے معلمین واساتذہ نے ہندوبیرونِ ہند جو خدمات انجام دی ہیں ان کا ذکر کیا جائے تو ضخیم مجلدات بھی کم پڑیں گی، شعراء کے دواوین اوران کی شعری تخلیقات کو جمع کرنا بلکہ محض ان کا تذکرہ لکھنا بھی کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں۔ سیرت وسوانح، تعلیم وتدریس، شعروادب، تاریخ وتہذیب، حتی کہ جدید علوم کے بھی متعدد باکمالوں نے مختلف زبانوں اور مختلف میدانوں میں جولانی طبع دکھلائی ہے اور جس کی بدولت متعدد ارباب کمال نے شہرت وناموری حاصل کی اور اپنا ایک علاحدہ مقام بنایا۔

ایک عرصہ سے اس خطے کے حوصلہ مند علماء وفضلاء نے مدارس ومکاتب کے قیام کی طرف توجہ دی چنانچہ آج سیکڑوں مدارس ومکاتب قائم ہیں ان کی دینی وتعلیمی خدمات اب ہماری تہذیبی وتمدنی تاریخ کا حصہ ہیں۔ دینی علوم کے مراکز کے علاوہ جدید علم ودانش کے کئی مراکز بھی گذشتہ صدی میں قائم ہوئے ان کی تاریخ اور خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ علم وتعلیم کے علاوہ اس علاقہ کو قدیم عہد سے تہذیب وتمدن کے مراکز میں شمار کیا جاتا رہا ہے ہندوتہذیب کے قدیم نقوش بھی اس علاقے میں ثبت ہیں۔ سلاطین کے عہد میں، مغلوں کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی یہ خطہ اعظم گڑھ اور اس کے قدیم قصبات ومواضعات تہذیبی وتمدنی لحاظ سے اہمیت کے حامل رہے ہیں غرض اس کی ایک طویل تاریخ ہے۔

یہاں اس افسوس کا اظہار ضروری ہے کہ اعظم گڑھ اور اس کے مردم خیز مواضعات کی تاریخ کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی اور مستقل طور پر اعظم گڑھ کی تاریخ لکھی ہی نہیں گئی البتہ بعض اہلِ قلم نے اس کے بعض مواضعات کی مختصر تاریخ سپرد قلم کی۔ علما وفضلا کے چند تذکرے بھی لکھے گئے۔ اعظم گڑھ سے متعلق اب تک جو کاوشیں منظر عام پر آئی ہیں، ان کا

یہاں اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ تذکرہ علمائے اعظم گڑھ: مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند نے اس کتاب میں علمائے اعظم گڑھ کے دستیاب حالات وسوانح اوران کی علمی و دینی اور تصنیفی خدمات کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور جہاں تک ممکن تھا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مآخذ سے علماء کی ایک ایک کاوش کی تفصیل سپرد قلم کردی ہے۔ اپنے موضوع پر یہ ایک عمدہ تصنیف ہے ،اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعظم گڑھ کس قدر باکمالوں کا مرکز تھا اور یہاں کیسے کیسے علماء وفضلاء پیدا ہوئے ،اس کتاب میں ضلع اعظم گڑھ کی مبسوط تاریخ کے متعدد نقوش موجود ہیں اور اس سے استفادہ کئے بغیر اعظم گڑھ کی مکمل تاریخ لکھی ہی نہیں جاسکتی۔

۲۔ تذکرہ علمائے مبارک پور: مورخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کی یہ بڑی اہم کاوش ہے اس میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک قصبہ مبارک پور کی علمی وتہذیبی اور سیاسی تاریخ قلم بند کی گئی ہے اور اس قصبہ کی خاک سے اٹھنے والے نامور اہلِ علم اور اصحاب کمال کا تذکرہ نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

۳۔ مشاہیر کوپاگنج: علمائے مبارک پور کے انداز میں علمائے کوپاگنج کا یہ تذکرہ مولانا محمد عثمان معروفی نے قلم بند کیا ہے یہ کوپاگنج اور اس کے اطراف کی تاریخ پر مشتمل ہے۔

۴۔ تاریخ بندول: علامہ شبلی کے وطن موضع بندول کی مکمل تاریخ ہے جسے چودھری رضی احمد نے قلم بند کیا ہے۔

۵۔ مشرقی اتر پردیش میں روتارہ برادری کی تاریخ: یہ کتابچہ بھی چودھری رضی احمد کے قلم سے ہے، اس میں انھوں نے مشرقی اتر پردیش کی ایک اہم مسلمان برادری روتارہ کی تاریخ بیان کی ہے، علامہ شبلی، علامہ حمید الدین فراہی، مولانا عبدالسلام ندوی اور اقبال سہیل اس برادری کے فرد تھے۔

۶۔ تاریخ جیراج پور: موضع بندول سے متصل موضع جیراج پور مولانا سلامت

اللہ اور مولانا اسلم جیراج پوری کا وطن اور مردم خیز موضع ہے۔ اس کتاب میں اسی موضع کی قدیم وجدید تاریخ جناب ضیاء الرحمٰن اعظمی نے سپرد قلم کی ہے، جیراج پور کی خاک نے متعدد علماء، فضلاء، حکما اور ارباب شعروادب کو جنم دیا، اختصار کے باوجود اس میں جیراج پور کی پوری تاریخ آگئی ہے۔

۷۔ اعظم گڑھ اتہاس کے پنوں میں: اس میں پورے ضلع اعظم گڑھ کی اجمالی تاریخ قلم بند کی گئی ہے اہل علم اور علماء کا ذکر تو نہیں ہے البتہ اس میں قدیم ہندو تہذیب کے نقوش کی بھرپور نشاندہی کی ہے۔

۸۔ تذکرہ سخنوران مئو: مرحوم اثر انصاری نے اس کتاب میں مئو ناتھ بھنجن کے شعراء کے حالات وسوانح اور ان کی شاعری کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قصبہ جسے جہاں آرا بیگم کی سرپرستی حاصل ہوئی شعروادب کا ایک اہم مرکز رہا ہے اور آج بھی اس کی مٹی بڑی مردم خیز ہے۔

۹۔ دیار پورب میں علم اور علماء: مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نے اس کتاب میں اس خطہ اعظم گڑھ کے ان ممتاز علماء، صوفیاء اور اہل علم کا تذکرہ لکھا ہے جنہوں نے اپنی کاوشوں سے نہ صرف اس علاقے کو بلکہ پورے ہندوستان کو متاثر کیا۔ اپنے موضوع پر یہ سب سے مستند کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔

۱۰۔ سوتنتر تا سنگرام میں اعظم گڑھ کا یوگ دان: دو حصوں پر مشتمل یہ کتاب مجاہد آزادی پھول بدن سنگھ کے قلم سے ہے اس میں ان جیالوں کی قربانیوں کی تاریخ ہے جنہوں نے آزادی ہند میں حصہ لیا اور وطن پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اس موضوع پر اس سے عمدہ کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔

۱۱۔ اعظم گڑھ کا سنچھپت اتہاس: یہ کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے اس میں اختصار سے اعظم گڑھ کی تاریخ قلم بند کی گئی ہے اس کی ترتیب بہت عمدہ ہے اس کو بنیاد بنا کر

اعظم گڑھ کی مکمل تاریخ لکھی جاسکتی ہے اسے جناب امرناتھ تیواری نے قلم بند کیا ہے۔

۱۲۔ اعظم گڑھ گزیٹر: اعظم گڑھ کے گزیٹر میں اس خطۂ اعظم گڑھ کی تاریخ کے متعدد واقعات درج ہیں ان سے استفادہ کئے بغیر اعظم گڑھ کی کوئی مکمل تاریخ لکھی ہی نہیں جاسکتی۔

۱۳۔ مشاہیر پورہ معروف: پورہ معروف اعظم گڑھ کے قصبات میں اس لحاظ ایک منفرد مقام ہے جہاں سیکڑوں علماء پیدا ہوئے زیرنظر کتاب میں یہاں کے علماء وفضلا کے حالات وسوانح قلم بند کئے گئے ہیں۔ یہ مولانا محمد عثمان قاسمی معروفی کے قلم سے ہے۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ متعدد وہ سوانح عمریاں ہیں جن میں اعظم گڑھ کے قصبات و مواضعات کے علماء وفضلاء، ادباء وشعراء اور نقادوں کے مفصل حالات قلم بند کئے گئے ہیں جو تاریخ اعظم گڑھ کا ایک اہم مآخذ ہیں ان میں خاص طور سے حیات شبلی جو علامہ شبلی کی مفصل سوانح عمری ہے۔ اس کا ایک باب جو اعظم گڑھ کے مردم خیز اور مشہور مواضعات کی تاریخ پر مشتمل ہے خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس کے علاوہ حیات سلیمان از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی۔ عبدالسلام ندوی شخصیت اور ادبی خدمات از ڈاکٹر شباب الدین۔ مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری از مولانا عین الحق قاسمی۔ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی از ڈاکٹر محمد صہیب اللہ آبادی۔ علامہ حمیدالدین فراہی حیات وافکار از ڈاکٹر عبیداللہ فراہی۔ اثر انصاری حیات وخدمات از ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی۔ اقبال سہیل حیات وخدمات از ڈاکٹر منور انجم۔ خلیل الرحمٰن اعظمی از وجہ القمر۔ بزم شبلی کی آخری شمع امجد غزنوی از فخر عالم وغیرہ۔ ان سوانح عمریوں میں کسی نہ کسی نوع سے اعظم گڑھ کا ذکر موجود ہے، اس کے علاوہ ماہنامہ معارف کے شذرات بھی خاص طور پر ہماری تاریخ کا ایک اہم ماخذ ہیں جس میں مولانا سید سلیمان ندوی سے مولانا ضیاءالدین اصلاحی تک تسلسل کے ساتھ اعظم گڑھ کی علمی وادبی سرگرمیوں کا ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی اور اس طرح کے دیگر تذکرے جس میں اعظم گڑھ کے متعدد علماء وفضلا اور شعراء کے حالات وکمالات کا ذکر ہے، وہ بھی تاریخ اعظم گڑھ کا ایک ماخذ بن سکتے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک اہم کاوش مرحوم حاجی شاہ افضال اللہ قادری چشتی کی زیر نظر کتاب ''تاریخ اعظم گڑھ'' بھی ہے۔

حاجی شاہ افضال اللہ قادری چشتی مرحوم شہر اعظم گڑھ کے محلّہ گروٹولہ کے رہنے والے تھے اور ۶ رفروری ۱۹۰۱ء میں یہیں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے بعد تعلیم نامکمل چھوڑ کر آزادی کی تحریک میں شامل ہوگئے اور اس قدر سرگرم ہوئے کہ اپنا سب کچھ اس کی نذر کردیا، تحریک خلافت، ترک موالات، سول نافرمانی، ہندوستان چھوڑ و تحریک وغیرہ کے تحت اعظم گڑھ کے سیاسی عمائدین کے ساتھ شانہ بشانہ شریک رہے، گرفتار ہوئے، جیل گئے، پس دیوار زنداں زدوکوب کئے گئے مگر یہ نشہ کم نہیں ہوا۔ ان کے والد محمد سلیم نے ملت پریس کے نام سے ایک پریس قائم کیا تھا، نشہ آزادی میں اس کی طرف بھی توجہ نہیں دی اور وہ برباد ہوگیا۔ ان کے پریس سے ان کے والد ایک اخبار ''سہیل'' نکالتے تھے، وہ بھی اسی نشہ کی نذر ہوگیا۔ ان کے صاحبزادگان اقبال احمد ادیبی، مشتاق احمد اور حاجی محمد اسلام نے اپنے طور پر اپنی زندگی کے مراحل طے کئے ان کی اچھی تعلیم کی طرف بھی قادری صاحب خاطر خواہ توجہ نہ دے سکے غرض آزادی کے وہ ایک ایسے مجاہد تھے جنہوں نے اپنے ملک پر اپنا سب کچھ قربان کردیا۔

۱۹۴۷ء تک وہ مسلسل سرگرم رہے اور آزادی کی تمام تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، دوبار گرفتار ہوئے، مقدمہ قائم ہوا اور سزا ہوئی، پہلا مقدمہ ۱۲راگست ۱۹۳۰ء ایک پمفلٹ ''پولس تھا فوجی بھائیوں کا کرتبیہ'' پولس لائن میں تقسیم کرنے کے سبب قائم ہوا، اس میں ان کے ساتھ ٹھاکر رام اگیاں سنگھ، اتراج شکل اور رام کمار برنوال بھی تھے۔ دفعہ ۱۲۴، آئی پی سی اور سکشن ۱۹۲۲/۳ء میں منی ترپاٹھی مجسٹریٹ اول نے تین ماہ قید سخت اور چار ماہ قید بامشقت کی سزا سنائی، اس میں وہ ایک ماہ ۱۳ردن قید رہے اور پھر گاندھی ارون معاہدے کے تحت رہا ہوئے۔ ان کا قیدی نمبر ۱۴۱۳ تھا۔

۱۹۳۲ء میں دوبارہ مقدمہ قائم ہوا، انھوں نے اپنے ملت پریس سے لگان بند کرانے کے لئے پمفلٹ چھاپا اور تقسیم کرایا، اس پمفلٹ کا ایک بیکٹ بابو وشورام رائے املا بازار میں تقسیم کرتے ہوئے گرفتار ہو گئے اور پمفلٹ طبع کرنے کے جرم میں افضال اللہ صاحب کے خلاف سی، آئی، ڈی رادھا کرشن سنگھ نے مقدمہ قائم کیا جو خان بہادر عثمان علی خاں مجسٹریٹ اول اعظم گڑھ کی عدالت میں چلا (مقدمہ نمبر ۳۵/۱۱اب ۱۹۳۳ء قیصر ہند مدعی بنام افضال اللہ ملزم) اس میں انھیں ۵۱ روپیہ کا جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید محض کی سزا ہوئی۔

ان سرگرمیوں اور مجاہدانہ کارروائیوں کی بنا پر ۱۹۳۷ء - ۱۹۳۸ء میں شہر کانگریس کمیٹی کے سکریٹری مقرر ہوئے اور تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آزادی سے پہلے تحریک خلافت اور کانگریس کے رہنما اعظم گڑھ کے حریت پسندوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے جب جب اعظم گڑھ آئے افضال اللہ صاحب ان کے ساتھ رہے، اس سلسلے میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا حسین احمد مدنی کے پروگراموں میں وہ شریک ہوئے اور ان سے ملاقاتیں کیں، پنڈت جواہر لال نہرو ۱۹۲۹ء میں جب اعظم گڑھ آئے اور شبلی منزل میں قیام کیا ان کے کھانے کا انتظام مولانا مسعود علی ندوی نے بڑے اہتمام سے کیا تھا، دسترخوان پر ضیافت کی نگرانی شاہ افضال اللہ مرحوم ہی کے ذمہ تھی، اسی طرح ۷/مئی ۱۹۳۸ء میں مئو کی سیاسی کانفرنس میں شرکت کے لئے پنڈت جی آئے تو ریلوے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں میں شاہ افضال اللہ مرحوم بھی تھے، اس زمانہ میں کسی حریت پسند رہنما کا استقبال آسان نہ تھا، انگریزی حکومت کڑی نظر رکھتی تھی اور فرضی مقدمات قائم کر کے سخت سزائیں دیتی تھی۔

۱۹۳۰ء میں جب کانگریس غیر قانونی جماعت قرار دی گئی تو اعظم گڑھ میں جن لوگوں نے اس کے خلاف سرگرمی دکھائی ان میں ایک شاہ افضال اللہ صاحب بھی تھے، ٹھاکر رام اگیاں سنگھ، بابو شیورام رائے، وشورام رائے،، پھول بدن سنگھ، اچھے برشاستری، سوامی سنتوشانند، اماشنکر مصر کے ساتھ ہیراپٹی کے ایک مندر میں چھپ کر کانگریس کی سرگرمیاں جاری رکھنے والوں میں شاہ افضال

اللہ مرحوم بھی تھے، یہیں اسی مندر میں رفیع احمد قدوائی خفیہ طریقے سے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ملے تھے اور ڈھائی سو روپے بھی فراہم کئے تھے اور بعد میں مزید رقم بھی بھیجی۔

اسی طرح ۱۹۳۰ء میں گاندھی جی نے سابرمتی آشرم سے سول نافرمانی اور نمک قانون توڑنے کی تحریک چلائی تو اعظم گڑھ میں عبدالوحید خاں موضع خالص پور کی قیادت میں جن لوگوں نے ایلول باغ میں نمک بنا کر قانون شکنی کی تھی، اس میں بھی عبدالوحید خاں کے ساتھ شاہ افضال اللہ صاحب شریک رہے۔

غرض شاہ افضال اللہ صاحب ایک بڑے مجاہد آزادی تھے مگر افسوس کہ آزادی کے بعد انھیں بڑی مشکل سے مجاہد آزادی کا سرٹیفکیٹ مل سکا، پنشن کے لئے انھوں نے بڑی کوششیں کیں مگر وہ آخر تک نہ مل سکی۔ نشہ آزادی میں پہلے ہی وہ گھربار اور کاروبار برباد کر چکے تھے۔

آزادی کے بعد جب ان کے قویٰ کمزور و ناتواں ہو گئے اور رزق کفاف بھی مشکل ہو گیا تو انہوں نے حکومت سے پنشن کے لئے درخواست کی۔ آزادی میں اپنے کردار کے ثبوت فراہم کئے۔ مگر افسوس کہ وہ پنشن کی خواہش لئے اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے ۱۹۹۱ء میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آزادی کے لئے انہوں نے جو قربانیاں دیں اس سے ملک وقوم کو یقیناً فائدہ ہوا لیکن خود انہیں کچھ نہیں ملا، آخری دنوں میں جب انہوں نے محرری کا پیشہ اختیار کر لیا تھا انہیں اعظم گڑھ کی تاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے کمزور صحت اور طول عمر کے باوجود اس کام کو بڑی محنت اور لگن سے انجام دیا، کتب خانوں سے استفادہ کیا، تاریخ اعظم گڑھ سے متعلق مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب ورسائل کا مطالعہ کیا، اعظم گڑھ شہر اور اس کے مواضعات کا دورہ کیا، تاریخی مقامات کا مشاہدہ کیا، اہل علم سے ملاقاتیں کیں اور جو سرمایہ انہیں ہاتھ آیا اسے بے کم وکاست تاریخ اعظم گڑھ کے نام سے مرتب کیا۔

حاجی صاحب مرحوم نے ۱۹۸۲ء میں یہ کام مکمل کر لیا تھا مگر اس کے بعد اور بہت سی معلومات ہاتھ آئیں تو انہیں شامل کر کے ۱۹۸۴ء میں اشاعت کی غرض سے قدیم مسودہ

میں حذف واضافہ کیا، مولوی محمد شعیب محشر صادقی صاحب نظام آباد سے تعارف وتبصرہ لکھوایا مگراس کی اشاعت کی کوئی صورت نہ بن سکی اور ایک سال سے زاید کا عرصہ گذر گیا اوراس دوران کتاب میں مزید اضافہ معلومات ہوگیا تو تیسری باراس کو ہرطرح سے مکمل کیا مگراس کے بعد کہیں جاتے ہوئے گرے اور پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور پھر اسی معذوری میں ۱۹۹۱ء میں وہ اپنے مالک حقیقی کے حضور جاپہونچے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ افضال اللہ قادری مرحوم نے اگرچہ نشہ آزادی میں تعلیم ادھوری چھوڑ دی تھی تاہم ان کا ادبی مذاق بڑا پختہ تھا، معلوم نہیں وہ شعر کہتے تھے یا نہیں لیکن کم از کم وہ اچھے شعر فہم ضرور تھے، نعت سے انھیں بڑی دلچسپی تھی، مختلف شعراء کے نعتیہ کلام پر مشتمل دو تین مختصر مجموعے خود انھوں نے شائع کئے، آخری دور میں ایک ضخیم مجموعہ نعت شائع کرنے کا اعلان کیا تھا، معلوم نہیں وہ شائع ہوا یا نہیں ایک مجموعہ گلزار رحمت حصہ دوم راقم کی نظر سے گذرا ہے جس میں قدیم وجدید شعرا کی نعتیں جمع کی ہیں۔ گلزار رحمت کے پشت پرانھوں نے اپنی ایک اور کتاب ''تاریخ الاصفیاء المعروف مشائخ کبار ضلع اعظم گڑھ'' کا اعلان دیا ہے۔ اشتہار اس طرح ہے:

''یہ ضلع اعظم گڑھ کے تصوف وسلوک کے مشائخ کبار کا تذکرہ ہے، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، مجدیہ، آبادانیہ، حسینیہ، شطاریہ، قلندریہ، مداریہ، صابریہ، اشرفیہ، وغیرہ سلاسل سے جو بزرگان منسلک تھے، انھیں کا تذکرہ خاص طور سے قلمبند کیا گیا ہے، ضلع اعظم گڑھ میں کثرت سے بزرگان دین گذرے ہیں۔ لیکن کسی اہل قلم نے اب تک ان کے حالات، سوانح، تعلیمات، ملفوظات قلم بند کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس میں حقیر فقیر نے بڑی کاوش وجانفشانی اور محنت سے ان بزرگان دین کا تذکرہ قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے، اس میں حقیر کو کہاں تک کامیابی ہوئی، اس کا فیصلہ اہل نظر کرسکتے ہیں۔

کتابت وطباعت دیدہ زیب، عمدہ کاغذ کے ساتھ سائز $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$

اس اشتہار سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب شائع ہوگئی تھی مگر راقم کو دستیاب نہ ہوسکی۔

اپنی کتابوں کی اشاعت کے لئے انھوں نے ادارہ قادریہ قائم کیا تھا۔

وہ تصوف وسلوک کے بڑے دلدادہ تھے، قادری، چشتی، نقشبندی نسبتوں سے ان کے ذوق ومزاج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جدوجہد آزادی کے بعد ان کی زندگی کا سب سے اہم کام تاریخ اعظم گڑھ کی ترتیب وتصنیف ہے، یہ ان کے نام کو انشاءاللہ ہمیشہ زندہ رکھے گی۔

تاریخ اعظم گڑھ کا مسودہ مصنف کے لائق فرزند حاجی اسلام صاحب مالک جبلی موبائکس چوک اعظم گڑھ کی تحویل میں تھا وہ اس کی اشاعت کے لئے فکرمند تھے۔ گذشتہ سال مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے حاجی اسلام صاحب سے ملاقات کی اور اس سے استفادہ کے لئے مسودہ ان سے لے آیا انہوں نے مسودہ دیتے ہوئے کہا کہ کاش کوئی اسے شائع کرادیتا تو میرے والد کی یہ یادگار ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجاتی۔ چنانچہ راقم نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود تہیہ کیا کہ یہ کتاب ضرور شائع ہوگی اس کی اشاعت کے لئے راقم نے بڑی تگ ودو کی اس دوران میرے ایک کرم فرمانے اس شرط پر کہ یہ ادبی دائرہ اعظم گڑھ کی طرف سے شائع ہو تمام اخراجات اپنے ذمہ لے لئے میں نے محترم حاجی اسلام صاحب کے گوش گذار کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ جس طرح چاہیں شائع کرادیں۔ چنانچہ راقم نے مسودہ پر نظر ثانی کی اور بعض جزوی ترمیم واضافہ کے علاوہ یہ مقدمہ لکھا اور اس کی فہرست جو اصل مسودہ میں نہیں تھی درج کردی۔

اس میں اعظم گڑھ کی تاریخ کے اہم واقعات تسلسل کے ساتھ آگئے ہیں۔ مرحوم مصنف نے ضلع اعظم گڑھ اور اس کی تمام تحصیلوں اور تمام اہم مقامات کی تاریخ قلم بند کردی ہے البتہ مشاہیر اعظم گڑھ کے محض نام پر اکتفا کیا ہے اور خاص خاص واقعات لکھے ہیں۔ ضلع کے اہم قصبات ومواضعات کا خود انہوں نے مشاہدہ کیا، طول وعرض کا جائزہ لیا اور وہاں کے بزرگوں سے حالات دریافت کئے اس طرح کتب ورسائل کے علاوہ جدید معلومات وواقعات

بھی اس میں آ گئے ہیں۔ ضلع میں سید سالار مسعود غازیؒ کے مجاہدین مختلف مقامات پر شہید ہوئے۔ ان کے اہم مقابر و مساجد خاص طور سے شہر کے مقابر و مساجد، گردوارے، دھرم شالے، تعلیمی ادارے، شاہراہ، کنویں، گھاٹ، تال، ندی نالے، وغیرہ ایک ایک چیز کی انہوں نے تفصیل قلم بند کی ہے، ہندی و اردو کے ادباء و شعراء کے اگرچہ محض نام پر اکتفا کیا ہے تاہم اس سے آئندہ کام کرنے والوں کو بڑی مدد ملے گی، اردو ہندی کے اخبارات و رسائل، پریس کا بھی مرحوم مصنف نے ذکر کیا ہے۔ بلاشبہ تاریخ اعظم گڑھ کے موضوع پر اب تک جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب زیادہ معلومات افزاء اور قابل قدر ہے۔

البتہ متعدد تاریخی واقعات کا ذکر اس کتاب میں نہیں آسکا ہے مثلاً اکبر کا نظام آباد آنا، قیام کرنا اور پھر سال گرہ پر جشن منعقد کرنا۔ اسی طرح ضلع میں ہمایوں کا آنا اور سگڑی کے قریب شیر شاہ سوری سے نبرد آزما ہونا وغیرہ۔ اسی طرح بعض مواضعات کا ذکر بھی تشنہ اور تفصیل طلب ہے۔ باوجود اس کے یہ ایک اہم کتاب ہے۔

یقین ہے اس کتاب کی اشاعت سے جہاں ایک بزرگ کی تحریر محفوظ ہوگی وہیں ہماری ضلعی تاریخ کی ایک بڑی کمی بھی پوری ہوگی۔ امید ہے اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

محمد الیاس الاعظمی

آنریری فیلو

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

تبصرہ وتعارف

چہرہ پر بزرگی کے آثار، پیشانی پر خلوص کی چمک، آنکھوں میں ذہانت کی جھلک، رفتار وگفتار میں سنجیدگی، عالی حوصلہ، جہد وعمل کے پیکر، مجسم اخلاق، سراپا انکسار، قوم وملت کے ہمدم ودمساز، سنت وشریعت کے پابند، نیک خو، نیک سیرت، نیک طینت، پاک باطن، پاک باز، جہاں دیدہ اور تجربہ کار، وسیع المشرب، محنت ومشقت کے عادی، صبروتوکل کے خوگر، علم دوست، ادب نواز، نرم دل، خوش افعال اور متحرک زندگی کے قائل، تاریخ وتصوف اور صحافت کے شیدائی، یہ ہیں حاجی شاہ افضال اللہ صاحب قادری، نقشبندی، چشتی، مجددی، اعظمی ساکن محلّہ گروٹولہ شہر اعظم گڑھ۔

آج سے کئی برس قبل شاہ صاحب قصبہ نظام آباد تشریف لائے تھے، یہاں کے تاریخی مقامات کو دیکھا، اہل علم حضرات سے ملے اور اُن سے معلومات حاصل کیں، یہ میری اور ان کی پہلی ملاقات تھی، پھر اس کے بعد ماہ دسمبر ۱۹۸۲ء میں ''تاریخ اعظم گڑھ'' کا مسودہ لے کر آئے، مجھ سے فرمایا کہ تم اس پر بطور مقدمہ کچھ لکھ دو، میں نے اپنی تدریسی مصروفیات اور مستقل علالت اور علمی کم مائیگی وبے بضاعتی کی وجہ سے یہی مناسب سمجھا کہ اس اہم خدمت سے معذرت کردوں لیکن اُن کی پیرانہ سالی وشکستہ پائی اور اُن کے خلوص بے پایاں نے مجھے ایسا کرنے سے باز رکھا، نہ چاہتے ہوئے بھی یہ بارگراں اٹھانا پڑا۔

میں نے کتاب کا سرسری مطالعہ کیا تو احساس ہوا کہ مؤلف موصوف نے اپنی تحریروں

میں تاریخ کی روشنی کے ساتھ اپنے خلوص، محبت کی مہک بھی شامل کردی ہے، کتاب کا دوبارہ مطالعہ کیا اور غور سے جب پڑھا تو مجھے کتاب کی افادیت اور قدر و قیمت کا دل سے اقرار کرنا پڑا، کتاب کی ترتیب وتسوید میں مؤلف نے کتنی محنت و ریاضت کی ہے اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے۔ ضلع اعظم گڑھ کے تمام کلیدی و تاریخی مقامات کو بچشم خود دیکھا، اہل علم اور مؤرخین سے مل کر مشورہ لینا، کتابوں کی ورق گردانی اور ان سے واقعات و احوال کا استنباط ایک ضعف العمر اور شکستہ پا انسان کے لئے معمولی بات نہیں، یہ تمام جہد وعمل اور ریاضت ومشقت ان کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔

مؤلف نے کتاب کا نام ''تاریخ اعظم گڑھ'' رکھا ہے اور اس میں اپنے تجربات و مشاہدات بھی بیان کئے ہیں، اس مناسبت سے اس کا دوسرا نام ''کچھ یادیں اور کچھ باتیں'' بھی ہے، کتاب میں پہلے اعظم گڑھ کی وجہ تسمیہ اور اس کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر نواب وزیر علی کی انقلابی سرگرمیوں کا تذکرہ ہے بظاہر یہ موضوع غیر متعلق معلوم ہوتا ہے، مگر مطالعہ کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ نواب وزیر علی کی انقلابی سرگرمیوں میں ہمارا ضلع اعظم گڑھ بھی شریک تھا، کچھ عرصہ تک ہمارا ضلع مشرقی دور سلطنت کے بعد اودھ کی سلطنت سے منسلک رہا ہے، اس لئے یہ موضوع بھی اعظم گڑھ کی تاریخ کا ایک باب ہے۔

کانگریس کی تحریک آزادی اور تحریک خلافت نے پورے ملک میں آزادی کی لہر دوڑادی، ہندو مسلم، سکھ، عیسائی سب ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے، عوام میں اتحاد کا سچا جذبہ اُبھر آیا، ملک آزاد کرانے کے لئے سب ایک صف میں کھڑے ہوگئے اور انگریزوں سے منظم جنگ شروع ہوگئی، ملک مختلف مرحلوں سے گذرتا رہا اور بالآخر ۱۹۴۷ء میں انگریزوں کو ہندوستان چھوڑ دینا پڑا، ۱۷۹۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک کے واقعات کا جائزہ لیتے ہوئے مولف نے اعظم گڑھ کی سیاسی بیداری پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

اعظم گڑھ ضلع میں پرگنہ ماہل ایک تاریخی جگہ ہے، جہاں کے راجہ سید ارادت جہاں

تھے، ماہل تگھرا، پوئی اور مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ کے حدود میں واقع ہیں، ان مقامات پر راجہ سید ارادت جہاں، راجہ سید مظفر جہاں اور راجہ سید فصاحت جہاں نے انگریزوں سے جنگ آزادی لڑی، ان واقعات کو مؤلف نے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آخر میں ضلع اعظم گڑھ اور اُس کے مقامات کی تاریخی وجغرافیائی، معاشی، وصنعتی، ادبی اور علمی حیثیت کا ذکر کیا ہے، مؤلف نے اعظم گڑھ کی جو تاریخ مرتب کی ہے اس میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن سے ہم لاعلم تھے، اس کتاب نے یقیناً ہماری معلومات میں اضافہ کیا ہے، اعظم گڑھ کے علماء وفضلاء، ادباء، صوفیہ کے صرف نام گنا دیے گئے ہیں، جس سے تشنگی باقی رہ جاتی ہے، غالباً مؤلف نے کتاب کی ضخامت سے بچنے کے لئے احتیاط برتی ہے۔ بہر حال اس کی وجہ جو بھی ہو۔ مؤلف کی جدوجہد، تلاش وجستجو، ریاضت ومحنت اور ان کا خلوص قابل قدر ہے اور اس کتاب کے ذریعہ طلبہ، عوام اور نئی نسل کے لوگوں کو استفادہ کا جو موقع فراہم کیا ہے، وہ لائق ستائش ہے۔

(مولوی) **ابومحمد شعیب محشر صادقی**
قصبہ نظام آباد، ضلع اعظم گڑھ
المرقوم: ۲۱/اپریل ۱۹۸۳ء

اعظم گڑھ کی وجہ تسمیہ

زمانۂ قدیم میں اس جگہ کا کوئی نام نہیں تھا، جنگل ہی جنگل تھا، آبادی بہت کم اور فاصلہ پر تھی، اس سرزمین کا تعلق دو ریاستوں کے زیراثر تھا، مغرب میں کوشلیا راج اجودھیا اور مشرق میں کاشی راج بنارس سے تھا، درمیان میں ٹونس ندی سرحد تھی، یہاں راجہ ہربنس سنگھ کی چھاؤنی تھی، شہراعظم گڑھ سے متصل بجانب مشرق ان کے نام سے ایک موضع ہربنس پور، وتپہ ہربنس پوراب بھی موجود ہے، ان کے لڑکے راجہ بکرماجیت سنگھ نے اپنا قلعہ لبِ ساحل دریا ٹونس بنایا تھا اور انھوں نے اپنے حقیقی بھائی رُودر سنگھ کو قتل کر دیا تھا، جس کی پاداش میں شاہی فوج راجہ بکرماجیت سنگھ کو گرفتار کر کے دارالسلطنت دہلی لے گئی، وہاں جاکر انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ دہلی سے بعد رہائی اعظم گڑھ واپس ہوئے اور انھوں نے ایک مسلم خاتون سے شادی کرلی، ان کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے، بڑے لڑکے کا نام اعظم خاں اور چھوٹے لڑکے کا نام عظمت خاں رکھا۔

جب راجہ اعظم خاں سریرآرائے حکومت ہوئے تو اپنے نام کی نسبت سے اس جگہ کو ۱۶۶۵ء میں آباد کیا اور اعظم گڑھ اس کا نام رکھا، اور راجہ عظمت خاں نے شہراعظم گڑھ سے پچھّم اپنے نام کی نسبت سے کنور عظمت پور رکھا اور دوسرا قصبہ عظمت گڑھ پورب واتر میں اپنے نام کی نسبت سے آباد کیا، یہ قصبہ جین پور سے ۳ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔

راجہ اعظم خاں لاولد فوت ہوئے اور راجہ عظمت خاں کی نسل میں کئی راجگان ہوئے، انھیں میں راجہ اعظم خاں ثانی تھے، جو ہندی زبان کے شاعر تھے، ۱۷۷۱ء میں سنگار درپن نامی کتاب تصنیف کی تھی۔

راجہ سلامت خاں کو غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی خیر خواہی میں برٹش سرکار سے ان کو مبلغ ۲۵ روپیہ پنشن مقرر ہوئی تھی، ان کی وفات کے بعد اب تک جتنے راجگان ہوئے ان کو یہ پنشن ملتی رہی۔ اب دور آزادی میں یہ پنشن ضبط ہوگئی۔

ضلع اعظم گڑھ کا رقبہ

ضلع کا رقبہ ۴۲۴۴ مربع کلومیٹر ہے، اس کا اُتری حصہ گورکھپور کے حدود میں تھا (تحصیل مہراج گنج ضلع گورکھپور) ۱۸۰۱ء میں نواب اودھ سے انگریزوں کو دستیاب ہوا تھا اور کچھ حصہ گھاگھرہ ندی کی دہاردہورہ سے بدل کر اتری حصہ میں چلے جانے کی وجہ سے بھی ضلع اعظم گڑھ میں یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کو آ گیا، اس دھاردہورہ والے حصہ میں کل ۱۰۲ مواضعات ہیں جس کا رقبہ ۱۰۷ مربع کلومیٹر ہے۔

ضلع اعظم گڑھ کا طول وعرض

ضلع اعظم گڑھ، پورب سے پچھّم تک تقریباً ۱۰۲ کلومیٹر لمبا ہے اور اتر سے دکھن تک تقریباً ۸۸ کلومیٹر چوڑا ہے۔

ضلع اعظم گڑھ کی سرحدیں

پچھّم میں فیض آباد، سلطان پور کے اضلاع ہیں۔

پورب میں غازی پور، بلیا کے اضلاع ہیں۔

اتر میں گھاگھرہ ندی، گورکھپور، دیوریا کے اضلاع ہیں۔

دکھن میں جونپور اور غازی پور کے اضلاع ہیں۔

☆☆☆

ضلع اعظم گڑھ کی اجمالی تاریخ

زمانہ قدیم میں موجودہ ضلع اعظم گڑھ، کاشی راج بنارس اور کوشلیا راج اجودھیا کے درمیان واقع تھا۔اورانھیں دونوں ریاستوں کے زیراثر تھا،ان ریاستوں کے درمیان ٹونس ندی سرحد تھی،اس زمانہ میں موجودہ ضلع اعظم گڑھ گنجلک جنگلوں پر مشتمل تھا۔ان جنگلوں میں تارک دنیا سادھو،سنتوں اور سنیاسیوں نے تپسیا کرنے کے لئے جابجا اپنی عبادت گاہیں قائم کرلی تھیں اور وہ ان ہی جنگلوں میں رہ کر عبادت وریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے،ان جنگلی علاقوں میں ان کے اس قسم کے کئی مراکز قائم تھے۔

دریائے ٹونس کے کنارے درباسہ رشی اور موجودہ غوث پور میں دتاترے رشی، دریائے ٹونس وکنورندی کے سنگم پر مقیم تھے،موضع مظفر پور کے قریب ترموہانی پر دریائے ٹونس دسلنی ندی کے سنگم پر چندرماں رشی کا مندروآشرم ہے جہاں پر ایک ناگا مہاتما بدھ گری مقیم ہیں، دیول رشی موجودہ دیولاس میں مقیم تھے۔

ان رشیوں کے آشرم اور مٹھ ہر جگہ تھے، جہاں ان کے شاگرد (چیلہ) اور عقیدت مند آیا جایا کرتے تھے،آج بھی ان بزرگوں کی یادگاریں قائم ہیں اس مقام پر میلہ واشنان کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

اہل ہنود کا کہنا ہے کہ چھوٹی سرجو کے کنارے قصبہ مہراج گنج میں راجہ دکش کی کوٹ تھی، راجہ دکش کے داماد شنکر جی تھے، راجہ دکش کی لڑکی کا نام گورا پاربتی جی تھا، جواز خود ہون کنڈ

میں جا کر بھسم (خاکستر ہوگئیں) ان کی یادگار میں بھیرو استھان قائم ہوا اور اس جگہ پر بہت زبردست میلہ لگتا ہے، یہاں ہندو یاتری اشنان کی رسم ادا کرتے ہیں۔

گوبند صاحب اترولیا کے قریب، دوہری، درباسہ، کرہاں اور دیولاس میں اُن مہاتماؤں اور بزرگوں کی یادگاریں زمانہ قدیم سے ہیں، یہاں میلہ واشنان کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

قصبہ نظام آباد میں گرونانک شاہ، سہسرام سے بذریعہ کشتی نظام آباد ضلع اعظم گڑھ تشریف لائے تھے، وہ جہاں مقیم ہوئے تھے، اسی مقام پر گردوارہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ان کی واپسی کے بعد بہت عمدہ اور مستحکم گردوارہ تعمیر ہوا۔ اور وہاں سے سکھ مذہب کی تبلیغ واشاعت ہونے لگی، یہ گردوارہ اب تک موجود ہے جس کے قرب وجوار میں سکھ مذہب کے پرستار اب بھی پائے جاتے ہیں۔

ان سادھو، سنتوں کی روحانی سرزمین پر مسلمانوں کی آمد کب شروع ہوئی اور کس زمانہ میں آئے، اس کا تعین مشکل امر ہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں یہ علاقہ سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں سے آشنا ہو چکا تھا۔

قنوج سے بنارس تک کا علاقہ سلطان غوری نے جے چند والیِ قنوج کو شکست دے کر حاصل کیا تھا، اسی عہد میں پوربی علاقوں میں مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی، خصوصاً بنارس کی فتوحات نے اطراف وجوانب میں بڑی اہمیت اختیار کر لی تھی۔

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ (ولادت ۴۰۵ھ شہادت ۱۴؍رجب ۴۲۴ھ) علاقہ دہلی، غازی آباد، قنوج پر فتح ونصرت حاصل کرنے کے بعد علاقہ اودھ میں ستر کھ ضلع بارہ بنکی کو اپنا مرکزی مقام بنایا، دہلی، غازی آباد، قنوج، بنارس، غازیپور، اعظم گڑھ، بہرائچ، وغیرہ کے اضلاع میں اپنے مجاہدین کے ساتھ جہاد کیا تھا اور فتح ونصرت حاصل کی اُسی زمانہ میں آپ اپنے رفقائے کار کے ساتھ ۷؍رجب ۴۲۴ھ کو ضلع اعظم گڑھ میں بھی تشریف لائے تھے، گنگا، گومتی، گھاگھرہ کے درمیانی علاقہ جات میں بھی جہاد کیا تھا، جہاں ان کے لشکریوں نے جام شہادت

نوش فرما کر گلشنِ اسلام کی اپنے خون سے آبیاری کی، اُن مجاہدین کا قافلہ بنارس کبیر چورا سے روانہ ہوکر چندوک گھاٹ گومتی پار کر کے دیوگاؤں کی طرف آیا اور جہاد کیا، ان مجاہدین نے مرتبۂ شہادت حاصل کیا اور بہت کافی لشکری وہاں شہید ہوئے، ان کے مزار میٹ مارکیٹ کے قرب وجوار میں اب تک موجود ہیں۔

مجاہدین اسلام کا ایک قافلہ علاقہ برنوں سے گذر کر موجودہ ضلع غازیپور کی طرف روانہ ہوا، اور تبلیغ اسلام کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر پہنچا اور بقیہ مجاہدین اسلام دیوگاؤں سے محمد پور، سرائے رانی سے دکھن حمید پور تک، سڑک کے حاشیوں پر مدفون ہیں اور ان کے مزار اب تک موجود ہیں۔

موجودہ شہر اعظم گڑھ میں ۹ ؍رجب ۴۲۴ھ کو ان مجاہدین اسلام نے تبلیغ وجہاد کا آغاز کیا ان شہیدوں کے مزار جابجا پختہ پائے جاتے ہیں، محلّہ کٹرہ کہنہ لب سڑک سات مزار پختہ ان ہی مجاہدین اسلام کے ہیں جن کے نام معلوم نہیں ہوسکے ہیں، اس کے علاوہ معلوم شہیدوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں، (۱) چندن شہید احاطہ تحصیل صدر (۲) بھائی خان شہید متصل قلعہ (۳) غازی دلیل خاں شہید متصل کوٹھی باربر (۴) غازی رحمت خاں شہید کندیگرٹولہ (۵) غازی نصرت خاں شہید اندر احاطہ دنیا اعراقی محلّہ کندیگرٹولہ (۶) غازی ہمت خاں شہید ہنومان گھڑی سے پورب تکیہ فضل شاہ (۷) گمنام شہید اندر احاطہ پالی ٹکنک کالج بجانب پچھّم بلریا گنج روڈ (۸) غازی حشمت خاں شہید اندر احاطہ مویشی اسپتال محلّہ سرائے کٹرہ (۹) غازی افضل خاں شہید پشت جامع مسجد اندر مکان نورالدین صاحب۔

ان مجاہدین اسلام کے لشکر کا ایک دوسرا قافلہ موضع سدھاری کے راستہ سے موضع شاہ گڑھ پہنچا اور وہاں بھی تبلیغ وجہاد کے سلسلہ میں سات لشکری شہید ہوئے، اُن شہیدوں کے مزار مختلف جگہوں پر موجود ہیں، موضع جمڑی میں لبِ سڑک آبادی کے دکھن واتر دریائے ٹونس کے پاس ان کے مزارات ہیں، ان شہیدوں میں سے ایک لشکری کا مزار باغ وراستہ خام پر بھی ہے۔

موضع فخرالدین پور میں بھی سید سالار مسعود غازیؒ کے لشکر کے ایک لشکری شہید ہوئے، موضع کھبڑہ کے ٹاپو میں ایک مجاہد لشکر سید سالار کا پختہ مزار قد آدم کی اونچائی پر پایا جاتا ہے۔ موضع قاسم آباد موجودہ قصبہ مبارکپور کی آبادی میں سمودھی تالاب کے پورب جہاں اب عام مسلمانوں کا قبرستان ہے، نو غازیانِ اسلام شہید ہوئے اور ایک ہی قبر میں مدفون ہیں، اُن کو عوام نے نوگزا پیر کے نام سے موسوم کر دیا ہے، ان شہیدوں کا عرس پاک سالانہ ۱۵/اپریل کو ہوتا ہے۔

سریاں نامی آبادی کے پورب پوکھری سے پچھم ملک شدنیؒ کا مزار ہے یہاں ایک چبوترہ پر کئی شہیدوں کے مزار پائے جاتے ہیں، یہ سب سید سالار مسعودؒ غازی کے لشکری تھے۔ موضع املو میں بھی ان شہیدوں کے مزار پائے جاتے ہیں، خیر آباد میں تین غازیانِ اسلام کے مزار پائے جاتے ہیں جو بہت بافیض ہیں، قصبہ محمد آباد گوہنہ میں بھی سید سالار مسعود غازیؒ کے مجاہدین لشکر کے مزارات پائے جاتے ہیں، موضع غالب پور میں لب سڑک پیر مغلانی بابا کا مزار ہے، یہ بھی حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے لشکری تھے۔

قصبہ مئوناتھ بھنجن محلّہ اورنگ آباد، مرزاہادی پورہ کے ایک باغ میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے لشکر کے شہیدوں کے مزارات پائے جاتے ہیں، اس مقام پر غازی میاں کا میلہ لگتا ہے، ان مجاہدین نے بسلسلہ جہاد جام شہادت نوش فرمایا ہے، محلّہ پٹھان ٹولہ شفیع اللہ خاں منیب کے مکان کے پشت پر ایک پختہ قبر میں دس غازیانِ اسلام مدفون ہیں لیکن یہ مزار شہید کر کے مکان کے اندر کر لیا ہے اور صرف ایک مزار کی شکل میں بنا دیا جس کے سرہانے چراغ دان جدید بنا دیا ہے، لوگ چراغ بتی کرتے ہیں۔

حضرت ملک طاہرؒ کا مقبرہ بلند نما موضع سارہو میں واقع ہے اور اب شکستہ حالت میں ہے اور مائل بہ انحطاط ہے، یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس دور کا ہے، نٹ بھنجن کو کیفر کردار کر کے محلّہ ملک ٹولہ میں مقیم تھے اور بعد وفات اس مقام پر دفن ہوئے۔ بقیہ مجاہدین لشکر موضع ادری تشریف لے گئے، ان میں سے تین مجاہدین لشکر تبلیغ و جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے یہاں سے کوپا گنج

جا کر دو مجاہدین لشکر شہید ہوئے، بقیہ مجاہدین سید سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ گھوسی جا کر تبلیغ وجہاد کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر پہنچے، یہ قافلہ گھوسی میں جا کر ختم ہو گیا۔

تیسرا قافلہ مجاہدینِ اسلام سید سالار مسعود غازیؒ کی قیادت ورہنمائی میں موجودہ شہر اعظم گڑھ سے ۷/ رجب ۴۲۴ھ کو بلریا گنج جاتے ہوئے راستہ میں بسلسلہ تبلیغ، جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا، جن کے مزارات لبِ سڑک پائے جاتے ہیں، موضع جگیہاں سے متصل شبلی نعمانی روڈ جہاں سے شروع ہوتا ہے، ان مجاہدین کے مزارات پائے جاتے ہیں، موضع بھگت پور میں بھی یہ قافلہ پہنچا، سید سالار مسعود غازیؒ کے والد ماجد سید سالار ساہوؒ کی شہادت ہو گئی تھی، اس لئے آپ کے لشکر کے مجاہدین نے ایک روز وہاں قیام فرمایا، دوسرے روز بعد نماز فجر ان مجاہدین کا چوتھا قافلہ بھگت پور سے زیر قیادت سید سالار رہا ہو کے (جو سید سالار مسعود غازیؒ کے حقیقی چچا تھے) مہراج گنج کی طرف روانہ ہوا اور وہاں اپنے مجاہدین کے ساتھ تبلیغ وجہاد کیا اور وہیں شہید ہو گئے، اسی جگہ آپ کا مزار ومقبرہ تعمیر ہے، اس مقام کا نام باہو سالار رکھا گیا لیکن اب اس کا نام بگڑ کر بابو سلار ہو گیا ہے، یہاں میلہ لگتا ہے، زائرین بابو سالار، راجے سلطان پور ہوتے ہوئے بہرائچ کو جاتے ہیں، اسی راستہ سے آپ بہرائچ تشریف لے گئے، یہ چوتھا قافلہ سید سالارؒ کا بتاریخ ۱۴/ رجب ۴۲۴ھ کو اپنے سات رفقاء کے ساتھ بہرائچ میں جام شہادت نوش کیا یہاں کوئی مجاہد زندہ نہ بچا، اور جہاد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

قطعۂ تاریخ

محبوب خدا بود امیر مسعود ☆ درچہار صد وپنج درآمد بوجود
تامدت بست در جہاد افزود ☆ درصد و بست چہار رحلت فرمود

یہ قطعہ تاریخ درگاہ بہرائچ مزار اقدس کے دروازہ پر کندہ ہے۔

''مرأۃ مسعودیہ''

اسی زمانۂ جہاد میں موجودہ ضلع اعظم گڑھ کی سرزمین کا زیادہ تر حصہ نور اسلام سے منور ہوا اور ضلع اعظم گڑھ میں مسلمانوں کی آبادیاں قائم ہوئیں، اس کے بعد مشائخ کبار یکے بعد دیگرے تشنگان معرفت آتے رہے، انھوں نے مذہب اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیے، مسلمانوں کی موجودہ آبادی انھیں کے فیضان کرم کی رہین منت ہے، مسجدیں، خانقاہیں اور مدارس دینی کا اجراء ہوا اور روحانی تربیت کے لئے بزم آراستہ ہوئی اور اس کو بافروغ بنا کر اس ظلمت کدہ کفر کو مٹانے میں کوشاں ہوئے، ضلع اعظم گڑھ میں اس وقت راج بھر قوم اقتدار اعلیٰ کی مالک تھی، اس قوم کے چار راجگان اس ضلع میں بہت مشہور ومعروف گزرے ہیں، ان کی کوٹ کے آثار آج بھی پائے جاتے ہیں، جن کے نام ومقامات درج ذیل ہیں:

۱- راجہ اصل دیو۔ موضع اصلائی، تحصیل پھولپور۔ ۲-راجہ بوڑھن دیو۔ موضع بوڑھن پور، تحصیل پھولپور۔ ۳-راجہ گوہن دیو۔ تحصیل محمد آباد گوہنہ۔ ۴-راجہ گرگ دیو۔ تحصیل سگڑی۔ (ماخوذ یادداشت، اعظم گڑھ)

خطۂ اعظم گڑھ چھٹی صدی ہجری میں اسلامی قلمرو میں شامل ہوا، سلطان شہاب الدین غوری اور اس کے غلام قطب الدین ایبک نے اس علاقہ کو فتح کرنے کے بعد اپنی راجدھانی دہلی میں شامل کرلیا، اسی زمانہ سے یہ ضلع اعظم گڑھ ارباب علم وفن کا مرکز بننے لگا، بالخصوص آٹھویں صدی ہجری میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے ۷۷۲ھ میں جون پور آباد کیا تو علمی حیثیت سے اس ضلع کے علماء ومشائخ کے فیوض وبرکات کا سلسلہ آج تک قائم وجاری ہے۔

اس کے بعد شرقی حکومت کے دور کا آغاز ہوا، جونپور سے عظیم آباد (بہار) تک سلاطین شرقیہ کا اقتدار رہا، جونپور، دارالعلم دھلی جیسا بن گیا، یہ پورا علاقہ علمی وروحانی خانوادوں سے مزین ہوگیا۔

اس کے بعد لودی حکومت کے دور کا آغاز ہوا اور ختم ہوگیا لیکن یہاں کے علماء وفضلاء

مشائخ کی بزم آراستہ رہی، یہاں تک کہ سلطان شاہجہاں کی علمی وروحانی رونق، علماء وفضلاء کی کثرت دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھا، ''مملکت پورب شیراز ماست'' اسی شیراز ہند کا قابل قدر حصہ ضلع اعظم گڑھ کا تھا، جس کی آب وگل سے بہت سے اربابِ علم وکمال پیدا ہوئے اور بہت سے علمی وروحانی خانوادے اس سرزمین پر آکر آباد ہوئے۔

سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور ہی میں خطۂ اعظم گڑھ کی دینی، وروحانی وعلمی مرکزیت ابھرنے لگی اور اہل علم کے قافلے آنے لگے، اسی زمانہ میں ایک بزرگ شیخ خلیل اللہ فاروقی قصبہ محمد آباد گوہنہ میں تشریف لائے، ان کا خاندان دینی ودنیوی دونوں اعتبار سے ممتاز تھا، ان کو بڑا فروغ نصیب ہوا۔

حضرت مخدوم شاہ ظہیر الدینؒ (المتوفی ۷۳۵ھ) نے قصبہ محمد آباد گوہنہ کے پچھم آستانہ روضہ مخدوم میں سکونت اختیار کی جو حضرت مخدوم رکن الدین ملتانیؒ اور حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید وخلیفۂ اجل تھے، آپ کی نسل کے کچھ لوگ قصبہ ماہل ضلع اعظم گڑھ میں اب بھی موجود ہیں، اس خاندان کی ایک شاخ بھاگل پور میں بھی موجود ہے۔

قصبہ چریا کوٹ کے عباسی شیوخ وقضاۃ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دور میں سب سے پہلے مخدوم شاہ یوسف حسن عباسیؒ یہاں تشریف لائے، جن کی نسل میں متعدد مشاہیر علم وفن اور مشائخ پیدا ہوئے، حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج قاضی محمد عنایت حسین عباسی چریا کوٹیؒ، مولانا قاضی عنایت کریم عباسی چریا کوٹیؒ، مولانا قاضی منصور عباسی چریا کوٹی، مولانا عنایت رسول عباسی چریا کوٹی، مولانا محمد فاروق عباسی چریا کوٹی، شمس العلماء محمد امین عباسی چریا کوٹی، مولانا محمد مبین عباسی کیفی چریا کوٹی، مولانا محمد یٰسین عباسی چریا کوٹی، قاضی غلام مخدوم عباسی چریا کوٹی، مولانا قاضی عبدالصمد عباسی چریا کوٹی، مولانا قاضی عبدالاحد عباسی چریا کوٹی، مولانا محمد احسن عباسی چریا کوٹی، مولانا قاضی علی اکبر عباسی چریا کوٹی، مولانا لطف اللہ عباسی چریا کوٹی، وغیرہ وغیرہ اس معدن علم چریا کوٹ کے گراں مایہ جواہر تھے۔

سلاطین شرقیہ کے دور میں اس دیار میں متعدد علمی و دینی خانوادے آباد ہوئے، شیخ فتح اللہ انصاری دھلوی اودھی نے پرگنہ ماہل کو اپنا مسکن قرار دیا اور اپنے صاحبزادے کے نام پر موضع بہاء الدین پور کندھیارہ آباد کیا، ان کی اولاد میں مولانا گلشن علی بن عطاء اللہ انصاری ماہلی اور مولانا حسن علی انصاری بہت زبردست و مشہور عالم گزرے ہیں۔

شیخ سید عبدالحکیم خان صدیقی کو سلطان محمد ابراہیم شاہ شرقی نے موضع سپاہ ابراہیم آباد پرگنہ نتھوپور، تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں جاگیر دی تھی، ان کی اولاد کو دینی و دنیوی جاہ وجلال حاصل ہوا، انھیں کے بدولت علاقہ گھوسی میں اسلامی شان وشوکت قائم ہوئی، ان کی اولاد میں کچھ لوگ جونپور محلہ سپاہ میں اور لاہور میں اور ملتان میں بھی آباد ہیں۔

شیخ جمال الدین ہانسویؒ (المتوفی ۶۵۵ھ) کے فرزندار جمند شیخ بہاء الدین سندھالہ سے ترک سکونت اختیار کر کے قصبہ محمد آباد گوہنہ میں اقامت گزیں ہوئے تھے، جن کی اولاد میں حضرت مخدوم شیخ محمد ابراہیم دانشمندؒ تھے، شہنشاہ جلال الدین اکبر بنگالہ کی مہم کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دے کر دعاو فتح کا طالب ہوا تھا۔

سلطان محمد ابراہیم شاہ شرقی نے محمد بن خضر فاروقی دہلوی کے فرزندار جمند شیخ مشید کو چند مواضعات ولید پور، سلطان پور بھیرا، لوہرہ وغیرہ کی جاگیر عطا فرمائی تھی، ان کی اولاد نے جونپور سے آکر مستقلاً یہاں سکونت اختیار کی، اسی خانوادہ کے چشم وچراغ مولانا حاجی شاہ ابوالخیر، ملا محمود، صاحبِ شمس بازغہ۔ مخدوم شاہ اسماعیلؒ حضرت مولانا شاہ ابوالغوث گرم دیوان فاروقی، مولانا شاہ ابومحمد اسحاق فاروقی محدث لوہراوی وغیرہ تھے اور قصبہ نظام آباد کے مایہ ناز بزرگ دیوان عبدالرشید (صاحبِ رشیدیہ) نظام آبادی جونپوری جیسے ماہر علم وفضل پیدا ہوئے۔

عہد تیموریہ میں بھی ضلع اعظم گڑھ کی آب وگل سے مشاہیر علم وفضل پیدا ہوئے اور اس کے مختلف علاقوں میں علم و معرفت کی نئی نئی انجمنیں قائم ہوئیں۔

دور ہمایونی میں خانوادہ حامدیہ چشتیہ کڑا مانک پور (بہار) کے مشہور و معروف صوفی

مسلک بزرگ حضرت راجہ سید مبارک شاہ (المتوفی ۹۶۵ھ) نے موضع قاسم آباد کو از سر نو رونق دے کر اس کا نام اپنے نام کی نسبت دے کر مبارک پور رکھا، وہ رفتہ رفتہ ترقی کر کے ایک عظیم الشان قصبہ بن گیا اور اس کو روحانی مشیخیت کا مرکزی مقام بنایا اور ایک پرشکوہ جامع مسجد تعمیر کرائی، جو راجہ صاحبؒ کے نام سے اب تک موسوم ومشہور ہے اخیر دور تک ان کی اولاد نے اس خطۂ مبارکپور کو سرزمین چشت بنائے رکھا اور راجہ سید شاہ خیر اللہؒ نے قصبہ خیرآباد اور راجہ سید شاہ محمد ابراہیمؒ نے موضع ابراہیم پور کو اپنے نام کی نسبت سے موسوم وآباد کیا۔

موجودہ دور کے نامور مورخ، مورخِ اسلام جناب مولانا قاضی محمد اطہر صاحب مبارکپوری کے مورثِ اعلیٰ حضرت راجہ سید مبارک شاہؒ کے ہمراہ آکر قصبہ مبارک پور میں آباد ہوئے اور آپ کے خاندانی افراد قصبہ مبارک پور کے قاضی مقرر ہوئے، اب تک عقد نکاح انھیں کے خاندانی افراد پڑھاتے ہیں۔

اسی دور میں حضرت سید علی بن قوام الدین (سید علی عاشقان) سرائے میری (المتوفی ۹۵۰ھ) صاحبِ کشف وکرامت، باکمال وبافیض بزرگ گزرے ہیں، آپ نواح دہلی سیوانہ سے تشریف لائے اور ایک موضع مرتضیٰ آباد (سرائمیر) آباد کیا، آپ نے رشد وہدایت کی بزم آراستہ کی اور تاحیات یہ بزم قائم تھی، بعد وفات یہیں پیوند خاک ہوئے۔

سلسلہ قلندریہ کا اصل مرکز جونپور تھا لیکن ضلع اعظم گڑھ میں حضرت بابا شاہ فتح محمد ولی قلندرؒ سے اس سلسلہ کو بہت فروغ نصیب ہوا، موضع قلندر پور اپنے دور میں بزم قلندراں تھا، اس سلسلہ کے بافیض بزرگ حضرت مخدوم قطب الدین بینا دل قلندرؒ تھے، ان کے خلفاء میں شیخ نصیرالدین شاہ سمرقندی عباسیؒ تھے، آپ کو موضع پوریندر پور (نیگوں) میں جاگیر ملی تھی، آپ کا خاندان اسی جگہ آباد ہو گیا، ان کو حضرت شیخ عبداللہ مکی سے فیض حاصل تھا۔

(ماخوذ معارف، اعظم گڑھ)

شہر اعظم گڑھ کو آباد ہوئے تقریباً تین سو چھتّر برس گزرے ہوں گے، یہ شہر عہد تیموریہ

میں آباد ہوا ہے، شہنشاہ جہانگیر کے دور میں قصبہ مینہ نگر کے متصل موضع کھجوری کے معزز گوتم چھتری خاندان سے شری راجہ ابھیمن سنگھ نے آگرہ جا کر اسلام قبول کرلیا، دولت خاں اسلامی نام سے موسوم ہوئے اور اپنی خداداد قابلیت وصلاحیت سے کافی شہرت پائی، شہنشاہِ جہانگیر نے راجہ ابھیمن سنگھ (دولت خاں) کو سرکار جونپور والہ آباد کا صوبہ دار مقرر کیا، تزک جہانگیری کی عبارت درج ذیل ہے:

''دولت خاں فوجداری بہ صوبہ جونپور وصوبہ الہ آباد متعین یافتہ بود، آمدہ ملازمت نمود منصب او کہ ہزاری بود پانصد افزود شد۔''

دولت خاں کی حیثیت قبول اسلام کے قبل بھی نہایت شاندار اور پُرشکوہ تھی، وہ دولت وریاست کے لحاظ سے بھی ممتاز تھے، جونپور والہ آباد کی گورنری کے بعد شہنشاہ جہانگیر نے ان کو اعظم گڑھ میں بائیس پرگنہ جات جاگیر میں دیے تھے، اب ان بائیس پرگنہ جات میں کچھ ضلع غازی پور، بلیا اور فیض آباد کے ضلعوں میں شامل ہوگئے ہیں۔

دولت خاں لاولد فوت ہوئے، انھوں نے اپنی حیات ہی میں اپنی ساری ریاست اپنے بھتیجے راجہ ہربنس سنگھ کو عطا کر دی تھی، اعظم گڑھ کے شاہی پل (بڑا پل) سے پچھم ایس۔ ایس۔ پی اعظم گڑھ کے بنگلہ سے دکھن جانب ان کی کوٹ یا چھاؤنی تھی، انھیں کے نام سے موضع ہربنس پور وتپہ ہربنس پور آباد اور اب تک موجود ومشہور ہے، راجہ ہربنس سنگھ کے لڑکے راجہ بکر ماجیت سنگھ تھے، جنھوں نے اپنے حقیقی بھائی کو قتل کر دیا تھا، اس اقدام جرم کی پاداش میں اورنگ زیب کی فوج نے راجہ بکر ماجیت سنگھ کو گرفتار کر کے دارالخلافہ دہلی پہنچایا، وہاں جا کر انھوں نے اسلام قبول کرلیا، بعد رہائی واپس ہوئے اور انھوں نے ایک مسلم خاتون سے شادی کر لی، ان کے بطن سے دولڑکے پیدا ہوئے، جن کا نام راجہ اعظم خاں، راجہ عظمت خاں تھا، اپنے قلعہ میں اقامت گزیں ہوئے، راجہ اعظم خاں نے ۱۶۶۵ء میں اس جگہ کا نام اپنے نام کی نسبت سے اعظم گڑھ رکھا اور بسایا، راجہ عظمت خاں نے اپنے نام کی نسبت سے موضع

کونڈر عظمت پور بسایا، دوسرا قصبہ عظمت گڑھ آباد کیا۔

راجہ عظمت خاں کے بڑے لڑکے راجہ مہابت خاں نے علاقہ مدھوبن تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں اپنی ریاست قائم کی اور مدت دراز تک یہ پورا علاقہ اُن ہی نومسلم راجپوت راجاؤں کے زیر اثر واقتدار میں تھا۔

بعد میں اُن کو نواب سعادت علی خاں والیِ اودھ سے نبرد آزما ہونا پڑا، نواب اودھ نے اعظم گڑھ کو چکلہ قرار دیا، اور شہر اعظم گڑھ محلّہ چکلہ میں اپنا حاکم رکھا، اس کے بعد نواب فضل علی خاں غازی پوری نے اعظم گڑھ کے دو پتوں پر قبضہ غاصبانہ کرلیا، اس کے باوجود اعظم گڑھ کی ریاست اور جاگیرانِ نومسلم راجگان کے خاندان میں رہی۔ (ماخوذ ''معارف'' اعظم گڑھ)

لارڈ ویلزلی اور نواب سعادت علی خاں کے مابین ایک صلح نامہ تحریر ہوا، جس کی بناء پر ۱۰رنومبر ۱۸۰۱ء میں چکلہ اعظم گڑھ پرگنہ ماہل و پرگنہ مئو کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت کر کے ضلع گورکھپور سے منسلک کر دیا گیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۰ردسمبر ۱۸۳۱ء میں اعظم گڑھ کو مستقل ضلع اعظم گڑھ و مرکزی مقام قرار دیا لیکن پرگنہ ماہل، پرگنہ دیوگام جونپور کے کلکٹر کے ماتحت رہے اور کچھ ہی دنوں کے بعد یہ پرگنہ جات کل ضلع اعظم گڑھ میں شامل کر دیے گئے۔ (ماخوذ، اعظم گڑھ گزیٹیر)

اعظم گڑھ میں نیل کے گودام و نیل کی کاشت

۱۸۰۳ء میں کلکتہ سے دو انگریز ضلع اعظم گڑھ کی سرزمین پر آئے جن کا نام مسٹر ڈاوس ورتھ، اور کوپر تھا، جنھوں نے ضلع کے مختلف مقامات پر دیگر انگریزوں کی نگرانی میں سب سے پہلے پانچ گودام تعمیر کرائے، اس کے بعد نیل کی کاشت شروع ہوئی، شہر اعظم گڑھ میں کونڈر عظمت پور میں مسٹر باربر نے نیل کا گودام تعمیر کرایا اور قصبہ مہراج گنج و موضع بسولی میں مسٹر کوپر نے نیل کے گودام تعمیر کرائے، مسٹر ڈاوس ورتھ نے اونچی گودام تعمیر کرایا اور ندوہ سرائے

میں نیل کا گودام تعمیر کرایا اور نیل کی کاشت کا رواج قائم کیا، پھر تو نیل کی کاشت و گودام پورے ضلع میں تعمیر ہوئے، اس کے بعد ضلع کے زمیندار طبقہ نے چھوٹے چھوٹے گودام تعمیر کئے اور نیل کی کاشت کرنے لگے اور ضلع اعظم گڑھ میں نیلا رنگ بننا شروع ہوا اور اس کاروبار کو بڑا فروغ ملا۔

۱۹۱۴ء میں جرمن سے ڈبوں میں انواع واقسام کے رنگ سفوف کی شکل میں آنا شروع ہوئے، اور ضلع اعظم گڑھ کے نیل کے تمام گودام برباد ہوگئے، یہ گودام اب تک بیکار پڑے ہیں۔ (ماخوذ: یادداشت اعظم گڑھ)

ضلع اعظم گڑھ- کچھ یادیں کچھ باتیں

ضلع اعظم گڑھ، تاریخ کے ہر دور میں نمایاں و بلند مقام کا حامل رہا ہے اور اب بھی اس سرزمین پر علماء وفضلاء وشعراء واہل فن کی کمی نہیں ہے ان کی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے، شاہان شرقی کے دور میں اعظم گڑھ حکومت جونپور میں شامل تھا اور جون پور اس وقت شیرازِ ہند کے نام سے موسوم تھا، یہ شہر وضلع دار العلم تھا اور اب بھی ہے، اس دار العلم کے علماء فضلاء اور فن کاروں نے اپنے آفتاب علم کی شعاؤں سے اس شہر اور اس کے تمام قصبات کو منور کر رکھا ہے۔

شاہان شرقی نے اپنی علم دوستی وعلم پروری علماء ومشائخ کی سرپرستی سے علم وادب کو خوب نوازا ہے، علم وادب کی کیاریوں کی آب یاری کی، اور اس کو سرسبز وشاداب کیا، ان کے آب کرم نے اپنی چھینٹوں سے ضلع اعظم گڑھ کے دیہاتوں وقصبات تک کو بھی سیراب کیا، ان لہلہاتے ہوئے سبزہ زاروں اور چمنستانوں کی خوشبو سے سارا ہندوستان معطر ہوگیا، یہاں کی آب وگل سے پیدا ہونے والے اہل قلم اور علمی ادبی شخصیتیں زندہ جاوید رہیں گی، مثلاً اس ضلع کے مایۂ ناز فرزند دیوان عبدالرشید صاحب ''رشیدیہ'' نظام آبادی، ملا محمود صاحبِ شمس بازغہ ولید پوری، شمس العارفین کرہانی، قاضی غلام مخدوم عباسی چریاکوٹی، قاضی منصور عباسی چریاکوٹی، قاضی

عبدالصمد عباسی چریا کوٹی، قاضی عبدالاحد عباسی چریا کوٹی، مولانا محمد امین احسن عباسی چریا کوٹی مولانا قاضی علی اکبر عباسی چریا کوٹی، مولانا محمد فاروق عباسی چریا کوٹی، مولانا عنایت رسول عباسی چریا کوٹی، شمس العلماء محمد امین عباسی چریا کوٹی، مولانا محمد مبین عباسی کیفی چریا کوٹی، مولانا محمد یٰسین عباسی چریا کوٹی، مولانا شاہ ابوالغوث فاروقی گرم دیوان بھیروی لوہراوی، مولانا حاجی محمد کامل نعمانی ولید پوری، مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری، مولانا عبیداللہ (صاحبِ سیرۃ البخاری) مبارک پوری، محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مئوی، مولانا امجد علی گھوسوی صاحب بہارشریعت، مولانا حمیدالدین مفسر قرآن فراہی، علامہ شبلی نعمانی مؤلف الفاروق وسیرۃ النبی، شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ بندوی، مولانا محمد اسلم جیراج پوری، مولانا اقبال احمد خاں سہیل، مولانا محمد شفیع سیدھا سلطان پوری، شمیم کرہانی، مرزا احسان احمد احسان، مولانا عبدالسلام ندوی، شیخ فتح اللہ انصاری ماہلی، شیخ خیرالدین ظفر آبادی، مولانا گلشن علی ماہلی، مولانا حسن علی ماہلی یہ دونوں حضرات فارسی شعراء کی صف اول میں ممتاز تھے، برٹش کے آخری دور میں مشہور ادیب وشاعر ونقاد پروفیسر سید احتشام حسین ماہلی، کیفی اعظمی، رحمت الٰہی برق صدیقی، منشی معین الدین منیف وغیرہ وغیرہ جیسے ممتاز مشاہیر علم وادب اساتذۂ شعروسخن اس ضلع کے گرانمایہ جواہر تھے۔

دارالمصنّفین اوراس کے علمی مجلّہ ''معارف'' نے چہاردانگ عالم میں شہرت حاصل کی۔

رشد وہدایت کے متعدد روحانی مراکز بھی قائم تھے، شاہ عبدالقدوس شطاری قطب صدیق، شاہ قدن نظام آبادی، سید ابراہیم شاہ بخاری مینہ نگر، سید علی بن قوام الدین (علی عاشقان) سرائمیری، مخدوم شاہ ظہیرالدین آستانہ ''روضہ مخدوم'' محمد آبادی، مخدوم شیخ محمد ابراہیم دانشمند محمد آبادی، بابا شاہ فتح محمد ولی قلندر، قلندر پوری، شیخ الاسلام الحاج مولانا قاضی محمد عنایت حسین عباسی چریا کوٹی، مخدوم شاہ قاضی یوسف حسن چریا کوٹی، مولانا محمد کامل نعمانی غوث الوقت چراغ ربانی ولید پوری، مخدوم سید احمد یمنی قتال پوری، مخدوم سید صالون سارین، مخدوم محمد یحییٰ خانقاہی، مخدوم سید نجیب الدین درگاہ بھیروپور، سید احمد بادپا حیات قلندر کولھوابن گھوسوی، مولانا

محمد عمر جانشین شاہ سید ابوالخیر دہلوی گھوسوی، شاہ معین الدین اندراوی، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز بانیِ الجامعہ اشرفیہ عربک یونیورسٹی مبارک پور، مولانا محمد یعقوب الٰہ آبادی پیش امام جامع مسجد اعظم گڑھ، مولانا شاہ سلیم اللہ صابری پیش امام جامع مسجد شہر اعظم گڑھ، صوفی محمد جان صدیقی کرمانی سنیگروی، سید شاہ محمد تقی (بڑے حضور) شاہ نصیرالدین قلندر سمرقندی نگوں پور یندر پور، شاہ محمد نور نور پوری، شاہ لدھا بابا جین پوری۔

ہندو مذہب کے سادھو سنتوں، تارک الدنیا سنیاسیوں کے متعدد مراکز بھی قائم تھے، درباسہ رشی، دتاترے رشی، چندرماں رشی، دیول رشی وغیرہ وغیرہ، گرونانک شاہ، گروتیغ بہادر سنگھ، گرو گوبند سنگھ نے بھی یہاں قدم رنجہ فرما کر اس ضلع کو روحانی رونق بخشی ہے۔

نور محمد خاں کامیابؔ بھادونوی، راہل سنسکرتیاین جی اور پنڈت اجودھیا سنگھ ہریودھ، جو زبان ہندی کے ادیب وشاعر تھے، نظم ونثر دونوں پر ملکہ وقدرت تھی، ہندی ادب میں یہ حضرات ضلع اعظم گڑھ میں بے مثل گزرے ہیں اور بلا کے ذہین مفکر تھے، ان کی تصانیف بڑی گراں مایہ ہیں۔

خاکی شاہ، بندے علی شاہ، گرو بچہ سنگھ، اشارت گرو، رزاق ٹھیٹھ ہندی زبان کے برہیا نہایت ذہین وطباع گزرے ہیں، دیہاتوں میں ان لوگوں کا برہا بے حد مقبول ہے، اعظم گڑھ کے راجہ بکرماجیت سنگھ جو مسلمان ہوگئے تھے، ان کے بڑے لڑکے راجہ اعظم خاں نے ۱۶۶۵ء میں اس شہر کو آباد کیا تھا اور اپنے نام کی نسبت سے موسوم کیا، ان کے خاندان کے ایک راجہ اعظم خاں ثانی جو ہندی زبان کے شاعر بھی تھے، ۱۸۷۱ء میں سنگار درپن نامی کتاب تصنیف کی تھی۔

الہا اودل بھی اسی سرزمین سوندہری میں پیدا ہوئے تھے، جنھوں نے مہوبہ میں معرکۃ الآراء جنگ لڑی تھی دیہاتوں میں اب بھی نٹ قوم کے لوگ ڈھول پر اُن کے جنگی پرجوش کارنامے گا گا کر بیان کرتے ہیں۔

اعظم گڑھ نے متعدد انقلابات بھی دیکھے ہیں، سید سالار مسعود غازیؒ نے ۹/رجب

۴۲۴ھ کواپنے مجاہدین کے ساتھ اس شہر وضلع میں ورود فرما کر تبلیغ دین حق کے سلسلہ میں جہاد کیا تھا، ان غازیانِ اسلام کے مزار جو ضلع کے مختلف مقامات پر ہیں، جو اس کی نشان دہی کر رہے ہیں۔

نواب وزیر علی خاں کی انقلابی سرگرمیاں

نواب آصف الدولہ اودھ کے چوتھے نواب تھے، ان کے دو حقیقی بیٹے جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، تیسرے بیٹے وزیر علی خاں ۹/اپریل ۱۷۸۰ء میں نواب آصف الدولہ کے حرم سرا میں پیدا ہوئے تھے، اس موقع پر جشن شادمانی مروجہ مراسم کے ساتھ منایا گیا، اس زمانے میں جنرل کورٹ لکھنؤ میں مقیم تھے، نواب وزیر علی کی پیدائش کے فوراً بعد نواب آصف الدولہ نے ایک مخصوص دربار منعقد کر کے کورٹ کے سامنے وزیر علی کو اپنا صلبی بیٹا ہونے کا اعتراف کیا تھا اور اپنا جانشیں بھی بنایا تھا، (پی، ایس، سی ۱۶/اکتوبر ۱۷۹۷ء) نواب وزیر علی کی پرورش و پرداخت اس خوبی سے کی گئی کہ ان میں ایک لائق وقابل حکمراں کی وہ تمام تر صلاحیتیں بیدار ہو گئیں، اسی زمانہ میں اودھ کے امراء کی خودسری نمودار ہوئی، اس وقت نواب وزیر علی کی عمر ساڑھے سترہ سال تھی، نواب آصف الدولہ کی وفات کے بعد وزیر علی نوابی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔

اس زمانہ میں تفضّل حسین نائب تھے، اور انگریزوں کے خاص آدمی تھے، اودھ کے امراء نواب آصف الدولہ کے دور ہی میں خودسر ہو گئے تھے، اور نواب آصف الدولہ بھی اُن سے خائف وخوف زدہ رہتے تھے، (پی، یس، سی ۲۷/مارچ ۱۷۹۷ء) ایک نوجوان کے نواب ہونے پر اُنھوں نے اور بھی ہاتھ پیر نکالے اور آپس میں گروپ بندیاں قائم کر کے حکومت پر چھا جانے کی کوششیں کیں، یہ صورت حال دیکھ کر نواب وزیر علی نے رزیڈنٹ اور تفضّل حسین کا ساتھ دیا، ان کی مدد سے مختلف محکموں میں پھیلی ہوئی ابتری کو دور کرنے اور شر پسند زمینداروں کی سرکوبی کرنے اور امراء کو دبانے میں بھرپور کوششیں کیں، (پی، یس، سی ۲، ۶، ۱۶، ۲۳/اکتوبر

۱۷۹۷ء) نواب وزیر علی نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ انگریز اودھ کی حکومت اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتے ہیں اور ان کو محض نام کا نواب بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔

اس وقت تو اور زیادہ چونک پڑے جب انھوں نے دیکھا کہ انگریز اودھ میں اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں اپنی فوجوں کی تعداد بڑھا رہے ہیں (بی، ایس، سی ۲۷؍اکتوبر ۱۷۹۷ء) تب انھوں نے کانپور سے ایک فوجی دستہ طلب کر کے نواب آصف الدولہ کی چھوڑی ہوئی تمام دولت پر جو اس وقت تک مہر بند پڑی ہوئی تھی، قبضہ کر لیا تھا، (بی، ایس، سی ۱۱؍ستمبر ۱۷۹۷ء و ۲۳؍اکتوبر ۱۷۹۷ء) اودھ کے سارے علاقے کے امراء وزیر علی کے خلاف صف آراء ہو گئے، یہ صورت حال دیکھ کر انھوں نے اودھ کے امراء سے صلح و مصالحت کر لی، (بی، ایس، سی ۴؍دسمبر ۱۷۹۷ء)

اپنی پسند کے امیروں کا ایک نیا گروپ تیار کر لیا، (اقبال نامہ مخطوطہ علی گڑھ یونیورسٹی، ۱۳-۱۵) اودھ کی افواج کو اپنی مکمل وفاداری کے لئے ہموار کر کے ان کی تعداد بڑھانے کا مستحکم ارادہ کیا اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے کر نائب اور رزیڈنٹ کو بالکل معطل کر دیا، (بی، ایس، سی ۴، ۱۱؍ستمبر ۱۷۹۷ء) اپنی اس کوشش میں وزیر علی اودھ کے اندرونی حکومت پر اس درجہ قابض و متصرف ہو گئے تھے، کہ جس وقت انھوں نے یہ حکم نافذ کیا کہ کوئی بھی امیر یا حکومت کا کارندہ تفضّل حسین کے پاس احکامات لینے نہ جائے گا، تو اس وقت کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کی حکم عدولی کر سکے، (گورنر جنرل کی منٹ ۱۳؍جنوری ۱۷۹۸ء)

اودھ کے اندرونی معاملات میں وزیر علی کو عملی طور پر حاوی اور خود مختار ہو جانے کی خبر کو سن کر انگریزوں کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے، کیوں کہ ہندوستان میں انگریزی سامراج کو بڑھاوا دینے کے لئے انگریزی فوج کے لئے بہترین جنگی سپاہی اور سامان و مال وزرا اودھ سے مہیا ہوتے تھے اور اس خطہ سے ان کے اقتدار کے خاتمہ سے ہندوستان کی دیگر ریاستیں بھی وزیر علی کی جرأت مندی سے متاثر ہو کر سینہ سپر ہوں گی اور ان کے وجود کو خاک میں ملا دیں گی۔

وزیرعلی کی معزولی، اودھ کے امراء کی غداری اور انگریزوں کی جعل سازی وشاطرانہ سازشوں کی ایک طویل داستان ہے، یہ کتاب اس بارِگراں کی متحمل نہیں ہوسکتی، مندرجہ ذیل بالاتفصیلات کے ذریعہ قارئین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ وزیرعلی کا کیا قصور تھا جس کی بناء پر ان کو معزول کیا گیا، اصل معاملہ محض یہ تھا کہ وزیرعلی نے اودھ کے اندرونی معاملات میں عملی طور پر خودمختاری حاصل کرلی، جب کہ انگریز یہ چاہتے تھے کہ آصف الدولہ کی طرح وزیرعلی بھی ان کے اشاروں پر چل کر انگریزوں کو اپنی من مانی کرنے دیں۔

۱۷۸۰ء میں مہاراجہ بنارس راجہ چیت سنگھ کو ان کے مرکز حکومت میں قید کرنے پر جو ہنگامہ ہوا تھا، اس کو انگریز بھولے نہیں تھے، اس لئے انگریزوں نے اودھ کے امراء کی باہمی پھوٹ اور حکومت میں آزادانہ دخل اندازی کرنے کی ہوس کا فائدہ اٹھاکر ان غداروں نے اپنے حامیوں کی مدد سے کچھ ایسا مواد فراہم کیا کہ جس سے یہ بات ثابت کی جاسکے کہ وزیرعلی نواب آصف الدولہ کے بیٹے نہ تھے اور اس بات کا ڈھنڈورا انگریزوں نے لکھنؤ ہی میں نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں خوب زوروشور سے پیٹا، (نیشنل آرکائیوز دہلی میں مخطوطہ ۱۷۹۸ء کے فارسی خطوط) یہی وجہ ہے کہ وزیرعلی کی معزولی کے وقت لکھنؤ میں زبردست ہنگامہ رونما ہوا تھا۔

وزیرعلی اپنی معزولی کے زمانہ کے بعد بنارس میں رہتے ہوئے اودھ میں دوبارہ نواب بننے کے لئے برابر تگ ودو میں رہے، اس کا مندرجہ ذیل خاکہ نیشنل آرکائیوز دہلی میں محفوظ، خود وزیرعلی کے کاغذات پر مبنی ہے، دیگر کاغذات کا حوالہ حسب ضرورت دیا جاتا ہے، وزیرعلی نے بیش قیمت تحائف کے ساتھ اپنا ایلچی افغانستان کے حکمراں زماں شاہ کے پاس یہ پیغام لے کر بھیجا کہ وہ اودھ پر حملہ کرکے ان کو وہاں مسندنشیں کرادیں جس کے عوض وہ ان کو تین کروڑ روپیہ دیں گے اور بعد میں سالانہ ۵۵ لاکھ روپیہ دیا کریں گے، (مرأۃ الاحوال ص۲۰ بی، لیس، سی ۹؍جولائی ۱۷۹۹ء نمبر ۸) اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے وزیرعلی نے بندیل کھنڈ، بہار، بنارس اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں کے زمین داروں کو اس بات پر رضامند کرلیا کہ

وہ زمان شاہ کے حملہ کے وقت ان کی امداد کریں گے، تا کہ دوطرفہ حملہ کر کے انگریزوں کو آسانی سے شکست دی جاسکے، (اقبال نامہ ۳۲ مارٹن ڈسپیچز ایٹ مسٹر آف ویلزلی لندن ۱۸۲۶ء، ۳/ ۷، ۳۲۶) اور بنارس کے علاقوں کو جو نواب آصف الدولہ سے ۱۷۷۵ء میں جبریہ انگریزوں نے ہتھیا لئے تھے، اس کو واپس لے کر اودھ کے علاقوں کو بہار تک وسعت دی جاسکے۔

لیکن ان سب منصوبوں پر اس وقت پانی پڑ گیا جب وزیر علی کے ایلچی سے تحائف حاصل کرنے کی لالچ میں راجہ بیکانیر نے اس کو راستہ ہی میں قتل کر دیا، اُن دنوں انگریزوں کا ایک خبر رساں ریاست جے پور میں مقیم تھا، اس نے وزیر علی کے ایلچی کے قتل اور سفارت کی خبر کلکتہ روانہ کی (بی، پی، سی بنگال پولیٹکل کنیسٹس نیشنل آرکائیوز میں مخطوطہ ۴/ جنوری ۱۷۹۹ء) جب انگریزوں نے وزیر علی سے باز پرس کی تو انھوں نے بات بنا کر انگریزوں کے شکوک کو رفع کر دیا (فارسی خطوط ۱۷۹۸، ۴۹۵) ان دنوں سندھیا پونہ میں مقیم تھے اور شمالی ہندوستان میں ان کے علاقوں کی حکومت ان کے جنرل امباجی انگلیا کے سپرد تھی مندرجہ بالا سفارت کی ناکامی کے بعد اب وزیر علی نے اپنا ایک ایلچی امباجی کے پاس متھرا روانہ کیا، امباجی نے وزیر علی کی دولت ہتھیانے کی غرض سے اصل معاملہ معرض التواء میں ڈال کر ان کو مشورہ دیا کہ پہلے بنارس سے فرار ہو کر ان کے علاقہ میں آجائیں، پھر دیکھا جائے گا کہ وہ اُن کی کیا مدد کر سکتے ہیں، وزیر علی نے اس مشورہ کو ٹھکرا دیا، دوبارہ اپنے ایلچی کو امباجی کے پاس سندھیا سے مدد لینے کے لئے روانہ کیا لیکن یہ بھی سفارت ناکام رہی، وزیر علی کا سندھیا سے کوئی رابطہ قائم نہ ہو سکا (نیشنل آرکائیوز فارمن میلینس فارین متفرق جلد ۸ نمبر ۲۰) کچھ دوئم درجہ کے ماخذوں میں یہ لکھا ہے کہ وزیر علی اور سندھیا میں باہم ساز باز ہو گئی تھی، وہ بے بنیاد ہے۔

وزیر علی نے اپنے کچھ ایلچیوں کو پٹنہ، کلکتہ، ڈھاکہ، مرشد آباد بھی روانہ کئے، وزیر علی اور ان ایلچیوں کے کاغذات جو نیشنل آرکائیوز میں محفوظ ہیں، جن کو باریک نگاہوں سے معائنہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ وزیر علی کلکتہ وانگلینڈ کی عدالتوں میں اپنی معزولی کے خلاف مقدمہ دائر

کرنے کی بات سوچ رہے تھے اوران ایلچیوں نے اس بارے میں معلومات بہم پہنچائیں تھیں۔ ایک ایلچی کو وزیرعلی نے اپنی معزولی کے خلاف اپیل دائر کرنے کی ہدایت کی تھی، جس کو گورنر جنرل کے روبرو پیش کر کے اودھ میں وزیرعلی کی بحالی کے لئے کوشش کرنی تھی، اس طرح مختلف کام مختلف لوگوں کے سپرد تھے، مغل فوجیوں کو بنارس بھیج کر وزیرعلی کی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے اُکسانا تھا، اسی علاقہ کے باشندے آرمیس کا ایک فوجی دستہ تیار کرنا تھا، ان علاقوں کے بااثر لوگوں اور زمین داروں سے مل کر وزیرعلی کی معزولی کے بارے میں ان کے خیالات معلوم کرنا تھا اوراس سلسلہ میں انھیں ڈھاکہ، مرشدآباد کے نواب اور بیربھوم کے راجہ سے ملنا تھا۔

اس سے نہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وزیرعلی اُن تمام لوگوں کو بھی کسی نہ کسی موقع پر اپنی انقلابی تحریک کی سرگرمیوں میں شریک کرنا چاہتے تھے لیکن اس زمانہ کے کاغذات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ ایلچی نہ تو بیربھوم کے راجہ سے مل سکے، (بی، ایس، سی ۸/اپریل ۱۷۹۹ء نمبر ۴۵) اور نہ ڈھاکہ و مرشدآباد کے نوابوں اور وزیرعلی کے درمیان کسی قسم کا رابطہ قائم ہوسکا۔

(فارین متفرق ۲۱/۸)

ڈھاکہ کے نواب نے اپنا ایلچی زماں شاہ کے پاس ایک خط دے کر روانہ کیا تھا لیکن پیسوں کی کمی کی وجہ سے وہ لکھنؤ سے آگے نہ جاسکا اور وہ وہیں مرگیا، بعد میں یہ خط اس کے لڑکے کے پاس سے انگریزوں نے برآمد کرلیا، (بی، ایس، سی ۲۰/اگست ۱۷۹۹ء) اس طرح وزیرعلی اور سلطان ٹیپو کے تمام کاغذات آج ایک کھلی کتاب کی طرح محققین کے سامنے موجود ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا مواد موجود نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ ان دونوں انقلابی شخصیتوں کے مابین کسی قسم کا کوئی رابطہ قائم ہوا تھا۔

۱۷۹۹ء کے اوائل میں جب پہلی بار وزیرعلی کی انقلابی سرگرمیوں کا علم انگریزوں کو ہوا تو وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ وزیرعلی، ٹیپو سلطان اور سندھیا میں کسی قسم کی ساز باز ہے۔

(مارٹن ۱/ ۷، ۴۵، ۴۸۲، ۵۳۵، ۲/ ۱۳۱)

وزیرعلی اور شمس الدولہ کے ایلچی انگریزوں کی گرفت میں آ گئے اور انھوں نے اُن کے بیانات قلمبند کر کے اُن دونوں کے کاغذات باریک بیں نگاہوں سے معائنہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ اُن کے شبہات وخدشات بے بنیاد ہیں۔(فارین متفرق ۸/۲۱)

بغاوت کی ابتداء

بغاوت کا بگل اس وقت بجا جب وزیرعلی سے دسمبر کے آخری ہفتہ میں بنارس سے کلکتہ جانے کے لئے کہا گیا۔(فارین ۸/ ۲۹) لیکن انھوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا، (اقبال نامہ ۳۸،۳۹) وہ اتنی آسانی سے سپر ڈالنے والے نہ تھے، لہٰذا اُنھوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ بنارس کے قرب وجوار کے زمین داروں اور بااثر افراد کی مدد سے عام بغاوت برپا کر کے اُن علاقوں کو آزاد کرلیا جاوے۔(اقبال نامہ ۳۷) ۱۳رجنوری ۱۷۹۹ء کو انقلابی تحریک برپا کرنے کی تاریخ متعین کی اور انگریزوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے انھوں نے یہ اعلان کردیا کہ وہ ۱۵/۱۶رجنوری ۱۷۹۹ء کو کلکتہ چلے جائیں گے۔(مارٹن ا/۴۳۱)

وقت کم تھا اور کام زیادہ لیکن وزیرعلی اوران کے وفادار ساتھی جی جان سے اس کام میں لگ گئے، وزیرعلی کے پاس ایک چھوٹی سی فوج کی ٹکڑی ہمیشہ رہتی تھی۔(اقبال نامہ ۲۷)

وزیرعلی نے تیزی سے اس کی تعداد بڑھانا شروع کیا اور چاروں طرف ایلچی دوڑادیئے۔

۱۳رجنوری ۱۷۹۹ء کی شام تک جونپور، اعظم گڑھ، غازیپور کے زمیندار اور بااثر لوگوں کے ۴۲ گھوڑے اور ۱۳۰۰ پیدل افراد شہر بنارس کے اندر داخل ہوگئے، ونیز دیگر ۵۰ گھوڑے اور ۹۹۰۰ پیدل افراد کے ساتھ بنارس کے قرب وجوار میں جمع ہوگئے، ۱۴رجنوری ۱۷۹۹ء کی صبح کو اس انقلابی جنگ کا آغاز ہوا۔

شہر بنارس میں کچھ شاہزادے بھی رہتے تھے، وزیرعلی نے اُن میں سے ایک مرزا جمعہ

کو بادشاہ بنایا اور خود وزیر علی نے اُن کا وزیر ہونے کا اعلان کر کے بنارس میں اپنی حکومت قائم کردی، بنارس کے عوام بھی جوق در جوق اس انقلابی تحریک میں شامل ہوگئے، تین انگریزوں کو اور اُن کے متعدد ہندوستانی رفقاء قتل کر دیئے گئے اور بہت سے افراد زخمی ہوگئے، انگریزوں کی آبادی میں آگ لگا دی گئی اور لوٹ مار عام ہوگئی، بنارس کے قریب انگریزوں کی ایک فوج اپنا پڑاؤ ڈالے ہوئے پڑی تھی، اس سے گھمسان کی جنگ ہوئی، وزیر علی اور اُن کے جاں نثار ساتھی و نیز دیگر لوگ بڑی ثابت قدمی اور بہادری سے لڑے، جس کا اعتراف کمانڈر آرسکن نے کافی تحسین کے ساتھ کیا ہے لیکن توپ خانہ کی کمی اور کچھ زمین داروں کی غداری کی وجہ سے وزیر علی کو شام تک پسپا ہوکر بٹول بھاگ جانا پڑا۔ (مرأۃ الاحوال ۱۔۲۰ (بی، ایس، سی) ۴، ۲۱، ۲۵، ۲۸/ جنوری تا ۴ فروری ۱۷۹۹ء اقبال نامہ ۳۷، ۴۲ وقائع بنگش مخطوطہ لائبریری جناب پردھان ندیم احمد خاں صاحب کلاں خیل قائم گنج فرخ آباد۔

وزیر علی کی مندرجہ بالا انقلابی تحریک نے سارے شمالی ہندوستان میں سنسنی پھیلا دی، انگریز اپنی جان بچانے کے لئے محفوظ مقامات پر ہتھیار بند ہوکر چھپنے لگے، (بی، ایس، سی ۲۵/ جنوری ۱۷۹۹ء) ولیم ٹینٹ وانڈین ریکرے سنس لندن، ۴، ۱۸۔۱/ ۳۷۹۔

بنارس، جونپور، اعظم گڑھ، غازیپور، مرزاپور اور بہار کے متعدد اضلاع میں ہنگامی حالات پیدا ہوگئے اور کچھ مقامات پر لوگوں نے واقعی بغاوت برپا کردی لیکن وزیر علی کے بنارس سے پسپا ہوجانے کی وجہ سے لوگوں کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا اور انگریزوں نے چاروں طرف سے اپنی افواج کو حرکت میں لاکر اور مختلف مقامات پر اُن کو اکٹھا کر کے جلد ہی اُن ہنگامی حالات پر قابو حاصل کرلیا، (بی، پی، سی ۲۵/ جنوری ۱۷۹۹ء تا ۴/ فروری ۱۷۹۹ء)

اس سے قبل انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے حیدر علی وٹیپو سلطان نے پلاسی و بکسر اور دکن میں بہت سی جنگیں لڑی تھیں لیکن یہ پہلا مسلح انقلاب تھا، جس میں عوام نے کھل کر حصہ لیا تھا، اس کا سہرہ وزیر علی کے سر ہے، اس انقلابی تحریک نے ہندوستانی عوام

وزمینداروں اور باا ثر لوگوں میں ایک انقلابی لہر دوڑادی اور شمالی وسطی ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں یہ انقلابی تحریک پھیل گئی اورانگریزوں کے خلاف جنگیں لڑی گئیں اور مسلح انقلاب برپا کئے،(مجومدار ہسٹری آف دی فریڈم مومنٹ ان انڈیا کلکتہ ۱۹۷۱ء/ ۸۷،۸۸)

وزیرعلی کی انقلابی تحریک نے کچھ ایسی بھی نظیریں قائم کیں ایک شاہزادے کو بادشاہ بنانا، انگریزوں اوران کے ہندوستانی رفقاء کوقتل کرنا اوراُن کے اثاثہ کی لوٹ پاٹ کرنا،عوام کا تحریک میں کھل کر حصہ لینا، کچھ لوگوں کی سرفروشی اور کچھ لوگوں کی غداری، انگریزوں کا اپنی جان ومال کی حفاظت کے لئے ہراساں وپریشان ہونا،عوام میں ایک لہر دوڑادی تا کہ انگریزوں کے خلاف سینہ سپر ہوجائیں، یہ سب ایسی باتیں تھیں جن کا نقطہ عروج ہم کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دیکھنے کوملتا ہے، اس طرح پورے اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ وزیرعلی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نقیب تھے۔

بٹول پہنچ کر وزیرعلی نے وہاں کے مقامی لوگوں اور راجہ نیپال کی مدد سے بہت جلد ایک فوج مہیا کر لی لیکن انگریزوں نے راجہ نیپال کو زرکثیر اور چند علاقوں کا لالچ دے کر اپنی طرف ملالیا، اس لئے وزیرعلی کو گورکھپور کے جنگلوں میں پناہ لینی پڑی۔(اقبال نامہ ۶۔۲۵ بی، پی، سی ۱۵رفروری ۱۷۹۹ء) وہاں بھی وزیرعلی نے جلد ہی ایک فوج اکٹھا کر لی، سعادت علی خاں اور انگریزوں کی فوج سے جو وزیرعلی کے تعاقب کے لئے روانہ کی گئی تھی کئی لڑائیاں ہوئیں، کچھ لوگوں کی غداری کی وجہ سے کامیابی نظر نہ آئی تو اس لئے انھوں نے تمام فوج کو منتشر کر دیا اور چند وفادار ساتھیوں اور تقریباً تین سو فوجیوں کے ہمراہ بہرائچ کی طرف روانہ ہوگئے،(بی، پی، سی ۱۱/۱۸/اپریل ۱۷۹۹ء، ۳رمئی ۱۷۹۹ء کوانگریزی فوج نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا، تین گھنٹہ گھمسان کی لڑائی ہوئی، وزیرعلی نے اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھلاتے ہوئے اس نرغہ سے صاف بچ کر نکل گئے۔(بی، پی، سی ۱۰رمئی ۱۷۹۹ء) اس کے بعد زماں شاہ کے پاس پناہ گزیں ہونے کا ارادہ کیا، قصبہ ٹانڈہ، فیض آباد، الٰہ آباد، کالپی، آگرہ، بھرتھ پور ہوتے ہوئے جے پور

پہنچے، وہاں کے راجہ نے زر کثیر کے لالچ میں آکر ان کو انگریزوں کے حوالہ کردیا، ان کو کلکتہ لے جایا گیا اور فورٹ ولیم میں قید کردیا گیا، تقریباً ساڑھے سترہ سال تک انگریزوں کی قید میں زندہ رہ کر ۱۵؍مئی ۱۸۱۷ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوگئے، یہ ہے اس انقلابی رہنما کی زندگی کا صحیح مرقع۔

ضلع اعظم گڑھ کی انقلابی سرگرمیاں اور سیاسی واقعات

۱۸۵۷ء میں نواب واجد علی شاہ تاجدار اودھ کو انگریزوں نے ان کے مرکز حکومت لکھنؤ سے گرفتار کر کے مٹیا برج کلکتہ منتقل کردیا اور اودھ کے علاقوں لکھنؤ، جونپور، پرتاب گڑھ، سلطان پور، الٰہ آباد، بنارس، مرزاپور، کانپور، گونڈہ، گورکھپور، اعظم گڑھ، غازیپور، فیض آباد، بلیا، جھانسی، باندہ، فرخ آباد، مہوبہ، بندیل کھنڈ وغیرہ شہروں پر ''غدر'' کے نام پر (بہانہ سے) ظالم انگریزوں نے حملہ کر کے یہاں کے تمام جاں نثاران وطن کو اپنی بندوقوں کی گولیوں کا نشانہ بنایا، ان کی جائدادیں ضبط کر کے اپنے ہندوستانی رفقاء کے حوالہ کردیں۔

۲۵؍ستمبر ۱۸۵۷ء کو سب سے پہلے جونپور کے شاہی قلعہ پر حملہ کر کے برباد کیا جہاں راجہ سید ارادت جہاں نائب ناظم جونپور کا ریاستی دفتر تھا، راجہ سید ارادت جہاں وہاں موجود نہ تھے، مہتاب رائے دیوان ریاست گرفتار ہوگئے، مہتاب رائے نے کہا کہ میں کچھ نہیں ہوں، مالک ریاست موضع مبارک پور، پرگنہ ماہل، ضلع اعظم گڑھ میں مقیم ہیں، ان سے مل کر آپ لوگ گفتگو کریں، ۲۷؍ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزی فوجیں مع توپ خانہ موضع مبارک پور روانہ ہوئیں۔ اور مہتاب رائے دیوان ریاست کو چند انگریز آفیسران کی حراست میں دریائی راستہ سے مبارک پور روانہ کیا، راجہ سید ارادت جہاں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے فوجی کمانڈر امر سنگھ و مخدوم بخش کو انگریزوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، امر سنگھ نے انگریزی فوج پر اتنا زبردست حملہ کیا کہ وہ تاب نہ لاسکے اور مہتاب رائے دیوان ریاست کو آزاد کرالیا، اس کے بعد انگریزی فوج علاقہ مبارک پور میں داخل ہوگئی، اس وقت باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوا اور

چار شبانہ روز جنگ جاری رہی، اسی اثناء میں راجہ سید ارادت جہاں نے اپنے صاحبزادے سید مظفر جہاں ماہلی کو خط لکھا کہ تم مع فوج کے مبارک پور پہنچ آؤ، راجہ مظفر جہاں نے ماہل کی تحصیل داری وتھانہ پر اپنا قبضہ کرلیا، اس کے بعد مبارک پور مع فوج آ گئے، اور دوسرا دستہ راجہ سید فصاحت جہاں آف پوی کی قیادت وسپہ سالاری میں روانہ ہوا، ان کی فوجوں سے مبارک پور سے صرف چار میل کے فاصلہ پر بمقام تگہرہ سامنا ہوگیا، ادھر انگریزی فوج مبارکپور جا چکی تھی، یہاں مختصر فوج رہ گئی تھی، اس لئے انگریزی فوجی کمانڈر نے عیارانہ انداز میں راجہ فصاحت جہاں سے بجائے جنگ کے صلح کا پیغام دے کر گفتگو شروع کی اور راجہ سید فصاحت جہاں بھی اس صلح پر رضامند ہو گئے، انگریزی فوجی کمانڈر نے راجہ سید فصاحت جہاں کو اس صلح کے صلہ میں راجہ سید ارادت جہاں کے سارے علاقہ جات دینے کا وعدہ کیا، راجہ فصاحت جہاں اس کے فریب میں آ گئے، مبارک پور جا کر راجہ ارادت جہاں کو نشیب وفراز سمجھا کر صلح ومصالحت کے لئے رضامند کرلیا اور کہا کہ مفت میں جانبین کی جانیں ضائع ہوں گی، دیکھئے انگریز شرائط صلح کیا پیش کرتے ہیں؟

راجہ سید ارادت جہاں تیار ہوکر قلعہ موجی نور اور مبارک پور کے درمیان ایک آم کے باغ میں صلح ومصالحت کے لئے آئے، راجہ سید ارادت جہاں کے دونوں کمانڈر رام سنگھ، ومخدوم بخش اس صلح کی برابر مخالفت کرتے رہے۔

امر سنگھ قلعہ موجی پور میں مخدوم بخش کوٹ مبارک پور میں رک گئے، صلح کے لئے راجہ سید ارادت جہاں مع چالیس نفر ملازموں کے ساتھ چار بجے دن میں آم کے باغ میں پہنچ گئے، جہاں انگریز فوجی کمانڈر پہلے سے منتظر تھا، برسات کا موسم تھا، کھیتوں میں بھٹوں کی فصلیں ہر چہار جانب تیار کھڑی تھیں، اُسی میں انگریزی فوجیں چھپی تھیں، جوں ہی راجہ سید ارادت جہاں باغ انبہ میں پہنچے ہیں، اُن کے چالیس نفر ملازمین گرفتار کر لئے گئے اور فوراً سب کو پھانسی دے دی گئی اور راجہ سید ارادت جہاں کو جب پھانسی دی جانے لگی تو انھوں نے راجہ سید فصاحت جہاں سے مخاطب ہوکر کہا کہ بھائی جان اب بھی کوئی حسرت باقی ہے؟ پھانسی کے تختہ پر لٹک

گئے، اس طرح جنگ آزادی کے بہادر سور ما نے اپنی جان عزیز قربان کردی اور اپنی جانی قربانی دے کر ہندوستان کو آزاد کرانے کا راستہ دکھلایا۔

راجہ سید ارادت جہاں کے سپہ سالار امر سنگھ قلعہ موجی پور میں مورچہ قائم کر کے انگریزوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے، اس جنگ آزادی کے یہ دوسرے شہید ہیں، مخدوم بخش کوٹ مبارک پور میں لڑتے ہوئے روپوش ہوگئے، قلعہ موجی پور اور کوٹ مبارک پور کو لٹیرے دغاباز انگریزوں نے دل کھول کر لوٹا اور ان کو تاراج وتباہ و برباد کر دیا، راجہ سید فصاحت جہاں سے انگریزوں نے کہا کہ جب تم اپنے بھائی کے نہ ہوئے تو تم پر بھروسہ واطمینان نہیں کیا جا سکتا، یہ کہہ کر اُن کو بھی تختہ دار پر چڑھا کر پھانسی دے دی۔

راجہ سید مظفر جہاں ماہلی اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے سولہ ہزار تربیت یافتہ سپاہیوں کو اکٹھا کر کے موضع تگہرہ میں انگریزوں کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور بہت سے انگریز سپاہیوں کو قتل کیا، اور انگریزوں کا سامان چھین لیا، انگریزوں کی فوج وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی، سید مظفر جہاں اسی طرح انگریزوں کے خلاف ۱۸۶۰ء تک محاذ قائم کر کے لڑتے رہے، آخر میں گرفتار ہو کر آگرہ جیل میں نظر بند کر دیئے گئے، اُن کی ساری ریاست وجائداد واملاک ضبط کر لی گئی، بعد از تسلط رہا ہوئے، اُن کا خاندان موضع رودھولی تحصیل پھولپور ضلع اعظم گڑھ میں آباد ہے، اب یہ موضع تحصیل اکبر پور ضلع فیض آباد میں شامل ہوگیا ہے، جہاں راجہ سید مظفر جہاں کی اولا دراجہ سید ذوالفقار جہاں کی سرپرستی میں بقیہ زندگی کے دن گزار رہے تھے، اب وہ بھی اللہ کے پیارے ہوگئے۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ جنگ آزادی ہند کا اتنا بڑا مجاہد خاندان، غربت وافلاس کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔

اس دور آزادی میں موجودہ حکومت کی غفلت ولا پرواہی سے یہ برا حال اس خاندان کا ہے، ظالم انگریزوں نے ان کی ساری ریاست وجائداد، املاک ضبط کر کے اس خاندان کے

افراد کو بھکاری بنادیا ہے۔

بگل

۱۸ر ستمبر ۱۸۵۷ء کو کرنل رفٹن کو یہ خبر موصول ہوئی کہ اعظم گڑھ میں کچھ شر پسند عناصر نے بغاوت کر دی ہے، اس نے فوراً کپٹن بائیلو کو اعظم گڑھ روانہ کیا اور اس کے ساتھ ۱۲۰۰ ہزار گورکھا فوج کے جوانوں کا ایک دستہ بھی روانہ کیا اور اس کے ساتھ ۱۲۰۰ ہزار گورکھا فوج کے جوانوں کا ایک دستہ بھی روانہ کر دیا۔

موضع شاہ پور مولانی ومندری میں شمع آزادی کے پروانوں کا سامنا ہو گیا، گورکھا پلٹن نے اُن تمام شمع آزادی کے پروانوں کو اپنی بندوق کی گولیوں سے پسپا کر دیا۔

۲۷ر ستمبر ۱۸۵۷ء کو کرنل رفٹن خود سول افسروں کو لے کر قصبہ مبارکپور پہنچ گیا، جہاں راجہ سید ارادت جہاں نے نہایت مضبوطی سے اپنا قبضہ جما رکھا تھا اور انھوں نے اپنے کو نائب ناظم جونپور ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

۱۸۵۷ء کا پہلا شہید

راجہ ارادت جہاں پہلے شخص تھے جنھوں نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں نواب واجد علی شاہ تاجدار اودھ اپنے مرکز حکومت لکھنؤ میں گرفتار کر لئے گئے اور ان کو معزول کر کے مٹیا برج کلکتہ میں قید کر کے انگریزوں نے صوبہ اودھ کو برطانیہ میں شامل کر لیا۔

اس واقعہ نے تعلقہ داران اودھ اور دوسرے راجگان ونوابین، زمینداروں میں بے چینی پیدا کر دی اور ہر طبقہ کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ یہی سلوک ہمارے ساتھ بھی ہونے والا ہے۔

چنانچہ نواب باندہ کے یہاں ایک شادی کے سلسلہ میں بہت سے تعلقہ داران وراجگان مدعو تھے، مراسم شادی سے فارغ ہونے کے بعد ایک میٹنگ ہوئی جس میں یہ طے پایا

کہ اس سلسلہ میں مختلف مقامات پر جلسے منعقد کئے جائیں اور غور کیا جائے کہ ہم تعلقہ داران وراجگان، نوابان و زمینداران کا انگریزوں کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہئے، چنانچہ باندہ ،فرخ آباد، الہ آباد، مہوبہ، مظفرنگر، جھانسی، بندیل کھنڈ، کانپور، لکھنؤ، گونڈہ، گورکھپور وغیرہ میں متعدد جلسے ہوئے اور ذیل کی چار قرار دادیں بہ اتفاق رائے منظور ہوئیں اور اُن پر سختی سے عمل درآمد کا اقرار ہوا۔

۱- حکومت برطانیہ کو مال گزاری دینا بند کر دیا جائے۔ ۲-جتنے نیل کے گودام انگریزوں کے ہاتھوں میں ہیں زبردستی واپس لے لئے جائیں۔ ۳-تمام تعلقہ داران آپس میں ایک دوسرے سے ہرقسم کا تعاون کریں اور انگریزوں کی فوج میں ابتری پیدا کی جائے۔ ۴-بہادر شاہ ظفر کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا جائے اور مال گزاری بجائے انگریزوں کو دینے کے براہ راست دہلی بہادر شاہ ظفر کو بھیجی جائے۔

تمام تعلقہ داران نے اپنے حلقوں میں ان قراردادوں پر عمل درآمد شروع کر دیا، راجہ سید ارادت جہاں نائب ناظم جونپور سے مال گزاری طلب کی گئی تو انھوں نے صاف طور پر انکار کر دیا اور کہا کہ نائب ناظم نے حکومت دہلی سے الحاق کر لیا ہے اور مال گزاری دہلی روانہ کریں گے، اس انکار پر ۲۵ر ستمبر ۱۸۵۷ء کو شاہی قلعہ جونپور پر جہاں راجہ سید ارادت جہاں کا دفتر تھا، انگریزی فوج نے حملہ کر دیا، راجہ سید ارادت جہاں بغرض شرکت چہلم سید الشہداء موضع مبارکپور پرگنہ ماہل ضلع اعظم گڑھ میں مقیم تھے۔

مہتاب رائے دیوان ریاست قلعہ میں موجود تھے، معمولی جھڑپ و مقابلہ کے بعد وہ گرفتار ہو گئے، اس جھڑپ میں شاہی قلعہ کی عمارت کو کافی نقصان پہنچا، فصیل کے علاوہ عمارت کے بعض حصوں کو بھی نقصان پہنچا، مہتاب رائے نے کہا کہ میں کچھ نہیں کرسکتا، مالک ریاست موضع مبارک پور میں ہیں، اُن سے مل کر گفتگو کریں؟

چنانچہ ۲۷ر ستمبر ۱۸۵۷ء کو ایک مسلح فوج مع توپ خانہ کے مبارک پور پرگنہ ماہل ضلع

اعظم گڑھ روانہ کردی گئی اور مہتاب رائے دیوان ریاست کو چند انگریز افسران کی نگرانی میں دریائی راستہ سے مبارکپور روانہ کیا۔

راجہ سید ارادت جہاں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے فوجی کمانڈر امر سنگھ، مخدوم بخش کو انگریزوں کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا، امر سنگھ نے انگریزی فوجوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ مہتاب رائے دیوان ریاست کو آزاد کرالیا، جب انگریزی فوجیں علاقہ مبارک پور میں داخل ہوئیں تو باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوگیا، اس لڑائی کا سلسلہ چار شبانہ روز تک جاری تھا۔

راجہ سید ارادت جہاں کے مورث اعلیٰ سید احسن اخوند میر تھے، جو ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ایران سے ہندوستان آئے تھے اور ان کی فوج کے سپہ سالار تھے، ان کو شاہ طہماشپ نے ہمایوں بادشاہ کو ہندوستان کی فتح میں مدد کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

اخوند میر کی اولاد میں سید جان علی تھے جن کو خانِ زماں علی قلی خاں کی سرکوبی کے لئے ایک فوجی دستہ کا کمانڈر بنا کر شہنشاہ جلال الدین اکبر نے جونپور بھیجا تھا۔ انھوں نے راجہ ماہل، راجہ اونگلی، راجہ سہاوی کو گرفتار کر کے امن قائم کیا تھا، شہنشاہ اکبر نے اس صلہ میں ''جان'' کے خطاب سے نوازا تھا۔ اور سید جان جہاں کے لقب سے مشہور تھے اور ان کو شہنشاہ اکبر نے پرگنہ ماہل ضلع اعظم گڑھ جاگیر میں دیا اور راجہ کے خطاب سے ملقب کیا تھا۔

سید جان جہاں نے مواضعات رنو، دکھن پٹی، شیخ پور، پیری، بسواں، کوڑیا، گدوپور، شیخوپور، دریاپور، راجہ پور وغیرہ کو اپنے فوجی سپاہیوں میں تقسیم کیا۔

سید جان جہاں نے اپنی بود و باش کے لئے موضع خراسان آباد کیا، جسے عوام نے بگاڑ کر خراسوں نام رکھ دیا ہے اور وہ اب اسی نام سے موسوم و مشہور ہے۔

راجہ شمشاد جہاں نے اپنے نام کی نسبت سے شمشا آباد آباد کیا، راجہ دیدار جہاں نے اپنے نام کی نسبت سے دیدار گنج آباد کیا، راجہ بشارت جہاں نے اپنے نام کی نسبت سے بشارت

آباد آباد کیا، راجہ ارادت جہاں نے اپنے نام کی نسبت سے ارادت نگر آباد کیا تھا۔

راجہ سید ارادت جہاں اور راجہ مظفر جہاں کی ضبط شدہ جائدادیں مہاراجہ بنارس اور راجہ جونپور، مولوی کرامت علی ملاٹولہ جونپور کو ملیں لیکن ان لوگوں نے تعلقات کی بناء پر جائداد لینے سے انکار کر دیا۔

راجہ سید مظفر جہاں اور مولوی کرامت علی خوش نویسی میں ایک ہی استاذ کے شاگرد تھے۔

راجہ سید ارادت جہاں کی ضبط شدہ جائداد حسب ذیل لوگوں کو ملی:

۱- رائے ہینگل لعل۔ ۲-راجہ مہیش نرائن سنگھ۔ ۳-ذوالقدر بہادر۔ ۴-میر رعایت علی۔ ۵-منشی حیدر حسین۔ ۶-سید حسن۔ ۷-علی بخش خان۔ ۸-منشی صفدر حسین۔ ۹-مولوی حسن علی۔ ۱۰-عبدالمجید منصف۔ ۱۱-میر اصغر علی۔

راجہ سید ارادت جہاں کو گرفتار کر کے پھانسی دینے کے بعد انگریزوں نے دوسرا قدم آدم پور فتح کرنے کا اٹھایا۔ ۵/اکتوبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کی فوجیں جونپور واپس آگئیں لیکن شہر جونپور کا پورے طور پر امن بحال نہیں ہوا تھا، سرحدی مقامات پر پولیس چوکیاں قائم تھیں، وہ مستقل طور پر بلوائیوں کے حملہ کا شکار ہو رہی تھیں۔

کرنل رفٹن نے الہ آباد کے حالات سن کر فوج کو وہاں روانہ کر دیا، مگر مسٹر لینڈ کے پیغام پر پھر واپس بلا لیا، کیوں کہ مسٹر لینڈ کو سلطان پور کے باغی نائب ناظم مہدی حسن کی بغاوت کی خبر مل گئی تھی، مسٹر کرنل رفٹن ۱۹/اکتوبر ۱۸۵۷ء کو سنگرامئو پہنچے، وہاں معلوم ہوا کہ حسن یار خاں نے ۱۵۰۰ سپاہیوں کو لے کر سنگرامئو پر حملہ کر دیا ہے، جو اس وقت کو دھوا میں موجود تھا اور رندھیر سنگھ تعلقہ دار کو تعلقہ چھوڑنے پر مجبور کر رہا تھا، غرض کہ بڑی مشکل کے بعد حسن یار خاں نے باغیوں کو دبا لیا، باغیوں کے ماتحتوں نے کثیر تعداد میں کرنل رفٹن کی فوج کے اردگرد چکر لگاتی رہی اور اس تاک میں تھی کہ فوجوں کو مار بھگایا جاوے۔

کرنل رفٹن نے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے اور نجات پانے کے لئے، کودھوا

پر حملہ کیا، جس کے نتیجہ میں حسن یار خاں شکست کھا کر بھاگ گئے اور حسن پور جا کر نائب ناظم سید مہدی حسین باغی سے مل گئے، کرنل رفٹن اور مسٹر لینڈ، مہدی حسین کی طاقت زیادہ دیکھ کر جونپور چلے آئے، تا کہ فوج میں اضافہ کیا جائے اور مزید فوج کے لئے بنارس آرڈر بھیج دیا، اسی درمیان میں کرنل رفٹن کو خبر ملی کہ باغی چاندہ میں بڑی سرگرمی میں مصروف ہیں جہاں ان کا قلعہ بھی ہے۔

کرنل رفٹن ۱۱۰۰ ہزار گورکھا فوج کے سپاہی بندوق لے کر روانہ ہوئے اور ۳۰ر اکتوبر کو موضع کوئری پور میں داخل ہوگئے، جہاں سے باغی دشمنوں کا اڈادو میل پر تھا، رات میں وہیں قیام کیا اور صبح ہوتے ہی گورکھا فوج نے بھٹے کی تیار فصل کی آڑ میں گولیاں چلانا شروع کیں اور آدھے گھنٹہ میں اپنی پوزیشن مضبوط کر لی، اپنی فوج سے چوگنی فوج کو مار بھگایا اور توپ کی ایک بیڑی پر قبضہ کر لیا۔

مہدی حسین شکست کھا کر بھاگ نکلے، یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کو فوجیں جونپور واپس آ گئیں لیکن تین روز کے اندر ہی پھر اترولیا ضلع اعظم گڑھ پر حملہ کے لئے فوجیں بلائی گئیں، ۲۲ر نومبر ۱۸۵۷ء کو پھر فوجیں واپس ہو کر سنگرامئو کو روانہ ہوگئیں، یہاں مہدی حسین اور راجہ سید مظفر جہاں ماہلی نے مل کر سولہ ہزار تربیت یافتہ جوانوں سے انگریزوں کو شکست دے کر واپس کر دیا اور پولیس چوکیاں توڑ ڈالیں یہاں کے تمام سرحدی باغی آپس میں مل گئے تھے اور اپنی فوجی طاقت میں کافی اضافہ کر لیا تھا۔

اس پارٹی کے زور پکڑ جانے کی وجہ سے راجپوت زمینداروں کی لگان کی وصولی میں دقت پیدا ہوگئی تھی، پنڈت کشن نرائن نے اس موقع پر نہایت عمدہ خدمات انجام دیں، حملہ کی خبر پا کر تحصیل کھوٹن سے تمام ضروری کاغذات وخزانہ منتقل کر دیا۔ نہایت دلیری سے باغیوں کا مقابلہ کیا، آخر میں ان کو جونپور آنا پڑا، لیکن ۲۴ر ستمبر ۱۸۵۷ء کو راجہ سید ارادت جہاں کے سپہ سالار مخدوم بخش نے حملہ کر دیا تھا، اس موضع کا نام تگہرہ جو اس وقت کھٹہن تحصیل کا صدر مقام تھا۔

۲/جنوری ۱۸۵۸ء کو تحصیل لوٹ کر برباد کر دی گئی، دو روز کے بعد خبر آئی کہ بدلا پور پر حملہ ہو گیا، راجہ مہیش نرائن سنگھ راجہ بازار جونپور نے اپنے علاقہ کے چپراسیوں کی مدد سے باغیوں کا منہ موڑ دیا، اس کے بعد دیوان رنجیت سنگھ آف کودھوااور راجہ حاتم علی آف مچھلی شہر نے گردوارہ کے تمام باغی کو ترغیب دے کر ہمت دلائی اور اہم خبروں کو پہنچانے میں خود بھی باغیوں سے مل گئے اور جونپور کی فوجی طاقت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔

جنرل فرینک کو اس فوج کا کمانڈر بنا کر موقع پر بھیج دیا گیا تا کہ اودھ کے پوربی علاقوں کی بغاوت کو فرو کرنے و دبانے کی کوشش کریں اور پچھمی سرحد کی حفاظت کے سلسلہ میں مسٹر کولین کمبل کو لکھنؤ روانہ کر دیا گیا اور ان کی ماتحتی میں ۳۲۰۰ نیپالی اور ۳۲۰۰، انگریزی سولجرس اور ۲۰ توپیں روانہ ہوئی، جس جگہ اُن کا ہیڈ کوارٹر تھا اس کے بائیں جانب بدلا پور اور دائیں جانب اعظم گڑھ قریب تھا۔

۲۱/جنوری ۱۸۵۸ء کو فوجی دستہ بدلہ پور سے بائیں جانب چل کر الٰہ آباد پہنچا، اس نے نائب ناظم فضل علی کو شکست دی وہ بھاگ کر اودھ چل دیئے، بدلا پور سے یہ فوجی دستہ واپس آیا اور سنگرامئو کی طرف مارچ کر دیا اور ۱۹/فروری ۱۸۸۸ء کو چاندہ اور ۲۳/فروری ۱۸۸۸ء کو یہ تمام فوجیں لکھنؤ پہنچ گئیں۔

اس فوجی دستہ نے ۱۹/فروری ۱۸۵۸ء کو سلطان پور پر اپنا قبضہ جمالیا، فوج کی اس کارروائی سے شہر کو کسی قدر نجات ملی لیکن پھر بھی پورے طور پر بغاوت و بدامنی کا خاتمہ نہ ہو سکا۔

مارچ ۱۸۵۷ء میں کنور سنگھ نے اعظم گڑھ واتر ولیا پر نہایت دلیرانہ حملہ کر دیا، حالانکہ وقتی طور پر لارڈ مارک کیر کے سپاہیوں نے باغی بلوائیوں کو پسپا کر دیا تھا لیکن خطرہ باقی تھا، اُسی اثناء میں مسٹر ایڈورڈ ڈبلو گارڈ لکھنؤ سے آئے، انھوں نے ۶/اپریل ۱۸۵۷ء کو سلطان پور سے چل کر پانچ دن کے بعد تگہرہ آ کر پوری تیاری کی اور ۳۰۰۰ ہزار سے مقابلہ کیا، یہ باغی زیر قیادت غلام حسین تھے اور جونپور پر حملہ کی غرض سے بڑھ رہے تھے، مسٹر ایڈورڈ پوری تیاری

کے ساتھ ۱۳ میل آگے نکل گئے تھے، اس خبر کو سن کر باغی بھی آگے بڑھ رہے تھے، انھوں نے اتفاقی طور پر حملہ کر دیا اور ایک ہلکی سی جھڑپ کے بعد مار بھگایا، گورکھا فوج نے اس بغاوت کو کچلنے میں بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا، وہاں سے مسٹر ایڈورڈ دوسرے روز دیدار گنج ضلع اعظم گڑھ پہنچے اور ۱۳/ اپریل ۱۸۵۸ء کو جونپور واپس آگئے اور گورکھا فوج کی تین کمپنیوں کو رخصت دیدی اور یہاں سے شہر اعظم گڑھ پہنچے جہاں ان کو کنور سنگھ سے مقابلہ کرنا پڑا، کنور سنگھ شکست کھا کر بہار کی سرحد میں روپوش ہو گئے، اس کے بعد بغاوت کی تیزی سست و ماند پڑ گئی بلکہ ختم ہو گئی۔

جہاں تک اس غدر کا تعلق اعظم گڑھ و جونپور سے تھا، ظالم انگریزوں نے قتل وخوں ریزی کی اور کافی تباہی مچائی، مئی ۱۸۵۸ء میں پھر ایک حملہ جوشی سنگھ نے مچھلی شہر کے علاقہ پر کیا لیکن اطراف و جوانب کے باشندوں نے اس حملہ کو پسپا کر دیا، اس کے بعد بدلا پور کے درگپال سنگھ اور مڑیاہوں کے سنگرام نے متعدد بار لوٹ پاٹ غارت گری کے لئے سر اٹھایا، مگر پولیس اسٹیشنوں تک آنے کی ہمت نہ ہوئی، یہ باغی زمیندار گرفتار بھی نہ ہو سکے کیوں کہ حملہ کرنے کے بعد فرار ہو کر روپوش ہو جاتے تھے۔

سب سے اہم و آخری واقعہ یہ پیش آیا کہ کرنل کیری کو پوربی اضلاع کی حفاظت کے سلسلہ میں جانا پڑا، جہاں باغیوں نے بڑی قوت پکڑ لی تھی، جب یہ اعظم گڑھ سے دوست پور پہنچے تو وہاں لارڈ کلائیو سے ملاقات کی جو اودھ میں باغیوں کی سرکوبی کر رہے تھے، اس کے بعد کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے بلوائیوں کا ساتھ دینے والے کثرت سے تھے، وفاداروں کی فہرست میں چند نفوس تھے، ان میں ایک رائے ہینگن لعل تھے، جن کو بعد میں ڈپٹی کلکٹر بنا دیا گیا، دوسرے راجہ مہیش نرائن سنگھ تھے، جن کو جونپور واودھ میں بڑی بڑی جائدادیں برطانیہ کی طرف سے دی گئیں، تیسرے مادھوسنگھ بسالت پوری تھے، جن کو دو ہزار مالیت کی خلعت اور دو ہزار کی جائدادیں دی گئیں، انھوں نے انگریز کارخانہ داروں کی حفاظت کی تھی، وغیرہ وغیرہ۔ (ماخوذ از

تاریخ شیراز ہند جونپور)

غدر ۱۸۵۷ء کے سلسلہ میں انگریزوں نے جن کو باغی قرار دیا اور جن کو تختہ دار پر لٹکایا اور جن کی ریاستیں، جائدادیں ضبط کر کے ان کو بھکاری سے بدتر بنا دیا تھا، دراصل یہی لوگ اس جنگ آزادی کے رہنما ونقیب تھے اور آج اس دور آزادی کے زمانہ میں ان کے کارناموں پر ہندوستان فخر کر رہا ہے، ان میں سے راجہ سید ارادت جہاں مبارکپوری، راجہ سید مظفر جہاں ماہی، رنجیت سنگھ زمیندار کنور پور اور امر سنگھ کا نام زندہ جاوید رہے گا، جنھوں نے اپنی جان عزیز، اپنا مال وزر، اپنی ریاستیں سب کچھ ہندوستان کی عزت وشان کے لئے قربان کر دیں۔

برٹش دور کی حکومت کے آغاز میں شہر اعظم گڑھ کے قرب وجوار میں بغاوتوں کا سلسلہ جاری تھا، رجب علی بمھوروی اور موضع مندری وموضع شاہ پور مولانی میں آزادی کے پروانوں کو پسپا کیا گیا، انگریزی حکام اور فوجی سپاہیوں سے جنگ آزادی کے پروانوں وشیدائیوں سے لڑائی ہوئی، اُن کو باغی قرار دے کر بندوقوں کی گولیوں کا نشان بنا کر شہید کیا گیا، بہر حال انگریز فاتح کی حیثیت سے اس ضلع پر قابض ہوئے، اور ۱۸۰۱ء میں یہ شہر وضلع انگریزی عملداری میں شامل ہوگیا۔

صحیح معنی میں سیاسی بیداری ملک میں اس وقت پیدا ہوئی جب راولٹ ایکٹ کا نفاذ برطانیہ نے کیا، اس کی مخالفت ملک گیر پیمانہ پر ہوئی، آنجہانی ڈاکٹر اینی بسنٹ نے ہوم روم کی تحریک کا آغاز کیا اور سارے ہندوستان میں اس کے قائدین ومقررین گرفتار کر لئے گئے اور وہ سب کے سب قید وبند کی تکالیف میں مبتلا ہوگئے۔

۱۹۱۷ء میں ہوم روم کے تمام قیدی رہا کر دیئے گئے اور آنجہانی گوکھلے، لوک مانیہ تلک، آنجہانی پنڈت مدن موہن مالویہ وغیرہ نے راولٹ ایکٹ کی مخالفت جاری رکھی۔

مان ٹیگو اصلاحات مان لی گئیں لیکن راولٹ ایکٹ کی مخالفت کل ہند پیمانہ پر جاری رہی، سارے ہندوستان میں عام بے چینی وبرہمی وناراضگی پھیلی ہوئی تھی، اُسی زمانہ میں

اتحادیوں نے ترکی حکومت کے خلاف کاروائی شروع کردی اور بٹوارہ وحصہ بخرے کی نوبت آ پہنچی جس کی بناء پر عام مسلمانوں میں برطانیہ کے خلاف عام بے چینی پیدا ہوگئی اور کل ہند پیانہ پرانگریزی حکومت کے خلاف مندرجہ ذیل باتوں پرعمل کرنے کی اپیل کی گئی۔

۱- سرکاری خطابات چھوڑے جائیں۔

۲- سرکاری عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جائے اور وکلاء وکالت کا پیشہ چھوڑ دیں۔

۳- شراب کا پینا ترک کیا جائے اور شراب کی دکانوں پر پکیٹنگ کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

ضلع اعظم گڑھ میں بھی اس تحریک پر زور وشور سے عمل شروع ہوا اور اعظم گڑھ کسی دوسرے ضلع سے پیچھے نہ رہا، لوگوں نے اس تحریک پر بانگ دہل لبیک کہا اور وکلاء نے وکالت کا پیشہ چھوڑا اور بدیشی کپڑوں کا بائیکاٹ واستعمال ترک کردیا، کچھ لوگوں نے سرکاری خطابات بھی واپس کئے، سعید انصاری مرحوم، شفیق انصاری مرحوم، رفیق انصاری مرحوم، محمد ابراہیم خاں مرحوم، آنجہانی الگورام، آنجہانی بالچند وغیرہ نے سرکاری اسکولوں کی پڑھائی ترک کردی اور عبدالکریم خاں مرحوم خالص پوری ایکسائز انسپکٹر نے اپنی ملازمت سے استعفاء دے دیا، شراب کی دوکانوں پر پکیٹنگ بھی ہوئی اور لوگوں نے شراب نوشی بند کردی۔ عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے بچوں کو غیر سرکاری مدرسوں میں پڑھائیں، چنانچہ اسی زمانہ میں تحریک خلافت نے زور پکڑا، برطانیہ نے ترکوں کو قسطنطنیہ چھوڑنے پر مجبور کیا، ترکی کے جانثار وجانباز مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنے جانثار ساتھیوں کے ساتھ انگورہ میں اپنی چھوٹی سی حکومت کی داغ بیل ڈال کر اس کو پایۂ تخت بنالیا اور پرانی حکومت ختم ہوگئی اور جدید ترکی حکومت مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں قائم ہوئی۔

۳رستمبر ۱۹۲۱ء میں ولایتی کپڑوں کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا، اس وقت ہندو مسلم ایک مشترک پلیٹ فارم پر از خود آ گئے اور مہاتما گاندھی کی قیادت میں سب نے مل کر حکومت برطانیہ

کے خلاف نعرہ لگایا باغیانہ تقریریں ہونے لگیں اور گوشہ گوشہ میں تحریک خلافت پھیل گئی، شہر اعظم گڑھ میں اسی زمانہ میں ہندو مسلم ایکتا کا دور شروع ہوا، مسلمانوں کے تیوہاروں میں ہندو، اور ہندوؤں کے تیوہاروں میں مسلمان بے دھڑک شرکت کرنے لگے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہندو مسلم بھائی بھائی ہیں، میل ملاپ کا یہ دور کتنا خوش آئند تھا، ۱۹۲۱ء میں غیر ملکی کپڑوں کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا، قصبہ پھولپور، قصبہ سرائمیر میں بدیشی کپڑوں کی گانٹھیں خلافت کمیٹی، کانگریس کمیٹی کی مُہروں سے سیل مہر کر کے بند کر دی گئیں، بدیشی کپڑوں کے جن تاجروں نے اس سے انحراف کیا، ان کی دوکانوں پر خلافت کمیٹی و کانگریس کمیٹی کے رضا کاروں کے دستوں نے پکیٹنگ کرنا شروع کر دیا، ولایتی کپڑوں کے خریداران کی آمد کم ہوئی، اگر کوئی بھولا بھٹکا ہوا آیا تو اس کو منت وسماجت کر کے واپس کر دیا جاتا تھا۔

قصبہ مئوناتھ بھنجن وقصبہ مبارک پور میں سوتی وریشمی کپڑوں کی صنعت کے علی الترتیب بہت بڑے بڑے مرکز تھے، ان کو تمام دنیا میں غیر معمولی شہرت حاصل تھی، قصبہ مئو میں لاکھوں روپیہ کا سوت بدیشی آتا تھا، خلافت کمیٹی و کانگریس کمیٹی کی طرف سے مشترکہ طور پر بدیشی سوت کا بائیکاٹ کیا گیا۔

مولانا شکر اللہ مبارک پوری ومولانا مسعود علی ندوی کے پاس وہاں کے لوگ آئے کہ بدیشی سوت کا بائیکاٹ ختم کیا جائے، ورنہ ہم لوگ فقروفاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے لیکن ان حضرات نے ان کی بات نہیں سنی اور کہا کہ اس کا بائیکاٹ تو ہمارے پروگرام میں شامل ہے، ہم اس سے چشم پوشی کیسے کر سکتے ہیں اور دو تین ہفتہ کے بعد یہ لوگ بھی بائیکاٹ کے مؤید ہو گئے۔

قصبہ مبارک پور میں عدم تعاون تحریک کو بڑا قبول عام حاصل ہوا، اس ضلع میں گرفتاریاں شروع ہوئیں تو قصبہ مبارک پور کے مسلمانوں نے مولانا شکر اللہ کے زیر قیادت سب سے پہلے اپنے کو گرفتاری کے لئے پیش کیا، اُن پر مقدمات چلے اور اکیس مسلمان قید وبند کی سزا بھگتنے کے لئے جیل کی چہار دیواری کے اندر چلے گئے۔

قصبہ مئوناتھ بھنجن کی اہم ونامور و پر اثر شخصیت مولانا عبداللہ شائق کی تھی، اُن کے رفقاء کار نے ان کی رہنمائی وقیادت میں اس تحریک کو ایک نئی روشنی بخشی اور قصبہ مئو کو وہ نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی کہ کانگریس کمیٹی اور خلافت کمیٹی کے چوٹی کے لیڈران ورہنمایان مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، پنڈت موتی لعل نہرو، پنڈت جواہر لعل اعظم گڑھ آتے تو مئو بھی ضرور جاتے۔

اسی دور کا ایک اہم واقعہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو گھوسی سے قصبہ مئو تشریف لا رہے تھے، ان کی ٹرین چھوٹ گئی، گرمیوں کا سخت موسم تھا، ان کو مئو جانے کے لئے کوئی سواری میسر نہ ہوئی، حسنِ اتفاق سے اسد علی خاں ریلوے اور سیر، جو مسٹر امجد علی غزنوی ایڈوکیٹ کے والد بزرگوار تھے، ریلوے ٹرالی میں پنڈت جواہر لعل نہرو کو بیٹھا کر مئو پہنچایا، اس جرم کی پاداش میں اور سیر صاحب کو ملازمت سے برخواست کر دیا گیا۔

قصبہ پھول پور اور قصبہ سرائمیر کے لوگ تحریک خلافت میں ہر طرح سے شریک تھے، مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اس تحریک کا مرکز تھا، اس مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ بڑے جوش وخروش سے اس میں حصہ لے رہے تھے، اس تحریک کا ایک جز شراب کی دوکانوں پر رضا کاروں کا پیکٹنگ کرنا بھی تھا، شہر کے شراب خانوں اور سگریٹ کی دوکانوں پر پیکٹنگ جاری تھی، آبکاری کے گودام پر پیکٹنگ کا یہ اثر ہوا کہ شراب کی نکاسی ختم ہوگئی۔

بدیشی مال اور کپڑوں کے بائیکاٹ کی اپیل ہوئی، جس کا خاطر خواہ اثر ہوا، لوگوں نے بدیشی کپڑوں کو نذر آتش کیا، پیکٹنگ کرنے والے رضا کاروں کو پولیس نے زبردستی دوکانوں کے سامنے گھسیٹ کر مارا پیٹا، پولیس کے اِن مظالم کے باوجود رضا کار اپنے فرائض منصبی سے غافل نہ ہوئے۔

بدیشی مال کے بائیکاٹ اور پیکٹنگ کے پروگرام کے ساتھ ساتھ ضلع کے مختلف قصبات میں عدالتی پنچایتیں بھی قائم کی گئیں، اس عدالت کا بہترین نمونہ قصبہ مئو تھا، رضا کاروں

کی بھرتی کا کام بھی نہایت زور وشور سے جاری تھا، قصبہ مئو کے رضا کار سفید کھدر کی وردی، گاندھی ٹوپی پہنے ہوئے، پریڈ اور مارچ کرتے تھے، ڈرل ماسٹر بجائے انگریزی اصطلاحات کے ''چپ برو، راست برو'' کہتے تھے۔

انگورہ امدادی فنڈ میں شہر وضلع کے مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا اور اس فنڈ میں اتنا زیادہ چندہ دیا کہ اس کی نظیر ہندوستان کا کوئی شہر پیش نہ کر سکا، انگورہ امدادی فنڈ میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ جمع ہوا تھا، شہر کے علاوہ مئو، مبارک پور، خیر آباد، پھولپور، سرائمیر، پھریہا، منڈیار کے مسلمانوں نے کشادہ دلی سے چندہ دیا تھا، مستورات نے نہایت فراخ دلی سے اپنے قیمتی زیورات چندہ میں دے دئے، اس طرح کے جلسوں میں لوگوں کی شرکت کثرت سے ہوتی تھی، تحریک خلافت میں مہاتما گاندھی کی شمولیت ہوئی تو شعراء نے باغیانہ نظمیں واشعار لکھے، ایک نظم کا ایک مصرعہ اب تک یاد ہے:

باندھ لے بستر فرنگی راج اٹھ جانے کو ہے

شہر اعظم گڑھ میں کربلا کے میدان میں ہر سال ضلع پولیٹکل کانفرنس منعقد ہوتی تھی، اس کانفرنس کا نہایت شاندار پنڈال بنتا تھا، جو تمام تر کھدر کا ہوتا تھا، فرش وشامیانہ سب اسی کا ہوتا تھا، پنڈال میں گیلریاں بھی بنائی جاتی تھیں، ہر گیلری پر تختی آویزاں رہتی تھی۔

مجلسِ استقبالیہ کے صدر مولانا سید سلیمان ندوی اور نگراں مولانا مسعود علی ندوی ہوتے تھے، ان کی ہر آواز پر سارا ضلع بہ بانگ دہل لبیک کہتا تھا۔

پنڈال بنانے کے لئے چندہ ہندو مسلم دونوں مل کر فراہم کرتے تھے، اس کی تیاری کے لئے شب وروز لوگ لگے رہتے تھے، جلسہ گاہ میں لیڈروں کے لئے ڈائس ہوتا تھا، سامعین وپریس رپوٹروں کے بیٹھنے کے لئے باقاعدہ انتظام ہوتا تھا۔

پنڈت موتی لعل نہرو، پنڈت جواہر لعل نہرو، سروجنی نائیڈو، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، تصدق احمد خاں شروانی، ڈاکٹر سید محمود اور بہت سے لیڈران کانفرنس میں شریک

ہوکر حاضرین کو اپنی ولولہ انگیز تقریروں سے محظوظ کرتے تھے۔

فروری ۱۹۲۸ء میں برطانیہ کی طرف سے ہندوستان میں سائمن کمیشن آیا، سارے ہندوستان میں سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا گیا اور سائمن کمیشن گو بیک کا نعرہ لگایا گیا، ہڑتالیں ہوئیں اور مخالفت میں جلسے ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔

۱۳/اگست ۱۹۲۹ء کو مہاتما گاندھی اعظم گڑھ تشریف لائے تھے، شری کرشن پاٹھ شالہ (چھتریا کالج کے وسیع میدان میں اور بہت بڑے اجتماع میں ان کی تقریر ہوئی تھی، ٹھاکر سورج ناتھ سنگھ ایڈوکیٹ، سیتارام استھانہ وکیل، مولانا مسعود علی ندوی ان کو دوہری گھاٹ تک پہنچانے گئے تھے۔

لاہور میں آل انڈیا کانگریس کا اجلاس زیر صدارت پنڈت جواہر لعل نہرو ہوا تھا، اُس اجلاس میں جو رزلیوشن پاس ہوا، اُس کی بناء پر ضلع اعظم گڑھ میں کانگریس کی از سر نو تنظیم عمل میں آئی اور جنوری ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا کانگریس کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ہونے والا تھا لیکن یہ اجلاس نہ ہوسکا۔

۲۶/جنوری ۱۹۳۰ء میں عام سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز ہوا، حکومت نے فوراً کانگریس کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا۔

۱۴، ۱۵، ۱۶/فروری ۱۹۳۰ء کو واردھا آل انڈیا کانگریس کا اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس میں عام ستیہ گرہ کی تجویز پاس ہوئی، اس تجویز پر تمام ہندوستان نے لبیک کہا، شہر اعظم گڑھ محلہ ایلول میں کالی کا چوراوالے باغ میں جہاں ۱۸۵۷ء میں ظالم انگریزوں نے امر شہید کنور سنگھ کے ساتھیوں کو بکسر سے گرفتار کر کے لائے تھے اور ان کو اسی مقام پر پھانسی دے کر درختوں پر لٹکا رکھا تھا، اسی سرزمین پر شہر کے ہزاروں آدمیوں نے نمک بنا کر نمک قانون شکنی کی، اس وقت یہاں مسٹر این، سی، مہتا، آئی، سی، ایس کلکٹر نے کسی فرد کی گرفتاری کی اجازت نہیں دی اور نہ کوئی گرفتار ہوا، اسی اثناء میں مقامی پولیس نے لاٹھی چارج کر کے مجمع منتشر کیا۔

۱۹۳۱ء میں برطانیہ کی طرف سے راونڈ ٹیبل کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی اور ہندوستان کے لیڈران ورہنمایان کو مدعو کیا گیا، جس میں شرکت کے لئے مہاتما گاندھی، پنڈت مدن موہن مالویہ، ڈاکٹر مونجے، مولانا محمد علی جوہر وغیرہ تشریف لے گئے، اس راونڈ ٹیبل کانفرنس میں پنڈت مدن موہن مالویہ کی تقریر ہوئی، انھوں نے زیر سایہ برطانیہ ہوم رول کی مانگ پیش کی، دوسری تقریر مہاتما گاندھی کی ہوئی، انھوں نے سوراج کی مانگ پیش کی، تیسری تقریر مولانا محمد علی جوہر کی ہوئی، انھوں نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا مطالبہ پیش کیا اور یہ بھی کہا کہ اے جارج کے بیٹے ہندوستان کی مکمل آزادی لے کر جاؤں گا اگر نہیں ملی تو میں یہاں سے مرکر جاؤں گا، اسی تقریر کے بعد مولانا کی علالت نے زور پکڑا اور وہ وہیں فوت ہوگئے، مولانا محمد علی جوہر کے جسد خاکی کو لندن میں کفنانے کے بعد پیغمبروں کی مقدس سرزمین بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔

۱۹۴۲ء میں مہاتما گاندھی نے کوئٹ انڈیا کا نعرہ بلند کیا تو سارے ہندوستان نے لبیک کہا، ملک کے دوسرے حصوں کی طرح شہر اعظم گڑھ میں بھی جلسے ہوئے، ہڑتالیں ہوئیں، جلوس نکلے اور تخریبی کارروائیاں بروئے کار لائی گئیں، علاقہ مدھوبن کے پولیس اسٹیشن پر عوام نے دھاوا بول دیا، تھانہ کو نذر آتش کرنا چاہا، اس وقت مسٹر آر، ایچ نیبلٹ کلکٹر تھانہ مذکور پر موجود تھا، اس نے نہتے مجمع پر گولی چلوادی اور گورہ فوج کے گزرنے والی سڑک کو عوام نے کاٹ دیا اور روکنے کے لئے درختوں کی بڑی بری شاخیں کاٹ کر رکھ دیا۔

۱۱/ اگست ۱۹۴۲ء کو شہر اعظم گڑھ میں ایک منظّم جلوس عوام کا دس بجے دن میں تھانہ کوتوالی کی طرف روانہ ہوا، ''ہندوستان چھوڑ دو'' کا فلک شگاف نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا، اس جلوس کے آگے پولیس کی سنگین تنی ہوئی تھی، مسٹر وینگ فیلڈ انسپکٹر اور ڈھاکھن سنگھ شہر کوتوال آگے آگے تھے اور مسٹر برج بھوشن جیٹلی سپرنٹنڈنٹ پولیس گھوڑے پر سوار کھڑا تھا، اس کا ہاتھ اس کی اپنی پستول پر تھا، وہ بار بار مسٹر مشفق کلکٹر سے گولی چلانے کی اجازت مانگ رہا تھا

لیکن مسٹر مشفق نے گولی چلانے کی اجازت نہیں دی، مجمع نعرہ وسلوگن لگاتا ہوا، تھانہ کوتوالی سے آگے نکل گیا اور گولی چلنے کا خطرہ ٹل گیا۔

۱۲/اگست ۱۹۴۲ء کے انہیں ہنگاموں میں مقامی پولیس نے عوام کے سروں سے گاندھی ٹوپی اتارنا اور عوام کو خوف زدہ کرنا شروع کیا اور مسلسل خوفزدہ کرتے رہے، تین چار روز تک عوام اس مصیبت میں مبتلا تھے۔

۱۹۴۲ء کے ہنگاموں کے اختتام کے بعد آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبران رہا کردیئے گئے، پنڈت جواہر لعل نہرو نے ہندوستان کے مختلف صوبوں کا دورہ کیا، بعد میں یوپی کا دورہ کیا، اسی سلسلہ میں شہر اعظم گڑھ بھی تشریف لائے تھے، نارمل اسکول کے وسیع میدان میں عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں ان کی تقریر ہوئی تھی۔

۱۹۴۲ء کے ہنگاموں کے بعد آزاد ہند فوج پر مقدمہ چلانے کی اسکیم تیار ہوئی، جس کے خلاف کانگریس خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے جلسے وجلوس ومظاہرہ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

اس کے بعد ہندوستان کی سیاست نے ایک نیا موڑ لیا، عالمی دباؤ کی وجہ سے برطانیہ نے ہندوستان کو کچھ دینا چاہا لیکن یہاں صورت حال کچھ دوسری تھی، مسلم لیگ کی تحریک سامنے آئی اور ایک فریق کی حیثیت سے دعوے دار ہوکر ملک کی تقسیم کی مانگ پیش کی اور اسی پر اڑی رہی، مسلم لیگ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مختلف انتخابات میں اپنی اکثریت کا ثبوت دیا، شہری علاقوں میں مسلم لیگ کا بہت زیادہ زور تھا۔

مسٹر چرچل کسی قیمت پر ہندوستان کو آزادی دینے کے لئے تیار نہ تھے، اسی دور میں برطانوی پارلیمنٹ کا انتخاب ہوا، تو اس میں مسٹر چرچل کی شکست ہوگئی، لیبر پارٹی برسر اقتدار آئی، مسٹر اٹلی کی وزارت عظمیٰ نے ہندوستان کی دیرینہ تمنا کو آزادی کے راستہ پر گامزن کردیا، لارڈ ویول وائسرائے ہند کی آمد پر کیبنٹ مشن کی گفتگو نے لوگوں کو بہت زیادہ پرامید کردیا،

جولوگ کسی نہ کسی حیثیت سے قومی تحریکوں سے وابستہ تھے، مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم ملک سے ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا، وہ ناامیدی کے ماحول میں سخت پریشان تھے۔

۱۹۴۵ء کے عام انتخابات کی دھوم مچی اور کانگریس و مسلم لیگ میں زبردست رسہ کشی ہوئی، دونوں فریق میدان کارزار میں کود پڑے، مسلم پارلیمنٹری بورڈ نے الکشن لڑنے کے لئے پانچ ہزار روپیہ کی رقم اس ضلع اعظم گڑھ کو دی تھی، اس الکشن میں مسلم لیگ کے تمام امیدوار کامیاب ہوئے، شہر میں مسلم لیگی والنٹیر یہ نعرہ لگاتے تھے۔ مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ

تقسیم ملک کے نتیجہ میں پاکستان وجود میں آیا، جو دو حصوں پر مشتمل تھا، ایک مغربی پاکستان اور دوسرا مشرقی پاکستان۔

انتقال اقتدار کی تاریخ ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء مقرر تھی، وہ سامنے آگئی، سارے ملک میں آزادی کی لہر دوڑ گئی، ایک نئی زندگی آئی اور ہندوستان کا ہر فرد شاداں و فرحاں تھا اور خوشی محسوس کرتا تھا جو لوگ جنگ آزادی کی لڑائی میں شریک تھے، اپنی خوشی میں مدہوش نظر آتے تھے، غلامی کی زنجیر کٹ گئی، طوق غلامی سے نجات ملی۔

آزادی کی برکتوں کے ساتھ ساتھ ہندو مسلم فسادات رونما ہوئے، مہاتما گاندھی کے قتل کے بعد سماج دشمن عناصر نے پورے ملک میں قتل و غارت گری، خوں ریزی کا دور شروع کر دیا لیکن ہمارا شہر و ضلع اس مسموم فضاء سے محفوظ رہا، شہر میں امن سبھا کی کمیٹیاں محلّہ وار قائم ہوئیں تا کہ لوگوں میں میل ملاپ قائم رہے۔

☆☆☆

تحصیلوں کی تاریخ
اور
مشہور قصبات ومواضعات

شہر اعظم گڑھ

شہر اعظم گڑھ ٹونس ندی کے بائیں حاشیہ پر آباد ہے، یہ ضلع کا مرکزی مقام ہے، بڑا پل شیر شاہ سوری کے عہد حکومت کا تعمیر کردہ ہے، ججی، منصفی اور کلکٹری، تحصیل، ڈسٹرکٹ بورڈ، میونسپل بورڈ، پولیس لائن، پی. ڈبلو. ڈی، ہریودھ کلا بھون، نہروہال، اسٹیٹ بینک، یونین بینک، بڑودہ بینک، بنارس بینک، سنٹرل بینک، الہ آباد بینک، روڈویز اسٹیشن، نہر کالونی، محکمہ رجسٹری، محکمہ ہائیڈل، محکمہ بلاک، ریلوے اسٹیشن، کرشچین کالونی، شبلی نیشنل اسکول، شبلی نیشنل کالج، ویسلی اسکول، ویسلی انٹر کالج، شری کرشن پاٹ شالہ، چھتریہ کالج، سنسکرت پاٹ شالہ، ڈی، اے، وی اسکول، ڈی، اے، وی کالج گورنمنٹ کالج، گرلس اسکول، گورنمنٹ گرلس کالج، فاطمہ نسواں، ہائرسکنڈری اسکول، فاطمہ نسواں کالج، گاندھی گروکل، سہیل نرسری اسکول، رشاد نرسری اسکول، راعین نرسری اسکول، انوار القرآن نرسری اسکول، جیوتی نرسری اسکول، اگرسین کنیا پاٹ شالہ، اگرسین کالج اور چھوٹے بڑے اور بہت سے اسکول ہیں، عربی، وفارسی، اردو اور دینیات کی تعلیم کے لئے مدرسہ جامعۃ الرشاد، مدرسہ اسلامیہ باغ میر پیٹو، مدرسہ یعقوبیہ، مدرسہ تنظیم العلوم، مدرسہ ضیاء العلوم، مدرسہ تعلیم الاسلام، اور علاج کے لئے پورانا اسپتال وسیول اسپتال، اور سیتاپور آنکھوں کا اسپتال بھی ہے۔

یہاں تالیف وتصنیف کا مشہور ادارہ دارالمصنّفین قائم ہے، اس کا علمی رسالہ معارف،

ومعارف پریس اوراس کی لائبریری قائم ہے۔

۱۸۷۱ء میں سیلاب کی تباہ کاری کی وجہ سے شہر کے عوام کو کافی نقصان اٹھانا پڑا، مسٹر لیٹ کلکٹر نے شہر کی حفاظت کے لئے متعدد جگہوں پر باندھ بندھوا کر شہر کو بہت حد تک محفوظ کر دیا ہے۔

اس شہر میں چار دھرم شالے اور دو مسلم مسافر خانے ہیں، جن میں مسافر قیام کرتے ہیں اس شہر میں پانچ لائبریری قائم ہیں، جہاں مطالعہ کے لئے کتابیں، اخبارات، رسالے دستیاب ہوتے ہیں۔ ۱-کتب خانہ دارالمصنّفین، ۲-مہتا لائبریری، ۳-ہریودھ کلا بھون، ۴-شری اگرسین لائبریری، ۵-مہابیر لائبریری۔

سدھاری کے دکھن محکمہ ہائیڈل بہت بڑے رقبہ میں قائم ہے، محکمہ نہر، ہربنس پور کالونی میں قائم ہے، نہر کالونی کے ذریعہ ضلع میں کھیتوں کی آب پاشی کا کام ہوتا ہے۔

راجہ ہربنس سنگھ کی کوٹ یا چھاؤنی پولیس سپرنڈنٹ کے بنگلہ سے اتر لب سڑک تھی جو بشکل ٹیلہ تھی، اس ٹیلہ کو کاٹ کر سڑک کے برابر کر دیا گیا ہے، اس ٹیلہ پر جو درخت تھے، وہ کوٹ کی نشان دہی کر رہے ہیں اوراسی کوٹ کے پاس موضع ہربنس پور واقع ہے اور تپہ ہربنس پور وہیں سے شروع ہوتا ہے۔

راجہ بکرمایت سنگھ کا قلعہ شہر سے پورب لبِ ساحل دریا ٹونس موجود ہے، ٹاون ہال کی عمارت کمپنی باغ میں ہے، پرانے صدر اسپتال کی عمارتیں جو اپنے دور کی خوبصورت ترین عمارت تھی، اب اس میں محکمہ ہیلتھ ڈپارٹمنٹ قائم ہے اورایلو پیتھک وایورویدک شفاخانہ جاری ہے۔

ٹونس ندی پر شہر میں چار پل تعمیر ہیں، عہد حکومت شیر شاہ سوری بڑا پل تعمیر ہے، دوسرا پل عہد حکومت برطانیہ سدھاری میں تعمیر ہوا تھا، تیسرا پل عہد آزادی میں نرولی میں تعمیر ہے اور چوتھا پل اندرا سرکار نے تعمیر کرایا ہے۔

دامودر بھون ۱۹۲۴ء میں نہایت مضبوط و مستحکم تعمیر ہوا ہے۔اعظم گڑھ ریلوے اسٹیشن کے بنگلہ سے پچھّم واتر محکمہ بلاک کی عمارت ہے، سرائے رانی میں ریلوے اسٹیشن ہے، محکمہ بلاک، برانچ اسٹیٹ بینک، مویشی اسپتال، ڈاکخانہ وتھانہ ہے اوراینٹوں کے پکانے کا بھٹہ ہے، رانی پوکھرہ ہے، اورلب سڑک بارونق بازار ہے، وہاں تلی اچھے قسم کی دستیاب ہوتی ہے۔

تحصیل نظام آباد

نظام آباد شہر اعظم گڑھ سے ۱۲کلومیٹر پچھّم دریائے ٹونس کے حاشیہ پر آباد ہے، گرونانک کا جہاں قیام ہوا تھا، وہاں نہایت مستحکم گرودوارہ تعمیر ہوگیا ہے، اتر طرف لبِ ساحل دریا شاہی مسجد ہے، جس میں شترمرغ کے دو انڈے آہنی زنجیروں میں لٹکے ہوئے ہیں اور دیکھنے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ ہیں، شاہ غلام عرف غولہ شاہ کا روضہ ہے، راجہ جہاں خاں راجہ عظمت خان کے پوتے کا روضہ لبِ ساحل دریائے ٹونس ہے جو مسلسل سیلاب کی وجہ سے زمین بوس ہوگیا ہے، یہاں نواب اودھ کے گورنر سے جنگ ہوئی تھی، اس میں ان کا قتل ہوا، ان کا روضہ اور مسجد بیگ پور میں ہے۔

یہاں مٹی کے برتن نہایت نازک وخوبصورت بنتے ہیں، راجہ بھیرو دیو کا مندر بازار گھاٹ پر ہے، جہاں دسہی کا میلہ لگتا ہے، نظام آباد کے کچھ فاصلہ پر دتاترے رشی کا مٹھ کنورندی وٹونس کے سنگم پر واقع ہے، جہاں شیوراتری وچیت رام نومی کا میلہ لگتا ہے۔

ستیلا دیوی کا استھان ہے جہاں اہل ہنود ستیلا دیوی کی پوجا کرتے ہیں، موضع منچوبھا میں پوربی دیوی کا استھان ہے جہاں اہل ہنود ہراتوار ومنگل کو ہندوعورتیں اور مرد آتے ہیں، عورتیں کڑھائی میں پوڑیاں چھانتی ہیں اور مرد بکرے کا کان کاٹتے ہیں، اور زرد رنگ کی دھوتی وساڑیاں پہنتے ہیں اور دیوی کی پوجا کرتے ہیں، اُسی جگہ ایک شہید کا پختہ مزار ہے اُن کو مرغ کے انڈے کا نذرانہ پیش ہوتا ہے، ہراتوار ومنگل کو بڑی بھیڑ رہتی ہے۔

آنوک سرائے رانی سے تقریباً ۴کلو میٹر دکھن واقع ہے، زمانہ قدیم کا بوسیدہ وشکستہ ایک مٹھ ہے، یہاں کے چیلہ اسماعیل جوگی کا استھان اب کونزوکچھا میں واقع ہے، اس مقام پر ہندوعورتیں ومرد کارتک پورنماشی اور چیت رام نومی کے موقع پر پوجا کرتے ہیں اور بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔

اس آبادی کے ایک فرد انگریز فوج کے رسالدار میجر عبدالستار خاں نے ۱۹۱۴ء کی جنگ بصرہ میں کی تھی، کہا جاتا ہے کہ کمانڈر فوج کے اشارہ پر عبدالستار خاں نے نجف اشرف پر گولہ باری کی تھی، اس کے بعد اُن کے جسم میں رعشہ ہوگیا اور چلنے پھرنے سے معذور تھے، بیساکھی کے ذریعہ چلتے تھے، اپنی عمر طبعی کے بعد فوت ہوگئے لیکن ان کے خاندان میں ایک نہ ایک آدمی اس مصیبت میں اب تک مبتلا رہتے ہیں۔

پھریہا

مفسر قرآن حضرت مولانا حمیدالدین انصاری فراہیؔ۔ صاحبِ تصنیف بزرگ گزرے ہیں، یہ عالم باعمل تھے، پابند شریعت تھے، یہاں ریلوے اسٹیشن بھی قائم ہے، اور شیخ محمد مرحوم کا وطن ومولد ومدفن بھی ہے، یہ بہت بڑے زمین دار تھے، ہندو مسلم دونوں طبقہ میں بے حد مقبول تھے، آنریری مجسٹریٹ وممبر ڈسٹرکٹ بورڈ بھی تھے، شرافت وانسانیت کے مجسمہ تھے، اپنے زمانہ ممبری میں پھریہا سے محمد پور تک ایک جدید سڑک ڈسٹرکٹ بورڈ سے پاس کرا کے بنوائی جو شیخ محمد روڈ کے نام سے موسوم ہے۔

محمد پور

مسٹر امجد علی غزنوی ایڈوکیٹ، سابق ایم، ایل، اے نے اپنی کوششوں سے نیشنل ہائر سکنڈری اسکول قائم کیا ہے، اب نیشنل انٹر کالج قائم کرلیا ہے، یہ دانشور شاعر و کامیاب وکیل بھی ہیں۔

بندرابازار

شہراعظم گڑھ سے ۲۱ کلومیٹر جانب دکھن واقع ہے، اس جگہ بندرابازار ہے، بندراساہو نے لب سڑک ایک پوکھرہ ومندرتعمیر کرایا ہے، اس جگہ سے تین سڑکیں جاری ہیں، ایک بنارس جانے وآنے کے لئے ہے، دوسری سڑک اعظم گڑھ آنے وجانے کے لئے ہے، تیسری سڑک قصبہ مینہ نگر ہوتی ہوئی ترواکو جاتی ہے۔

بندرابازار کے سہ راستہ سے پورب حضرت مولانا شعیب قلندرؒ کی تعمیر کردہ مسجد ہے۔

منگراواں

بہت بڑا موضع ہے، زمانۂ قدیم میں اس موضع میں صوفی مشرب فقیر حضرت شاہ نعمت اللہؒ بافیض بزرگ گزرے ہیں، جن کا مرقد اقدس آبادی سے پچھم واقع ہے۔

دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد سعید خاںؒ ۳۰؍جنوری ۱۹۷۶ء کو اُن کا وصال ہوگیا، ان کا مزار ومسجد پختہ تعمیر ہے، اُن کے نواسہ وجانشین حاجی شاہ اسرار احمد صاحب بقید حیات ہیں، اُن کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے، اُن کی خانقاہ جامع مسجد شہراعظم گڑھ کے اتر متصل جامع مسجد ہے۔(اب وہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے)

چنڈیسر

شہراعظم گڑھ سے چھ کلومیٹر بجانب دکھن واقع ہے، غازیپور جانے والی سڑک پر اس کی آبادی ہے، یہاں پنڈت چندربلی برہمچاری ایم، ایل، اے نے ایک اوسر میں درگاہائرسکنڈری اسکول وکالج قائم کیا ہے، جو کافی ترقی پر ہے، اعظم گڑھ سے چنڈیسر تک سٹی بس بھی آتی وجاتی ہے۔

سمبھی

شہراعظم گڑھ سے سات کلومیٹر دکھن میں واقع ہے، یہ احسن سمبھوی ’’رسالہ زمانہ‘‘

کانپور کے نائب ایڈیٹر کا وطن ہے، ان کو شعر و شاعری وصحافت میں خاصہ ملکہ تھا، یہ صاحبِ دیوان تھے، اسی آبادی میں قاضی شہاب الدین سہروردیؒ کا مزار اقدس ہے، سنی ملکی طبقہ کی آبادی ہے۔

سرائمیر

یہ بہت بڑا قصبہ ہے، اس آبادی میں سید علی بن قوام الدین (علی عاشقانؒ) کا مزار اقدس ہے، مدرسۃ الاصلاح بہت بڑا دینی مدرسہ قائم ہے جس کے بانی مولانا محمد شفیع صاحب سیدھا سلطان پوری تھے، اور ناظم مولانا حمید الدین انصاری فراہی تھے، ۱۹۰۹ء میں پھونس کی منڈیاں ڈال کر تعلیمی ادارہ کی بنیاد پڑی تھی، جس کے نگراں مولانا عبد الغنی پھولپوری تھے، بعد کو مدرسہ کی پختہ عمارت و مسجد بھی تعمیر ہوئی، اچھے وقابل اساتذہ کی زیر نگرانی تعلیمی سلسلہ جاری ہوا، اور ایک ماہ نامہ رسالہ الاصلاح بھی جاری ہو کر بند ہو گیا۔

اس آبادی میں تین مسجدیں ہیں، مینارہ مسجد بڑی خوبصورت تعمیر ہے، مدرسۃ بیت العلوم زیر سرپرستی مولانا عبد الغنی مرحوم قائم ہوا، اس کی عمارت تعمیر ہوئی اور اچھے قابل اساتذہ کی زیر نگرانی تعلیمی سلسلہ جاری ہوا۔

اس آبادی میں لعل خاں کا روضہ ہے، جو تباہ و برباد حالت میں ہے، سرکاری اسپتال، ٹاون ایریا، ڈاکخانہ وتھانہ، ریلوے اسٹیشن، اپر پرائمری اسکول و مویشی خانہ، مویشی اسپتال، کنیا پاٹ شالہ، لائف انشورنش انسپکٹر آفس، زبیدہ نرسنگ ہاؤس تھانہ کے قریب ہے، جس میں آنکھ کے علاوہ ہر خطرناک امراض کا باقاعدہ علاج ہوتا ہے، زنانہ و مردانہ ڈیپارٹ منٹ قائم ہیں، پرائیوٹ ڈاکٹر، دندان ساز، چشمہ ساز بھی موجود ہیں، اس آبادی میں دیگر ادارے بھی قائم ہیں، چمڑے کا کاروبار زیادہ ہے، یہ قصبہ ترقی پذیر ہے۔

سونرہڑی

زمانہ قدیم میں اس سرزمین سے آلہا اودل پیدا ہوئے تھے، جنھوں نے مہوبا کے

پاس جنگ لڑی تھی، جس کے جنگی پر جوش کارنامے آلہا کے نام سے اب بھی دیہاتوں میں نٹ قوم کے لوگ ڈھول پر گاتے ہیں۔

منڈیار

اس مقام پر ہندوؤں کا کہنا ہے کہ شری رام چندر جی کے زمانہ کی پنڈی ہے، جس کو ہندو قوم کے لوگ پوجتے ہیں۔

سرائے رانی

سرائے رانی کی وجہ تسمیہ کے متعلق ایک روایت مشہور ہے جو قلمبند کی جاتی ہے، زمانہ قدیم میں راجہ عظمت خاں قلندر پور کے جنگل کے راجہ تھے، یہ جنگل ان کی ریاست میں شامل تھا، ایک روز راجہ عظمت خاں شکار کھیلنے کی غرض سے اس جنگل میں گئے، حُسن اتفاق کہ اسی روز حضرت بابا فتح محمد ولی قلندرؒ بھی اپنی جماعت کے ساتھ اسی جنگل میں شکار کھیلنے تشریف لے گئے تھے، آپ کے بھانجے کے پاس ایک شکاری کتیا تھی، اس کے شکار کا یہ قاعدہ تھا کہ جس وقت اور کتے شکار پر حملہ کرتے وہ علاحدہ رہتی تھی، جب شکار نہ کر پاتے تھے، تب وہ کتیا حملہ کر کے شکار زندہ پکڑ لاتی۔

راجہ عظمت خاں کو وہ کتیا بہت پسند آئی، راجہ نے بابا موصوف سے وہ کتیا مانگی، بابا موصوف نے ارشاد فرمایا کہ یہ کتیا میرے بھانجے کی ہے، اگر میں دیدوں گا تو وہ رنجیدہ خاطر ہوگا اور اس کا رنج مجھے منظور نہیں، راجہ عظمت خاں اس بات کو بہانہ سمجھ کر ناخوش ہو گئے اور ایذا رسانی پر آمادہ ہوئے، بابا موصوف قلندر پور کے جنگل سے نکل کھڑے ہوئے اور چلتے وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ظالم پانی میں ڈوب کر مرے گا، تب یہاں واپس آؤں گا، سترہ ماہ تک قلندر پور کے جنگل میں آپ نہیں آئے۔

سترہویں مہینہ میں نواب ہمت خاں گورنر آلہ آباد سے بغرض تسخیر اعظم گڑھ آئے،

راجہ عظمت خاں مقابلہ کی تاب نہ لاکر کشتی پر سوار ہوکر قلعہ سے بھاگ نکلے، راستہ میں مع مال واسباب کے کشتی غرق ہوگئی اوران کا پتہ نہ چلا کہ کہاں گئے۔

راجہ عظمت خاں کی بیوہ حاملہ تھیں، راجہ عظمت خاں کے وزیر بلد یومصرانے رانی سے کہا کہ قلندر پور کے جنگل میں ایک پر سدھ فقیر رہتے ہیں، اُن ہی کے سراپ سے راجہ عظمت خاں پانی میں ڈوب کرمرے ہیں آپ اُن سے ملئے۔ چنانچہ رانی صاحبہ بابا موصوف کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، بابا موصوف نے ارشادفرمایا کہ تم قلعہ میں نہ رہو، بلکہ اس جنگل کے پاس آکر قیام کرو۔

رانی صاحبہ نے موضع سیٹھول میں اپنے قیام کے لئے مکان ورانی پوکھرہ وسرائے تعمیر کرایا، زمانہ قیام کی وجہ سے سرائے رانی کے نام سے یہ جگہ موسوم ومشہور ہوئی۔ اس جگہ راجہ مہابت خاں پیدا ہوئے، جب مہابت خاں تین ماہ کے ہوئے تو رانی صاحبہ مع بچہ کے بابا موصوف کی خدمت میں حاضرہوئیں، بابا موصوف نے ارشادفرمایا کہ تم اورجنگل کےقریب آباد ہوجاؤ، چنانچہ رانی صاحبہ نے موضع رجموں میں قیام کیا، رانی صاحبہ کے قیام کی وجہ سے اس موضع کا نام رانی پور رجموں کے نام سے موسوم ومشہور ہوا، جب مہابت خاں ایک سال کے ہوگئے تو رانی صاحبہ پھر مع بچہ کے حاضر ہوئیں، بابا موصوف نے اجازت دیدی کہ اب قلعہ میں جا کر رہو، اس آبادی کا نام موضع سٹھول (سرائے رانی) ہے، بسیں آنے وجانے والی کھڑی ہوتی ہیں، اس سڑک سے تین سڑکیں نکلی ہیں ۱-شاہ گنج آنے وجانے کے لئے ہے، ۲-محمد پور کی سڑک ہے، ۳-اس سڑک سے قصبہ نظام آباد آنے وجانے کے لئے جاری ہے۔

سنجر پور

شہر اعظم گڑھ سے پچھّم تقریباً ۱۵، ۱۶ کلومیٹر پر واقع ہے، زمانہ قدیم سے اس کی آبادی سڑک سے اتر قائم تھی، اس آبادی میں ہندو مسلم کی مشترک آبادی قائم ہے، ضروریات زندگی کی چیزوں کے لئے دوکانیں قائم ہیں۔

اس آبادی میں مسجد ومندر بھی ہیں اور ابتدائی دینی مکاتب بھی قائم ہیں، ڈاکخانہ وریلوے ہالٹ اسٹیشن بھی ہے۔

یہاں کے باشندے کھیتی کا پیشہ کرتے ہیں اور کچھ لوگ دوردراز ملکوں میں جا کر اپنا واپنے بال بچوں کا ازوقۂ حیات پیدا کرتے ہیں۔

۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ نے بسیں جاری کیں اور یہاں بس اسٹاپ قائم کردیا اور بسیں اعظم گڑھ سے شاہ گنج، سلطان پور، لکھنؤ، کانپور اِسی سڑک سے جاتی وآتی ہیں۔اسی درمیان میں جستہ جستہ پختہ مکانات ودوکانیں تعمیر ہونا شروع ہوئیں اوراب اچھی خاصی آبادی ہوگئی ہے، غلہ، کپڑہ، مٹھائیوں کی دوکانیں، چائے خانے نیز ساگ سبزی، پھل فروٹ اور پر چون، بساطہ، جوتہ کی دوکانیں قائم ہیں، پرائیوٹ ڈاکٹروں کی ڈسپرنسریاں، بینک ودارالمطالعہ، ڈاکخانہ یہ سب چیزیں موجود ہیں، اس جدید آبادی میں نیچے دوکانیں بالائی منزل پرنورانی مسجد کی عمارت ہے، اس آبادی کے دکھن زمانہ قدیم کی عیدگاہ تعمیر ہے اوراسی کے متصل اپر پرائمری اسکول کی عمارت ہے، جہاں تعلیمی سلسلہ جاری ہے، اس کے پورب نیشنل مرغی فارم بھی قائم ہے، جہاں مرغیوں کے انڈے بچے ملتے ہیں۔

☆☆☆

تحصیل پھول پور

اس کی آبادی شہر اعظم گڑھ سے تقریباً ۳۳ کلومیٹر جانب مغرب واقع ہے، قبل اس کے آبادی ایک سڑک پر قائم تھی، جب سے یہاں بائی پاس تعمیر ہو گیا ہے اس کی آبادی دونوں سڑکوں پر یہ آبادی ہندو مسلم دونوں کی مشترک ہے، باہر لب سڑک جانب پچھم سرکاری اسپتال، مویشی اسپتال، ڈاک بنگلہ ہے، اس سے پچھم تحصیل پھول پور ہے، تحصیل کے پورب مولوی عبدالغفور وکیل مرحوم کا باڑہ تھا، اب اس کو فرم واجد علی عابد علی نے خرید لیا ہے، اس کے اتر ریلوے اسٹیشن ہے، اندر آبادی لب سڑک دونوں طرف دوکانیں ہیں، اس کی آبادی گھنی ہے، اس کا بازار بارونق ہے، اس آبادی کے مشہور کانگریسی کارکن ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب یہاں کے کامیاب ڈاکٹر ہیں۔

اس آبادی میں ایک دینی مدرسہ ومسجد مولانا عبدالغنی مرحوم کا قائم کردہ ہے جو تھانہ بھون کے مشہور عالم مولانا اشرف علی کے خلیفۂ اجل تھے، وہ پاکستان جا کر فوت ہو گئے۔

مارٹین صاحب، ایک انگریز ۱۸۵۷ء میں فوج کے ہمراہ آیا تھا اور راجہ سید ارادت جہاں کی ضبط شدہ جائداد پا کر یہیں آباد ہو گیا اور موضع خراسان کا جنگل کٹوا کر اپنی رہائش کے لئے اُسی جنگل میں بنگلہ بنوا کر رہنے لگا اور آلات گرہستی وکھیتی ومویشی کے لئے مکانات بنوا کر کھیتی کرنا شروع کیا، کسانوں کی طرح ٹھیٹھ ہندی بولتا تھا، بہت بڑا کسان تھا، اُسی نے یہاں آلو، ٹماٹر، گوبھی، کرم کلا کا بیج لا کر کاشت کیا اور اس کا رواج دیا، ایکھ کی کاشت کا بڑا شوقین تھا،

ا یکھ کا طرح طرح کا بیج لا کر اُس کی کاشت کیا اور اس کا رواج دیا، قدیم ا یکھ کا رواج ختم کر دیا گیا، اس کی سعی سے جدید ا یکھ کا رواج عام ہو گیا اور اسی نے اپنی بہن کے علاقہ مارٹین گنج کو اپنے نام کی نسبت سے مشہور کیا۔

مارٹین نے ملشیہ میں جو ہر کا پل باندھا ہے اور ضلع اعظم گڑھ میں گھاگھرا ندی میں دوہری گھاٹ پر پُل باندھنے کی سعی کی لیکن ناکام رہا اور پل نہ باندھ سکا، دوہری گھاٹ میں اسے زمین نہ مل سکی، دوہری گھاٹ کے بہت فاصلے پر تورتی پار کا پل باندھا ہے، جس پر ریل کی آمدورفت اب تک جاری ہے۔

برطانوی عہد حکومت میں آنریری مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز تھا، کافی ضعیف ہو کر فوت ہوا، اس کی وصیت کے مطابق وہ دوہری گھاٹ پر پھونکا گیا۔

موضع خراسان ۱۸۵۷ء کے قبل راجہ سید ارادت جہاں کی ریاست وحکومت تھی، ۱۸۵۷ء میں ظالم انگریزوں نے اُن کو باغی قرار دے کر پھانسی دیدی اور ان کے علاقہ جات کو ضبط کر کے مسٹر مارٹین واس کی بہن کو بلا معاوضہ بخش دیا، اس نے خراسان کا جنگل کٹوا کر اپنے لئے رہائشی بنگلہ تعمیر کرایا اور زبردست کسان بن گیا، سفید پتلون وسفید کوٹ وسفید ہیٹ لگا کر سفید جوتہ کرچ کا پہن کر ہل خود چلاتا تھا۔

موضع میجواں

اس آبادی کے مشہور فرد کیفی اعظمی پختہ کار شاعر ہیں، آپ کی صاحبزادی شبانہ اعظمی، فلمی دنیا میں اداکارہ ہیں، یہ بے حد مشہور ومعروف اداکارہ ہیں۔

دیدار گنج ریلوے اسٹیشن ہے، اُسی جگہ سے ایک پختہ سڑک قصبہ ماہل کے لئے نکلی ہے، قصبہ ماہل مشہور آبادی ہے جو سلطنت شرقیہ کے عہد حکومت سے سواد جونپور میں شامل تھا، علماء، مشائخ اور ارباب علم وفن کی وجہ سے اس کی مرکزی حیثیت نمایاں تھی، علمی تاریخ میں سب

سے پہلے پرگنہ ماہل کا نام سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دور حکومت ۸۰۴ھ لغایتہ ۸۴۴ھ کے دور میں بھی پایا جاتا ہے، آخری دور میں شیخ گلشن علی ماہلی المتوفی ۱۲۰۰ھ اور مولانا حسن علی ماہلی المتوفی ۱۲۵۸ھ یہ دونوں حضرات فارسی شعراء کی صفِ اول میں ممتاز تھے، شرقی دور حکومت میں قصبہ ماہل علم وفن کا گہوارہ تھا، علماء وفضلاء کا مسکن تھا، مغل پریڈ میں بھی اس کا تعلق دارالحکومت جونپور سے تھا، نواب سعادت علی خاں کے دور حکومت میں دوسرے علاقوں کی طرح یہاں کے علماء وفضلاء اور اہل علم وفن کی جاگیروں کی ضبطی کی وجہ سے شدید پریشانی میں مبتلا ہوگئے، اُسی دور میں قصبہ ماہل سے علم وفن، علماء وفضلاء وشعراء کا خاتمہ ہوگیا۔

برٹش کے آخری دور حکومت میں ایک ادیب وشاعر ونقاد پروفیسر سید احتشام حسین ماہلی پیدا ہوئے اور فوت ہوگئے، ان کی یادگار میں اکثر ماہل میں مشاعرہ منعقد ہوتا ہے۔ شاہ نجف مجذوب کا مزار آنجہانی منشی بیجناتھ پرشاد سریواستو کی باغ میں ہے، جو اُن کے بڑے معتقد تھے۔

زمانہ قدیم میں یہاں راجہ سید مظفر جہاں کی کوٹ تھی، یہاں تحصیل وتھانہ تھا، ۱۸۵۷ء میں راجہ مظفر جہاں نے تحصیل وتھانہ پر قبضہ کرلیا تھا۔

سلطان شاہ شرق نے شیخ فتح اللہ اودھی المتوفی ۸۲۱ھ کو جاگیر دی تھی، آپ نے دومواضعات اس علاقہ میں اپنے لڑکے کے نام سے بہاء الدین پور، کندھیارہ آباد کیا تھا، شیخ خیرالدین قریشی ظفرآبادی نے اپنے نام کی نسبت سے خیرالدین پور آباد کیا تھا، اُن کے صاحبزادے شیخ مبارک محمدی نے موضع مبارکپور اپنے نام کی نسبت سے آباد کیا، جہاں ۱۸۵۷ء میں راجہ سید ارادت جہاں کو ظالم انگریزوں نے پھانسی دی تھی۔

کنیری

ماہل سے تین کلومیٹر پورب واقع ہے، اس علاقہ میں پان کے بھیٹے کثرت سے پائے

جاتے ہیں، یہاں کا پان بے حد لذیذ و مشہور ہے۔

اترولیا

شہر اعظم گڑھ سے پچھّم واقع ہے، یہ قصبہ زمانہ قدیم کا ہے، یہاں سرائے، تھانہ وڈاکخانہ، محکمہ بلاک، محکمہ ہائیڈل و بس اسٹیشن واس کا بازار ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے سورما راجہ سید ارادت جہاں کے کمانڈر رام سنگھ و مخدوم بخش امر شہید کنور سنگھ سے انگریزی فوج سے جنگ ہوئی تھی، یہاں کے علاوہ موضع تگہرہ میں خوب جم کر جنگ ہوئی، یہاں انگریزوں کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے اور بھاگ نکلے، ان کا بہت سامان بھی چھین لیا تھا۔

موضع بھادوں

اس آبادی میں نور محمد خاں کامیاب ہندی زبان کے شاعر وکوی گذرے ہیں، جو صاحبِ تصنیف تھے اور اس آبادی میں مولوی نصر اللہ خاں صوفی مسلک بزرگ گزرے ہیں جو صوفی محمد جان صدیقی سنگیروی ولید پوری کے ساتھ، مؤلف کے مکان پر قیام فرما کر تعلیمی شغل میں مصروف تھے۔

نریاؤں

اترولیا سے آٹھ کلومیٹر پورب واقع ہے، یہ سرجوندی کے کنارے واقع ہے، یہاں کے بنکر پہلے گذی بنتے تھے، اب رومال بنتے ہیں اور کھدر کے کپڑے بنتے ہیں۔

کویلسہ

یہ چھوٹا سا بارونق بازار ہے، یہاں کی ستلی، بنڈا ہر طرف کے تجار آکر لے جاتے ہیں، اس بازار سے متصل بنکٹا اسٹیٹ کی ریاست تھی، جس کے مشہور فرد آنجہانی رائے راس بہاری

لعل آنریری مجسٹریٹ تھے،۱۹۵۱ء میں زمینداری ایبالیشن ایکٹ نافذ ہوا، ان کی زمین داریاں ختم ہوگئیں، یہ تباہ حال صورت میں شہر اعظم گڑھ محلّہ گروٹولہ میں کرایہ کے مکان میں قیام پذیر ہوئے، گورنمنٹ سے قرض لے کر ایک گئوشالہ قائم کرکے بسر اوقات کرتے تھے، بدقسمتی سے گئوشالہ گھاٹے کے ساتھ ٹوٹ گیا، اسی کے غم میں وہ فوت ہوگئے، اُن کے صاحبزادے اُسی مکان میں مقیم ہیں اور روشنائی بنانے کا کارخانہ جاری کردیا ہے اور اُسی سے بسر اوقات کررہے ہیں۔

اتریٹھ

چھوٹی سرجوندی کے کنارے واقع ہے، یہاں کی ٹاٹ کی پٹیاں اور ستلی بہت عمدہ، بہت مشہور ہے، اسی آبادی کے متصل سرائے پوہاری ہے، جہاں ایک صوفی مسلک فقیر سید محمد تقیؒ بڑے حضور بہت بافیض بزرگ تھے، بڑے حضور کے لقب سے ملقب تھے، اُن کا عرس اُن کے صاحبزادے سید محمد قاسم صاحب یکم جنوری کو سالانہ کرتے ہیں۔

بوڑھن پور

شہر اعظم گڑھ سے پچھّم تقریباً ۳۰ کلومیٹر پر واقع ہے، زمانۂ قدیم میں راج بھر قوم کے راجہ بوڑھن دیو نے اپنے نام کی نسبت سے آباد کیا تھا، یہاں شہر اعظم گڑھ کے باسو درزی کا نیل کا گودام، رہائشی بنگلہ و مسجد تعمیر کرا کر کے رہتے تھے، جو اپنے دور کے بہت بڑے سرمایہ دار تھے، اُن کا کاروبار بہت بڑا تھا، اُن کی زندگی ہی میں فیل ہوگیا تھا، زمینداری و مکانات و بنگلہ، گودام سب تباہ و برباد ہوگیا، اُن کا خاندان اب اعظم گڑھ میں موجود نہیں ہے، کچھ لوگ خانماں برباد ہوکر اِدھر اُدھر کے اضلاع میں چلے گئے اور کچھ لوگ مشرقی پاکستان میں آباد ہوگئے۔

یہاں زمانہ قدیم سے بھٹیارہ قوم بھی آباد ہے، جو اپنا آبائی پیشہ یکہ بانی کرتے ہیں، یہاں سے کچھ فاصلہ پر بجانب دکھن کویلسہ بازار ہے، اُس سے پچھّم حضرت سید نجیب الدینؒ کا مزار اقدس موضع بھیرو پور درگاہ کے جنگل میں واقع ہے، اُن کا عرس ۲ر نومبر کو سالانہ ہوتا ہے۔

آمباری

شہر اعظم گڑھ سے جانب مغرب تقریباً ۴۲ کلومیٹر پر واقع ہے، یہاں آم کے باغ کثرت سے ہیں، غالباًاسی نسبت سے اس آبادی کا نام امباری رکھا گیا ہے، یہاں نوابان اودھ کے زمانہ سے شرفاء کی آبادی قائم ہے، مذہباً یہ لوگ شیعہ مسلک کے ہیں، یہ لوگ آرام طلب وعیش پرست تھے، اپنے مکان سے باہر نکلنا کسرِ شان سمجھتے تھے، یہاں تک کہ چنے کا پودا تک نہیں دیکھا تھا، افیون چانڈو پینے کے عادی تھے، زمینداری کی آمدنی سے عیش وعشرت کی زندگی گذارتے تھے۔

آزادیِ ہند کے دور میں ۱۹۵۱ء میں زمینداری ایبالشن ایکٹ کے نفاذ کے بعد اِن لوگوں کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے اور حواس باختہ ہوگئے، اِن لوگوں کی زمینداریاں ختم ہوگئیں، عیش وعشرت کی زندگی کے بجائے غربت میں پھنس گئے افیون وچانڈو کی عادت محال ہوگئی، اُن کے بڑے بڑے مکانات کھنڈر ہوگئے اور اپنی تباہی وبربادی کا ماتم کررہے ہیں، جنھوں نے اپنے مکان سے باہر قدم نہیں نکالا تھا، وہ اس پُر آشوب دور میں بے یارومددگار پریشان حال نظر آتے ہیں، اُن کی حالت بد سے بدتر ہے۔

☆☆☆

تحصیل سگڑی

موضع جین پور میں حضرت شاہ لدھا باباؒ کا مقبرہ ہے۔۲۰؍محرم کو آپ کا عرس سالانہ ہوتا ہے۔ زائرین وہاں سے پکھوچھہ شریف جاتے ہیں اور آسیب زدہ وہاں سے پکھوچھہ جا کر صحت یاب ہوجاتے ہیں، زمانہ قدیم میں یہاں راجہ گرگ دیوراج، بھرقوم کے راجہ تھے، اُن ہی کی آباد کردہ آبادی ہے، اُن کی کوٹ تھی، یہاں ڈاک بنگلہ و تحصیل، ودفتر رجسٹری وتھانہ، بس اسٹیشن اور دو دینی مدارس قایم ہیں، نسواں اسکول بھی ہے، یہاں ایک چھوٹا سا بازار بھی قائم ہے۔

عظمت گڑھ

جین پور سے تین کلومیٹر پورب میں واقع ہے، اس کی آبادی راجہ عظمت خاں کی آباد کردہ ہے، اس جگہ مسٹر اسمتھ کلکٹر کے نام کی نسبت سے اسمتھ ہائر سکنڈری اسکول وکالج قائم ہے، یہاں ایک لائبریری بھی قائم ہے، بابو مکند چندا گروال کی کوٹھی وتالاب دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، عظمت گڑھ کے تال سے مچھلیوں و چڑیوں کا شکار ہوتا ہے، ماہی گیر مچھلیوں و چڑیوں کا شکار کرتے ہیں، ماہی گیر مچھلیاں و چڑیوں کو بھی جال میں پھنسا کر بازار میں فروخت کرتے ہیں۔

مہراج گنج

جین پور سے ۲۲ کلومیٹر مغرب میں واقع ہے، چھوٹی سرجو ندی کے کنارے اس کی آبادی ہے، اہل ہنود کا کہنا ہے کہ یہاں راجہ دکش کی کوٹ تھی اور راجہ دکش کی لڑکی گورا پاربتی جی کی شنکر جی سے شادی ہوئی تھی اور وہ ازخود ہون کنڈ میں بھسم ہوگئیں، اس ہون کنڈ پر مندر تعمیر ہوگیا ہے، یہ مقام اب بھیرو استھان کے نام سے مشہور ہے۔

اُسی کوٹ پر مسٹر کوپر نے نیل کا گودام تعمیر کرایا تھا، اور نیل کی کاشت ہوتی تھی، ۱۹۱۴ء میں جرمنی نے انواع واقسام کے رنگ ایجاد کیا اور اس ضلع میں جتنے نیل کے گودام تھے فیل ہوگئے اور بیکار پڑے ہیں، یہاں کے گودام کو توڑ کر ڈسٹرکٹ بورڈ اعظم گڑھ نے مڈل اسکول کی عمارت تعمیر کرادیا جس میں تعلیمی سلسلہ جاری ہے۔ یہاں پورنماشی وجیٹھ کے دسہرہ کے موقع پر بہت بڑا میلہ لگتا ہے، ہندو یاتری یہاں اشنان کرتے ہیں۔ یہاں ٹاون ایریا وتھانہ وڈاکخانہ بھی ہے اور اُس کا بازار بھی پُر رونق ہے اور بس اسٹیشن بھی ہے۔

سرائے قاضی

شہر اعظم گڑھ سے بجانب اتر تقریباً ۱۵ کلومیٹر پر اس کی آبادی ہے، بلریا گنج سے جانب پچھم کچھ فاصلہ پر سرائے قاضی کی آبادی ہے، قاضی نوراللہ صاحب یہاں کے مشہور شخص تھے، اُن کا مزار اسی موضع میں ہے، علماء پور وسرائے قاضی میں زمینداریاں بزمانہ اورنگ زیب تھیں اور یہاں کے قاضی مقرر ہوتے تھے اور اُن کی نسل کے لوگ اب تک آباد ہیں، اس آبادی میں سنّی ملکی قضاۃ آباد ہیں۔ یہ لوگ زمینداری کا پیشہ کرتے تھے اور کچھ لوگوں نے ملازمت سرکاری اور وکالت کا پیشہ اختیار کرلیا تھا، یہاں کے مشہور فرد قاضی صادق حسین صاحب ایڈوکیٹ مرحوم تھے، وہ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے اور ضلع مسلم لیگ کے پریسیڈنٹ بھی، مسلم کمیونٹی میں بے حد مقبول تھے۔ دوسرے فرد قاضی ظل الرحمٰن صاحب ایڈوکیٹ گورکھپور کمشنری میں وکالت کے پیشہ میں مصروف تھے۔

تیسرے فرد مولوی قاضی عبدالرحمٰن صاحب حیرتؔ تھے، جو شعروشاعری میں خاصہ ملکہ رکھتے تھے اور شبلی نیشنل اسکول میں اُردو فارسی کے استاد تھے، محلّہ سیتارام، شہر اعظم گڑھ میں اپنا ذاتی مکان حیرت منزل بھی تعمیر کرالیا تھا، جو اب تک موجود ہے، اس میں ان کے ورثہ قابض ہیں۔

بندول

عالم اسلام کے مشہور عالم، مؤرخ، ادیب، علامہ زماں، سیرۃ النبی اور الفاروق کے

مصنف مولانا شبلی نعمانی کا مولد اور مسکن ہے، اُن کے والد شیخ حبیب اللہ صاحب یہاں کے نامور وکیل تھے۔ اقبال احمد صاحب الٰہ آباد ہائیکورٹ کے چیف جسٹس تھے، ان کے صاحبزادے اسلام احمد صاحب محکمہ پولیس کے آئی۔جی تھے۔

بے راج پور

اس آبادی میں طبیب حاذق حکیم محمد بنی صاحب گزرے ہیں جو مریض کی صورت دیکھ کر مرض کی تشخیص کر دیتے تھے۔

حکیم عبدالحی صاحب بقید حیات ہیں یہ بھی بڑے مرض شناس ہیں، مریض کو دور سے دیکھ کر مرض کی تشخیص کر دیتے ہیں۔(اب یہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔مرتب)

تیسرے فرد مولانا محمد اسلم صاحب، صاحبِ تصنیف بزرگ گزرے ہیں، انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ہیں، کچھ کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں اور زیادہ تر غیر مطبوع ہیں، ان کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد معظم صاحب نے جامعہ ملیہ دہلی کو وہ کتابیں دے دی ہیں طبع کرانے کے لئے۔

خانقاہ

اس آبادی میں حضرت مخدوم شاہ محمد یحییٰؒ بلند پایہ بزرگ کا مرقد اقدس ہے، آپ کے دست مبارک پر علامہ شبلی نعمانی کے مورث اعلیٰ (شیوراج سنگھ) مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔

بے گہاں

شہر اعظم گڑھ سے جانب اتر تقریباً ۷ کلومیٹر پر واقع ہے، اس آبادی میں کمہار قوم آباد ہے، جو مٹی کے برتن بناتی ہے، گھڑا، کورنی، کونڈا، ہودی، ہودا، پیالہ، پلیٹ، اتھرا وغیرہ جو بلریا گنج اور اس کے اطراف وجوانب میں لے جا کر فروخت کرتے ہیں، اسی آبادی سے جانب پورب موضع شیخو پور واقع ہے، جس میں ایک دینی درسگاہ قائم ہے، اس آبادی میں ہندو مسلم کی مشترک آبادی ہے، جن کا پیشہ کھیتی ہے۔ یہی آبادی حافظ عبدالحئ صاحب مرحوم مدرس مدرسہ

یعقوبیہ جامع مسجد اعظم گڑھ کا وطن و مدفن ہے۔

اسی جے گہاں کی آبادی سے بجانب پچھّم واتر کے گوشہ سے ایک سڑک تعمیر ہے، جس کا نام ''شبلی نعمانی روڈ'' ہے، جو بندول و جیراج پور کی طرف جاتی ہے، اسی جے گہاں میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے لشکری مجاہدین اسلام کے مزار ہیں، اس سڑک پر سٹی بس اور لائن بس روزانہ آتی جاتی ہیں۔

بلریا گنج

جین پور سے گیارہ کلومیٹر بجانب پچھّم واقع ہے، مہراج گنج والی سڑک پر اس کی آبادی ہے، یہاں چینی و شکر کے کارخانے تھے، دھان و گنّے کی کاشت کافی ہوتی ہے، جامعۃ الفلاح ایک دینی درسگاہ اعلیٰ پیمانہ پر جماعت اسلامی نے قائم کی ہے، اُسی جگہ ایک عالیشان جامع مسجد تعمیر ہے اور ایک رسالہ ''حیات نو'' ماہنامہ بھی شائع ہوتا ہے، اس آبادی میں محکمہ بلاک، ڈاک خانہ، یونین بینک، بس اسٹیشن و مڈل اسکول بھی قائم ہے، پولیس چوکی بھی ہے، اس آبادی میں ڈاکٹر حکیم الحاج محمد ایوب کا پرائیوٹ اسپتال بھی قائم ہے جو بہت مشہور ہے، اس اسپتال میں دور دراز مقامات کے لاعلاج مریض آکر شفایاب ہوتے ہیں، جمعہ کو دواخانہ بند رہتا ہے۔

بلریا گنج سے کچھ فاصلہ پر موضع بھگت پور ہے، وہاں سید سالار مسعود غازیؒ کے والد سید سالار ساہوؒ بسلسلہ جہاد ۱۰/رجب ۴۲۴ھ میں شہید ہوئے تھے، وہاں اُن کا مقبرہ ہے، بہ زمانہ عرس سید سالار مسعود غازیؒ یہاں میلہ لگتا ہے، بھگت پور سے دوسرا قافلہ زیر قیادت سید سالار باہوؒ مہراج گنج کی طرف روانہ ہوا تھا، وہاں سید سالار باہو نے جہاد کیا اور سید سالار باہوؒ شہید ہوگئے، اس سرزمین کا نام باہو سالاران کے نام کی نسبت سے رکھا گیا لیکن اب اس کا نام بابو سالار مشہور ہوگیا ہے، یہاں پر اُن مجاہدین اسلام کے مزارات پائے جاتے ہیں اور اس مقام پر بہ زمانہ عرس سید سالار مسعود غازیؒ میلہ لگتا ہے۔

انجان شہید

اس آبادی میں مرزا محمد کامل بیگ کا مسکن و مدفن ہے، یہ بہت بڑے کسان تھے، اعظم گڑھ کی نمائش گاہ میں ان کا گنا و لہسن ضلع میں اول مانا جاتا ہے، انھیں کے خاندان کے مرزا احسان اللہ بیگ نے لب سڑک مولانا آزاد ہائر سکنڈری اسکول، مولانا آزاد انٹر کالج قائم کردیا ہے، جہاں تعلیمی سلسلہ جاری ہے، اسی آبادی کے باہر ایک دینی درسگاہ دارالعلوم حسینن آباد کی عمارت تعمیر ہوئی ہے جس میں قابل اساتذہ کی نگرانی میں دینی تعلیم دی جارہی ہے، مدنی دارالمطالعہ بھی ہے جہاں اخبارات، رسائل و کتابیں مطالعہ کے لئے دستیاب ہوتی ہیں۔

بنکٹ

بنکٹ جین پور سے ۹ کلومیٹر دکھن واقع ہے، اس کا بازار معمولی ہے، ڈاکخانہ ہے، ایک مسجد عالیشان تعمیر ہے، اور یہاں پر ایک مندر بھی ہے، اس کی آبادی لب سڑک معمولی ہے۔

لاٹ گھاٹ

شہر اعظم گڑھ سے اُتر ۲۶ کلومیٹر پر واقع ہے، زمانہ سیلاب میں دریا گھاگھرا کا پانی لاٹ گھاٹ تک آجاتا ہے، اس آبادی کے اندر گرانٹ ٹرنک روڈ پر ایک پل تعمیر ہے جو کسی لاٹ کا تعمیر کردہ ہے، غالبًا اس آبادی کا نام لاٹ گھاٹ اسی کے نام کی نسبت سے رکھا گیا ہے، اس روڈ کے دونوں طرف آبادی و دوکانیں قائم ہیں، یہاں کا بازار معمولی ہے، اس بازار میں بسیں آتی جاتی ہیں اور بس اسٹاپ بھی قائم ہے، یہ بالو کا مخزن ہے، اس جگہ سے بالو ٹرک وٹریکٹر کے ذریعہ شہر اعظم گڑھ و مضافات میں لاکر فروخت ہوتا ہے اور تعمیرات میں استعمال ہوتا ہے۔

شہید وطن حولدار صوبہ دار سنگھ: موضع بڑا گاؤں تحصیل سگڑی ضلع اعظم گڑھ کے باشندہ تھے، حصول آزادی کے بعد ہندوستانی فوج میں ملازمت اختیار کرلی تھی اور اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ بدقسمتی سے ۱۹۶۵ء میں ہندوچین کی جنگ میں محاذ جنگ پر پامردی

وبہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، حکومت کی جانب سے موضع بڑا گاؤں میں لب سڑک ایک چبوترہ پر بطور یادگار اُن کا مجسمہ نصب ہے اور اُن کے ورثاء کو بہت سے پلاٹ بھی دیے گئے ہیں، اس طرح سے اُن کے خاندان کو حکومت نے نوازا ہے۔

بازار انور گنج

شہر اعظم گڑھ سے تین کلومیٹر جانب مغرب واقع ہے، ۱۹۶۰ء میں میاں انور نے موضع مہراج پور میں لبِ سڑک بازار قائم کرنے کی غرض سے پختہ دکانیں تعمیر کرائیں اور اس جگہ بازار قائم کیا، اس جگہ ہفتہ میں دو روز بازار لگتا ہے، یہ بازار میاں انور کا قائم کردہ ہے، جو باشندہ موضع مہراج پور تھے، یہاں غلہ، گُڑ، بھیلی اطراف وجوانب کے مواضعات سے آکر فروخت ہوتا ہے، ساگ، سبزی نیز دیگر اشیاء چائے بسکٹ، مٹھائیاں، پان، بیڑی سگریٹ کی دکانیں ہیں، اس بازار کے قریبی مواضعات کے باشندوں وراہ گیروں کو بہت بڑی سہولت ہوگئی ہے، بازار کے عقب بجانب اُتر ہندو مسلم کی مشترکہ آبادی موضع مہراج پور واقع ہے۔(یہی گاؤں مرتب کا وطن ہے)

کندھرا پور

شہر اعظم گڑھ سے جانب مغرب آٹھ کلومیٹر پر واقع ہے، لب سڑک اُس کا بازار تھانہ وڈاکخانہ ہے، اس بازار میں غلہ وپرچون، ساگ سبزی، پان وچائے، مٹھائیاں، سگریٹ وبیڑی وجوتہ وچوڑی کی دوکانیں قائم ہیں، اینٹوں کا بھٹہ بھی ہے، بازار کے پچھّم واتر جانب مدرسہ عزیزیہ وجامع مسجد کی پُرشکوہ عمارت ہے، جانب دکھن ایک سڑک جاری ہے جو موضع جولہا پور کو جاتی ہے۔

اعظم گڑھ سے جو سڑک کپتان گنج جاتی ہے، اسی سڑک سے قریب ایک اوسر میں صوفی مسلک فقیر شاہ قاصد سلسلہ مداریہ کے مقیم تھے، انھوں نے اپنی حیات ہی میں اپنی پختہ قبر بنارکھی تھی، اسی سے ملحق ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی لیکن نامکمل ہے، وہ اسی مسجد میں یادالٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے اور سالانہ عرس حضرت قطب المدار شاہ بدیع الدینؒ کرتے تھے، دور

دراز مقامات سے آ کر لوگ عرس میں شرکت کرتے تھے، اکثر مریض بھی اُن کے پاس آتے تھے، جن کا علاج جڑی بوٹیوں سے فی سبیل اللہ کرتے تھے، اب وہ فوت ہو گئے۔

مندری

شہر اعظم گڑھ سے بارہ کلومیٹر بجانب پچھّم واقع ہے۔

۲۷ ستمبر ۱۸۵۷ء کو کرنل رفٹن کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ شرپسند عناصر نے یہاں بغاوت کر دی ہے، کرنل رفٹن نے فوراً کپٹن بائلو کو اعظم گڑھ روانہ کر دیا، اُن کے ساتھ بارہ ہزار گورکھا فوجی جوانوں کا مسلح دستہ بھی روانہ کر دیا، موضع مندری میں گورکھا فوج اور آزادی کے پروانوں کا سامنا ہو گیا، گورکھا فوج نے اُن تمام آزادی کے پروانوں پر گولیاں برسانا شروع کر دیا اور اُن کو بھون کر رکھ دیا، ایک فرد بھی زندہ نہ بچا۔

سکسوئی ندی موضع مندری کے اتر ایک تال سے نکل کر رواں ہوئی ہے اور موضع منچوبھا کے پاس دریائے ٹونس میں مل گئی ہے، اس موضع میں ہندو مسلم کی مشترک آبادی ہے۔

شاہ پور مولانی

اس موضع کے مسلم باشندگان نے ۱۸۵۷ء میں آزادی ہند کی تحریک میں اپنی جانی و مالی قربانیاں دے کر وافر حصہ لیا تھا، کپٹن بائیلو نے شاہ پور مولانی کے آزادیِ ہند کے پروانوں وشیدائیوں کو بارہ ہزار گورکھا فوج سے حملہ کر کے پسپا کر دیا، ان مسلم نوجوانوں نے تھانہ کندھرا پور جو خام سفالہ پوش اوسر میں قائم تھا، اس کو نذر آتش کر دیا تھا، اس واقعہ کے بعد فوج نے موضع شاہ پور مولانی کا محاصرہ کر کے ہر مکان کے مسلم نوجوانوں کو گرفتار کر کے اعظم گڑھ جیل جو مشن اسکول اعظم گڑھ کے سامنے تھا، اس میں زیر حراست رکھا اور اُن پر بغاوت کا الزام لگا کر مقدمات چلائے گئے اور سخت سزائیں دی گئیں، اُن قیدیوں سے شہر اعظم گڑھ کی نالیاں، یک طاقہ پل اور بڑے پل کی مرمت وتعمیر کا کام لیا گیا۔

بوڑھے وضعیف العمر جو لوگ اس آفت ناگہانی سے بچ گئے تھے، وہ اپنے اپنے

مکانات کی حفاظت میں مصروف تھے، اور مقدمات کی پیروی کے لئے موضع بندول کے وکلاء ومختاران سے مقدمات کی پیروی کی سفارش کی گئی، اُن لوگوں نے محنتانہ واخراجات کا مطالبہ کیا، اُن بوڑھے وضعیف العمر لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو روپیہ نہیں ہے، اُن وکلاء ومختار اُن بوڑھے وضعیف العمر آدمیوں سے اُن کی نصف زمین داریاں اپنے محنتانہ واخراجات مقدمہ میں لکھوالیا اور مقدمہ کی پیروی کرنے لگے لیکن مقدمات کا نتیجہ اچھا نہیں ہوا۔

ظالم انگریزوں نے کسی کو بخشا نہیں سب سزایاب ہوئے۔موضع شاہ پور مولانی کے آزادئ ہند کے پروانوں کا یہ حشر ہوا، اس آفت ناگہانی کے شکار ہوکر ملک کی سالمیت کے لئے سب کچھ مصیبتیں اٹھائیں، بعد رہائی قید وبند سے نجات پائی اور اپنے بال بچوں کے آزوقہ حیات پیدا کرنے میں مصروف ہوئے۔

کپتان گنج:

شہر اعظم گڑھ سے پچھّم تقریباً ۲۰ کلومیٹر پر واقع ہے، لب سڑک اس کی آبادی ہے، اس آبادی میں بھٹیارہ قوم آباد ہے، اُن کی آبادی میں سرائے ومسجد ومدرسہ اسلامیہ بھی ہے، اُن کا پیشہ یکہ بانی زمانہ قدیم سے رائج ہے، یکہ سے سواریاں وسامان ڈھوتے ہیں، اب اس آبادی کے دیگر لوگوں نے اپنے مکانات ودوکانیں پختہ تعمیر کرا کے باسلیقہ آبادی قائم کرکے پچھّم وپورب ودکھن واتر اضافہ کر دیا ہے، اب اس کا بازار بارونق نظر آتا ہے، غلہ، گڑ، بھیلی اردگرد کے مواضعات سے آکر فروخت ہوتا ہے، نیز پرچون کپڑے، مٹھائیاں، پان سگریٹ، بیڑی وچائے کی دوکانیں قائم ہیں۔

لب سڑک ڈاکٹر معتصم باللہ مصطفیٰ آبادی کا مکان ودواخانہ ہے، جہاں دور دراز کے مواضعات کے مریض بغرض علاج آتے ہیں اور شفایاب ہوکر جاتے ہیں، وہ یہاں کے کامیاب ڈاکٹر ہیں۔

یہاں بسیں فیض آباد سے اعظم گڑھ آتے، جاتے رہتی ہیں، اس جگہ مندر وشیوالہ کی عمارتیں بھی ہیں۔

تحصیل گھوسی

شہر اعظم گڑھ سے ۸ ۷ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔

یہاں راجہ نہش کی کوٹ ہے، سیتا کنڈ ہے، زمانۂ بن باس میں رام چندر جی یہاں تشریف لائے تھے، کہا جاتا ہے کہ یہاں ارجن وبھیم بھی آئے تھے، ہندو فرقہ کے مٹھ ومنادر بھی ہیں، اس کی آبادی ہندو مسلم مخلوط ہے، یہاں جونیر ہائی اسکول وکالیجز بھی ہیں، جس میں تعلیمی سلسلہ قائم وجاری ہے، یہاں کا تھانہ لب سڑک ہے اور تحصیل وریلوے اسٹیشن بھی لب سڑک ہے، اس کے محلّہ جات فاصلہ پر آباد ہیں، یہ مداپور، شمس پور، کریم الدین پور، بیسواڑہ، بڑا گاؤں پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا شاہ امجد علیؒ جانشین امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلویؒ صاحب بہار شریعت کا مرقد اقدس ہے، جن کا سالانہ عرس بھی ہوتا ہے، یہاں جامعہ امجدیہ رضویہ بھی قائم ہے، جہاں طلبہ عربی میڈیم سے علوم دینیہ وفنون ادبیہ وغیرہ کی تعلیم پا رہے ہیں، حضرت مولانا شاہ محمد عمرؒ جانشین حضرت مولانا شاہ سید ابوالخیرؒ دہلوی کا مرقد اقدس ہے، اُن کا بھی عرس سالانہ ۱۵ محرم کو ہمیشہ ہوتا ہے، اُن کا قائم کردہ مدرسہ خیریہ فیض عام کی عمارت ۱۳۸۱ھ کی تعمیر ہے، جس میں دینی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، یہاں جلّو شاہ ایک مجذوب فقیر گزرے ہیں، اس آبادی میں دیو بندی مکتبۂ خیال کے افراد بھی پائے جاتے ہیں، اُن کا مدرسہ ومسجد بھی ہے، شیعہ فرقہ کے افراد بڑا گاؤں میں آباد ہیں جن کے امام باڑے وچوک اور مسجدیں بھی ہیں، یہاں دینی مدارس کی کثرت ہے، جن میں مدرسہ شمس العلوم، دار العلوم محمدیہ، خیر المدارس مشہور درسگاہیں ہیں۔

اس آبادی کے لوگ زیادہ تر بنکری کا پیشہ کرتے ہیں، یہاں کے تیار شدہ کپڑے کی سپلائی مئو، کوپا گنج کی منڈیوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے، یہ قصبہ زمانہ قدیم کا ہے۔

اس آبادی میں مشائخ وعلماء وفضلاءِ فن کار بھی موجود ہیں، اس کا بازار بے رونق ہے، لب سڑک شوگر فیکٹری ومحکمہ بلاک بھی ہے، اس کے قرب وجوار میں موضع بی بی پور ہے جہاں کے مشہور فرد عثمان بریگیڈیر تھے، کولھوابن درگاہ میں حضرت میران سید احمد بادپا حیات قلندرؒ نے چلہ کشی کی تھی، موضع اوندرہ میں شاہ معین الدین صدیقی کے حقیقی بھانجے صوفی محمد جان کرمانی سینگرویؒ تھے۔ ان کا عرس سالانہ بہت بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے، اُن کے مقبرہ پر ۲۰ رشوال کو عرس کی تقریب منعقد ہوتی ہے، نتھوپور میں راجہ نتھومل خود مختار راجہ گزرے ہیں، گھا گھرا ندی کے حاشیہ پر راجہ مادھومل لکراڈیہہ میں تھے۔

تھانہ مدھوبن میں ۱۹۴۲ء کے آندولن میں مسٹر آر، ایچ نبلٹ نے گولی چلوائی تھی۔

گھوسی میں ہفتہ میں دوبار بازار لگتا ہے، غلہ کا لین دین ہوتا ہے۔

کوپا گنج

زمانۂ قدیم کا یہ مشہور قصبہ ہے، یہاں ہفتہ میں دوبار بازار لگتا ہے، غلہ کا لین دین ہوتا ہے، یہاں کا پیڑا بہت مشہور مٹھائی ہے، اس جگہ پر تین دینی مدارس قائم ہیں، مصباح العلوم، وصیۃ العلوم، جامع العلوم جہاں تعلیمی سلسلہ جاری ہے، یہ قصبہ ترقی یافتہ ہے، موٹی رنگین ساڑیاں اور لنگیاں بُنی جاتی ہیں، اِن کپڑوں کی بہت بڑی منڈیاں ہیں، یہاں رانی دھن دئی کنور کی چھاؤنی ہے، ہندو مسلم کی مشترک آبادی ہے، یہاں کے لوگ خود غرض بے وفاء مشہور ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوہری گھاٹ

ضلع اعظم گڑھ کا اتری حصہ وسرحدی مقام ہے، اور مشہور تجارتی مرکز ہے، قصبہ

وتحصیل گھوسی سے ۱۶ کلومیٹر اتر گھا گھرہ ندی ہے، اسی گھا گھرہ پر اندرا سرکار نے بہت لمبا پل تعمیر کرایا ہے، اس پل کا بعد تیاری آنجہانی اندرا گاندھی پرائم منسٹر ہندوستان نے افتتاح کیا ہے، اسی وقت سے اس پل سے آمدورفت موٹر، ٹیکسی، بس وغیرہ گزرتی ہے، یہاں کارتک پورنماشی کو زبردست میلہ لگتا ہے۔

یہاں کی گلاب جامن مشہور مٹھائی ہے، چاول کی بہت بڑی منڈی ہے، اس کے گھاٹ پر عالمگیری جامع مسجد ہے، یہاں ٹاون ایریا، ڈاکخانہ وتھانہ ریلوے اسٹیشن، وبس اسٹیشن بھی ہے۔

املا

یہاں ریلوے اسٹیشن آنجہانی الگورائے شاشتری سابق وزیر جنگلات کی سعی بلیغ سے تعمیر ہوا ہے۔

سورج پور

موجودہ مہراج بنارس یہاں کے باشندہ ہیں، اس موضع سے متصل رسول پور ہے، یہاں چند منادر خوبصورت تعمیر ہیں۔

ادری

سلطان محمد ابراہیم شاہ شرقی نے ۸۱۴ھ میں حسین خاں شافی افغان کو بطور جاگیر مسلم زمین موضع ادری دے دی تھی، انھوں نے موضع ادری کو آباد کیا، اُن کی نسل کے افغان اب تک آباد ہیں، اس موضع کی آبادی اندارہ جنکشن کے قریب ہے، یہاں سے کوپا گنج تقریباً چھ کلومیٹر بجانب دکھن طرف آباد ہے، یہاں تین مدارس دینی قائم ہیں۔ مدرسہ دارالسلام، مدرسہ چشمہ فیض، مدرسہ ضیاء العلوم۔

نرجاتال

اس آبادی میں نومسلم چھتری آباد ہیں، حضرت مولانا وصی اللہ خاںؒ یہیں کی آب وگل

سے پیدا ہوئے تھے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفۂ اجل تھے، الٰہ آباد محلّہ روشن گنج میں ان کی خانقاہ ہے، آپ کے مریدین وہاں رشد وہدایت کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں، اس آبادی میں ماہی گیرقوم بھی آباد ہے، جن کا پیشہ مچھلی پکڑنا اور فروخت کرنا ہے۔

کاری ساتھ

قصبہ گھوسی سے تین کلومیٹر دکھن واقع ہے، مسلمانوں کی آبادی ہے، یہاں کی زمین زرخیز ہے، باوجود بالو کی ریت ہونے کے وجہ سے پیداوار اچھی ہوتی ہے۔

لیڑو

قصبہ کوپاگنج سے تین کلومیٹر جانب دکھن واقع ہے، یہاں شیوراتری کے موقع پر بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔

پورہ معروف عرف کرتھی جعفر پور

قصبہ کوپاگنج سے چھ کلومیٹر جانب مغرب واقع ہے، اس کی آبادی دریائے ٹونس کے کنارے پر آباد ہے، یہاں دیسی چینی وشکر کے کارخانے تھے، دستی کرگہہ سے کپڑے بُنے جاتے ہیں، پاورلوم، ہینڈلوم بھی ہیں، یہاں پر حکیم محمود صاحب بڑے تجربہ کار حکیم حاذق گزرے ہیں، شہراعظم گڑھ کے مشہور عالم اہل حدیث مولانا خدابخش صاحب مرحوم کے بھانجے تھے، اُن کو قارورہ دیکھنے کی مہارت تھی، قارورہ دیکھ کر مرض کی صحیح تشخیص کردیتے تھے، لب ساحل دریائے ٹونس بہت بڑی عیدگاہ ہے۔

گونٹھا

یہاں کا گڑ، بھیلی بہت اچھا ومشہور ہے، اناج وگُڑ کا تجارتی مرکز ہے۔

رتوے

یہاں تال کی چڑیوں اور مچھلیوں واناج کا تجارتی مرکز ہے۔

تحصیل محمد آباد گوہنہ

یہ قصبہ شہر اعظم گڑھ سے تقریباً ۱۵یا۱۶کلومیٹر بجانب مشرق واقع ہے، قصبہ محمد آباد گوہنہ زمانہ قدیم میں راج بھر قوم کے راجہ گوہن دیو کی ریاست تھا، ۱۸۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے پرگنہ چریا کوٹ کو ضلع غازیپور میں شامل کر دیا گیا تھا، جس میں مئو، محمد آباد، مبارک پور شامل تھے، ۱۸/دسمبر ۱۸۳۱ء میں پرگنہ چریا کوٹ غازیپور سے ضلع اعظم گڑھ میں واپس آ گیا، (ماخوذ اعظم گڑھ گزیٹر) اس وقت سے یہ آبادی ترقی پذیر ہوئی اور فاروقی خاندان پروان چڑھا، محمد آباد صنعتی وتجارتی قصبہ نہ تھا، یہاں علمی ذوق، زمینداری کا شوق تھا، ریاست وزمینداری وکھیتی سے رغبت تھی، اس کے بعد روحانی خانوادے آباد ہوئے، رُشد وہدایت کے کئی مرکز قائم ہوئے، فاروقی خانوادے سرکاری ملازمت کی طرف رجوع ہوئے اور اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہوئے، یہاں کا بازار معمولی ہے، ٹاون ایریا، تھانہ، وڈاکخانہ وتحصیل، دفتر رجسٹری، ہائرسکنڈری اسکول وکالجز بھی قائم ہوئے، گرو گوبند سنگھ بھی عہد اورنگ زیب میں اس سرزمین پر تشریف لائے تھے، محمد آباد کی مشہور مٹھائی امرتی تھی، ایک شاعر وفا صاحبِ دیوان گزرے ہیں، دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ عربیہ فیض العلوم بھی قائم ہے، حضرت مولانا ابوالغوث شاہ گرم دیوان لوہراوی کا مدرسہ ومسجد وخانقاہ رُشد وہدایت کے لئے متعدد خانقاہیں تھیں، اب وہ مٹی کا تودہ کی شکل میں ہیں۔ مخدوم شاہ ظہیرالدینؒ ''آستانہ روضہ'' میں مقیم تھے، حضرت مخدوم محمد ابراہیم دانشمندؒ کی مزار موجود ہے، یہاں سید سالار مسعود غازیؒ کے مجاہدین لشکر کے مزارات بھی پائے جاتے ہیں، راجہ گوہن دیو کی کوٹ کے آثار اب بھی باقی ہیں۔

دیولاس

قصبہ محمد آباد گوہنہ سے آٹھ کلومیٹر جانب شمال ومشرق واقع ہے، یہاں دیول رشی کی مٹھ ہے،اورسورج مندر پایا جاتا ہے،اس مقام پر کارتک شدی چھٹہ کو بہت زبردست میلہ لگتا ہے۔

قصبہ مئوناتھ بھنجن

یہ قصبہ،قصبہ محمد آباد سے ۲۲ کلومیٹر پورب دریائے ٹونس کے حاشیہ پر واقع ہے،مغلیہ خاندان کی شاہزادی جہاں آراء بیگم نے شہر مئو آباد کرنے کے لئے ایک چہاردیواری کے اندر بارکیں اورمتعدد کنوئیں ومکانات ومسجد شاہی، مشرق ومغرب میں دو پھاٹک تعمیر کرائے تھے، جس کے نشانات پائے جاتے ہیں، پھاٹک اب نہیں ہے، بقیہ عمارتیں موجود ہیں، اسی شاہی مسجد میں مئو کامشہور دارالعلوم، مفتاح العلوم قائم ہےلیکن اس وقت یہ شہر آباد نہ ہوسکا اورایک محلّہ مغل پورہ اسی دور کا ہے۔

ملک طاہرؒ ایک خدارسیدہ بزرگ نے بھنجن نٹ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور محلّہ ملک ٹولہ میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی، جن کا روضہ بلند نما موضع سارہو میں لب سڑک خستہ حالت میں موجود ہے۔

یہاں ریلوے جنکشن ہے، یہ قصبہ اب تجارتی حیثیت سے بہت ترقی یافتہ ہے،اس کا شمار ہندوستان کی مشہور منڈیوں میں ہے،سوت، ریشم، نائی لان کی عمدہ سے عمدہ ساڑیاں بُنی جاتی ہیں،دستی کرگہہ، پاورلوم سے بُنائی ہوتی ہے،سائزنگ مشین،کلنڈرمشین بھی ہیں۔

انگریزی تعلیم کے لئے ہائرسکنڈری اسکول وکالج بھی ہیں،عربی، فارسی کی تعلیم کے لئے بہت بڑے بڑے مدارس بھی قائم ہیں، پانی کی سپلائی کے لئے واٹرورکس کا جال بچھا ہے، اس لحاظ سے اس قصبہ کوشہری حیثیت حاصل ہوگئی ہے، یوپی سرکار نے ۱۹۹۰ء میں اسے ضلع کا درجہ دیا، یہاں ہائیڈل محکمہ بھی قائم ہے،سودیشی کاٹن مل بھی ہے جس میں انواع واقسام کے

سوت تیار ہوتے ہیں۔

سوتی کپڑے کی صنعت کے لحاظ سے اس کو یوپی کا مانچسٹر اور لنکا شائر کہا جا سکتا ہے۔

شہری انتظام وصفائی کے لئے میونسپل بورڈ بھی قائم ہے، تھانہ وڈاکخانہ وریلوے وبس اسٹیشن بھی قائم ہیں، اس آبادی میں جید عالم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمی مئوی صاحبِ تصنیف بزرگ گزرے ہیں وہ ایم، ایل، اے بھی تھے، وہ عالم گیر شہرت کے مالک تھے۔

یہیں کے مشہور شاعر فضاؔ ابن فیضی ہیں جو ہندوستان کی پوری ادبی فضا میں چھائے ہوئے ہیں۔ (آہ ! فضا صاحب بھی چل بسے۔)

اس قصبہ میں پانچ مشہور تیل کے کارخانے جاری ہیں، مولانا ابوالمکارم محمد علی، مولوی حکیم ثناء اللہ کے صاحبزادگان، مولوی محمد عمر نے نورانی تیل انڈین کیمکل سے، حاجی محمد مصطفیٰ نے ہند، سی، سی سے سرخ تیل، مولوی نذیر احمد نے دارالصحت سے قدرتی تیل ایجاد کیا ہے، یہ تیل چوٹ، موچ، زخم، جلے، کٹے پر بے حد مفید و کارآمد ہیں۔

کرہاں

حضرت شمس العارفین کرہانی بہت بڑے بزرگ وصاحبِ نسبت گزرے ہیں، شمیم کرہانی یہاں کے قادرالکلام مشہور شاعر گزرے ہیں، اُن کی یادگار میں شمیمِ ادب اردو لائبریری قائم ہے، جہاں کتابیں، رسالے، اخبارات مطالعہ کے لئے دستیاب ہوتے ہیں، بابا گھنشیام داس کا مندر ہے، اس جگہ کارتک پورنماشی وچیت رام نومی کے موقع پر میلہ لگتا ہے، ہندو یاتری درشن کرتے ہیں۔

چریا کوٹ

بہت پرانا قصبہ ہے، زمانہ قدیم میں یہاں قوم چرا کے لوگ آباد تھے، یہ لوگ لوٹ مار ڈاکہ زنی کے خوگر تھے، ان کا قلعہ بھی تھا، جو مسمار شکل میں پایا جاتا ہے۔

حضرت مخدوم شاہ یوسف حسن عباسیؒ عدن سے دہلی مع اہل وعیال وفوج کے تشریف

لائے اور اپنے ماموں حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کی صحبت میں رہ کر علوم باطنی کی تکمیل فرمائی، اس وقت ہندوستان میں سلطان محمد تغلق کی حکومت تھی، حضرت مخدوم شاہ یوسف حسن عباسیؒ کی تشریف آوری سے سلطان محمد تغلق فخر الدین بے حد خوش ہوا اور حضرت مخدومؒ کو مخدوم زادہ کہنے لگا اور مخدوم کے لقب سے ملقب ہوئے اور واقعی مخدوم ہو گئے، قصبہ التمش دہلی میں مقیم تھے۔

سلطان محمد تغلق فخر الدین مع مشائخ کبار دہلی وارکان سلطنت قصبہ التمش پہنچا اور اعزاز واکرام کے ساتھ حضرت مخدومؒ کو دہلی لایا اور دربار شاہی پر بہت جلد فوقیت حاصل کر لی، سلطان محمد تغلق فخر الدین نے پرگنہ سسری بطور جاگیر عطا فرمایا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ سلطان محمد تغلق فخر الدین نے اپنی زوجہ منکوحہ کے پہلے شوہر کی لڑکی سے عقد کرنا چاہا اور اس مسئلہ میں علماء عصر سے فتویٰ طلب کیا، اُن علماء نے مصلحت وقت کی بناء پر سب نے بہ اتفاق رائے حضرت مخدومؒ کو اپنے سے بلند مرتبہ عالم اور بزرگ مان کر اُن سے استفتاء کا مشورہ سلطان محمد فخر الدین کو دیا، حضرت مخدومؒ نے بلا رورعایت نکاح ناجائز قرار دیا، سلطان محمد تغلق فخر الدین کے چہرے وبشرے سے ملال کے آثار نمایاں ہوئے، ایسی نازک صورت حال میں قیام دارالخلافت دہلی خلاف مصلحت سمجھ کر حضرت مخدومؒ بعجلت تمام رخت سفر باندھا، اور ہنسوا جو آخری دور اکبری میں فتح پور ہنسوا کے نام سے موسوم ہوا وہیں قیام پذیر ہوئے، دوسری روایت یہ بھی مشہور ہے کہ صبیہ کے نکاح کے عدم جواز کا فیصلہ دینے پر سلطان محمد تغلق فخر الدین کی ناراضگی کو مدنظر رکھتے ہوئے، فتح پور ہنسوا میں حضرت مخدوم شاہ محمد یوسف حسن عباسی کے بجائے اپنا نام محمد اسماعیل رکھ لیا تھا، تاکہ حکومت کے شر سے محفوظ رہیں۔

۸۰۴ھ میں سلطان محمد ابراہیم شاہ شرق کی تخت نشینی جونپور میں تھی، سلطان حد درجہ علم دوست ومعتقد اولیاء کرام تھا اور حضرت مخدومؒ کے اوصاف سے کماحقہٗ واقف بھی تھا، ادھر حضرت مخدومؒ توکل علی اللہ منتظر امداد غیبی تھے، کہ اسی اثناء میں سلطان محمد ابراہیم شاہ شرق کا

دعوت نامہ موصول ہوا اور فتح پور ہنسوا سے مع افواج واہل خاندان وخدام جونپور تشریف لائے، سلطان محمد ابراہیم شاہ شرق نے انتہائی اعزاز واکرام کا مظاہرہ کیا، سلطان نے حسب خواہش حضرت مخدومؒ کو صوفیانہ پُرسکون زندگی گزارنے کا سامان فراہم کیا، یعنی بیش بہا تحائف وبے شمار زرنقد کے ساتھ پرگنہ چریا کوٹ آپ کی جاگیر میں عطا فرمایا۔

جب یہ قافلہ چریا کوٹ میں داخل ہوا اور قوم چرا جو اس وقت وہاں آباد تھی، برسرپیکار ہوئی آخر کار وہ پسپا ہو کر قلعہ بند ہوئی اور فتح ونصرت کے شادیانے بجنے لگے۔

حضرت مخدومؒ جس مقام پر اپنی سواری سے اترے تھے، وہیں مکانات تعمیر کرا کے تاحیات مقیم رہے، بعد وصال اسی جگہ آپ کا مزار اقدس ایک پختہ چہار دیواری کے اندر اب تک موجود ہے، عقیدت مند لوگ ایصال ثواب ونذر ونیاز کرتے ہیں، شکست خوردہ قوم چرا کے لوگ اپنے اخراج کے وقت حضرت مخدومؒ سے ملتجی ہوئے تھے کہ اس سرزمین کو ہماری قوم کے نام سے موسوم کیا جائے، چنانچہ یہ اُن کی استدعا منظور ہوئی، چریا کوٹ کے نام سے اب تک یہ موضع موسوم ومشہور ہے، کاغذات سرکار میں اس موضع کا نام یوسف آباد چریا کوٹ درج ہے۔

حضرت مخدومؒ کے نسل کے عباسی شیوخ وعلماء وفضلاء یہاں کی آب وگل سے پیدا ہوئے ہیں، مولانا محمد فاروق عباسی بہت بڑے فلسفی اور عالم بے بدل تھے، جو علامہ شبلی نعمانی کے استاد تھے، عربی، عبرانی وفارسی کے زبردست عالم تھے، انھیں کے فرزند مولانا محمد مبین عباسی کیفی چریا کوٹی مشہور شاعر وادیب گزرے ہیں، انھوں نے ایک ماہنامہ ''العلم'' جاری کیا تھا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا قاضی الحاج محمد عنایت حسین عباسی بلند پایہ روحانی رہنما وصوفی مسلک بزرگ اسی خانوادہ کے چشم وچراغ تھے، جن کا عرس ۱۹، ۲۰ ربیع الاول کو سالانہ ہوتا ہے، اس آبادی میں تھانہ وڈاکخانہ، گرام سبھا اور ایک دینی درسگاہ دارالعلوم قادریہ کے نام سے جاری ہے اور ایک انجمن ''مخدومیہ'' ہے۔ ۱۴ر رجب کو سالانہ عرس حضرت مخدوم شاہ یوسف حسن عباسیؒ کا منعقد کرتی ہے، حضرت مخدوم شاہ یوسف حسن عباسیؒ کی تالیف تحفۃ النصائح ایک

علمی یادگار ہے جو فرائض وسنن کے احکامات پر مشتمل ہے۔

جہانا گنج

مغلیہ خاندان کی شاہزادی جہاں آراء بیگم نے اس قصبہ کو آباد کیا تھا، اس آبادی کے مشہور فرد مولوی محمد محسن صاحب مرحوم تھے، ان کی وجہ سے اس جگہ بڑے بڑے عالم وفاضل وحفاظ پیدا ہوئے، اس آبادی میں ایک دینی درسگاہ انوارالعلوم بھی قائم ہے، یہاں فینسی ساڑیاں وکپڑے تیار ہوتے ہیں، ہینڈلوم وپاورلوم سے بُنائی ہوتی ہے، اس آبادی کا نام سرکاری کاغذات میں برھتر جگدیش پور ہے، لیکن عام طور پر جہانا گنج روڈ کے نام سے مشہور ہے، یہاں تھانہ، ڈاکخانہ ومحکمہ بلاک بھی ہے، جہانا گنج روڈ اور ریلوے اسٹیشن اس آبادی سے بہت فاصلہ پر قائم ہے، اس اسٹیشن کے قریب شوگر فیکٹری آنجہانی اندرا گاندھی سرکار نے قائم کی ہے۔

ولید پور

اس آبادی میں حضرت مولانا محمد کامل نعمانی، غوث الوقت، چراغ ربانیؒ کا بنگلہ وباغ رحمٰن وجامع مسجد واُن کا مقبرہ ہے، آپ کا عرس ۶ و ۷ جمادی الثانی کو ہمیشہ ہوتا ہے، اُن کے مرید وخلیفہ حضرت صوفی محمد جان صدیقی، کرمانی سینگرویؒ کا تعمیر کردہ سماع خانہ اُن کا مقبرہ ہے، آپ کا عرس ۹، ۱۰ صفر کو سالانہ ہوتا ہے، یہاں کا خربوزہ بہت اچھا ہوتا ہے، نہایت لذیذ خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

خیرآباد

قصبہ محمد آباد گوہنہ سے ڈیڑھ کلومیٹر پر واقع ہے، اس قصبہ کو راجہ سید خیراللہ شاہ نے اپنے نام کی نسبت سے اس آبادی کا نام خیرآباد رکھا ہے، یہاں لکڑی کے کھڑاؤں، رحل، قلمدان اور دیگر لکڑی کے سامان بہت اچھے قسم کے بنتے تھے، بہت نفیس، نقش ونگار کے ساتھ سنگاردان وصندوق وغیرہ ملتے تھے، اس آبادی میں تین لشکری شہید سید سالار مسعود غازیؒ کے مدفون ہیں، جو اس آبادی کے نگہبان ہیں۔

یہاں کلنڈر مشین، سائزنگ مشین بھی ہے، یہاں دینی مدارس منبع العلوم اور مدرسہ عربیہ اشرفیہ ضیاء العلوم بھی قائم ہے، پبلک لائبریری، انجمن ضیاء اشرفیہ لائبریری، اُردو لائبریری، انصاری لائبریری، مومن انصار لائبریری قائم ہیں، جہاں مطالعہ کے لئے کتابیں، رسالے، اخبارات دستیاب ہوتے ہیں، اس آبادی کے مشہور سماجی کارکن حافظ محمد شعیب مرحوم تھے، اس آبادی میں ڈاکٹر شوکت علی صدیقی کامیاب ڈاکٹر ہیں، اُن کی دوائیں کم قیمت اور زود اثر ہوتی ہیں۔

یہاں کپڑے تیار ہوتے ہیں، ہینڈلوم، پاورلوم سے کپڑے بُنے جاتے ہیں، یہاں کے تیار شدہ کپڑے کوٹا چک اور موگا کلکتہ اور کوٹا کی منڈیوں میں جاتے ہیں، یہاں کسی ماہی گیر کا تعمیر کردہ پختہ تالاب و مندر لب سڑک واقع ہے۔

مبارک پور

قصبہ محمد آباد گوہنہ سے ۹ کلومیٹر مغرب میں واقع ہے۔

زمانہ قدیم میں اس آبادی کا نام قاسم آباد تھا، صوفی مسلک بزرگ راجہ سید مبارک شاہ کٹرا مانک پور سے یہاں تشریف لائے اور رشد وہدایت کی بزم آراستہ فرمائی اور اس آبادی کا نام، اپنے نام کی نسبت سے مبارک پور رکھا، اور ایک پرشکوہ جامع مسجد تعمیر کرائی، جس میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، افتادِ زمانہ بہت کہنہ و بوسیدہ ہوگئی تھی، حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ والحاج قاضی محمد عمر صاحب و محمد امین انصاری صاحب وغیرہ نے عوامی چندہ سے شہید کرائی اور ازسرنو اس کو تعمیر کرایا، جو پہلے سے بھی بہت وسیع اور شاندار اور پُرشکوہ ہوگئی ہے۔

یہاں پہلے سنگی وغلطہ، ریشمی وسوتی کپڑے بہت عمدہ قسم کے بُنے جاتے تھے، یہ کپڑے ۱۹۳۵ء سے متروک ہوگئے جس کی وجہ سے یہاں کے بنکر پریشان حال تھے، ۱۹۳۷ء سے ریشمی ساڑیاں تیار ہونے لگیں اور بے حد مقبول ہوئیں اور بنکر طبقہ کی پریشانی دور ہوئی۔

اس آبادی میں مدرسہ مصباح العلوم اشرفیہ، الجامعہ الاشرفیہ (عربک یونیورسٹی) مدرسہ احیاء العلوم، مدرسہ باب العلم، مدرسہ اہل حدیث بھی قائم ہیں اس کے علاوہ چھوٹے

چھوٹے مکاتب و مدارس بھی قائم ہیں جہاں دینی تعلیم کا سلسلہ قائم و جاری ہے۔

شاہ پنجہ میں قدم رسول، کربلا، عیدگاہ اور قبرستان عام مسلمانوں کا ہے، باغ انبہ ہے، سنی مسلمانوں کے قبضہ و انتظام میں ہے، بڑی پر فضا جگہ ہے۔

گولہ بازار میں قدم رسول اور کربلا اور اس کی عمارت ہے، ایام محرم میں شیعہ حضرات زیارت کرتے ہیں اور محرم کے تعزیوں کا سہرہ دفن کرتے ہیں، قدم رسول و کربلا بھی سنی فرقہ کے انتظام و تولیت میں ہے۔

اس آبادی میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث صاحب تصنیف بزرگ گزرے ہیں اور عالمگیر شہرت کے مالک تھے، دوسرے مولانا عبدالسلام مبارکپوری گزرے ہیں جو مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے ہم عصر تھے، یہ بھی صاحبِ تصنیف بزرگ تھے، اُن کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں، ایک سیرۃ امام بخاری، دوسری تاریخ المنوال، تیسرے مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری، صاحب شرح مشکوٰۃ ہیں۔ چوتھے صاحبِ تصنیف بزرگ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری مشہور مورخ اسلام جو بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں، یہ دونوں بزرگ ماشاءاللہ بقید حیات ہیں۔ (افسوس! اب یہ بزرگ بھی دار فانی سے دار بقا کے لئے رحلت کر گئے۔ مرتب)

اس آبادی میں شعر و ادب کا بھی ذوق ہے، علی حماد صاحب حماد، عبدالعزیز صاحب برقی نمایاں ہیں اور مبتدی شعراء نثار احمد صاحب جوہر، اسلام احمد صاحب گھائل، اقبال اختر صاحب، فراز صاحب، توفیق صاحب انجم۔

مدرسہ مصباح العلوم اشرفیہ سے ایک ماہنامہ رسالہ ''اشرفیہ'' بھی نکلتا ہے، ڈاکٹر سید احمد انصاری صاحب کی ادارۃ میں ایک سہ ماہی ''تنویر ہومیوپیتھی'' بھی جاری ہے، اس کے علاوہ اشرفیہ لائبریری ہے جس کی متعدد شاخیں قائم ہیں، قاسمیہ لائبریری اور جعفریہ لائبریری اور متعدد محلوں میں لائبریریاں قائم ہیں جہاں کتابیں، رسالے، اخبارات مطالعہ کے لئے دستیاب ہوتے ہیں۔

اس آبادی میں میاں جی غلام حسین اپنے دور کے اچھے بزرگ گزرے ہیں، پورہ رانی میں ان کی خانقاہ اور مزار مرجع خلائق ہے۔

تحصیل لعل گنج

لعل گنج بازار تحصیل کا صدر مقام ہے، اس کی آبادی بیسوندی کے کنارے واقع ہے، اس کا بازار بہت لمبا اتر دکھن ہے، تحصیل کی عمارت کے پاس شفاخانہ وتھانہ وڈاکخانہ بھی ہے، محکمہ بلاک ودفتر رجسٹری بھی ہے، یہاں کا حقہ وتمبا کو بہت مشہور ہے۔

دیوگام

شہر اعظم گڑھ سے ۳۸ کلومیٹر دکھن میں واقع ہے، زمانہ قدیم سے یہاں تحصیل تھی، ۱۹۴۱ء میں لعل گنج منتقل ہوگئی، اب صرف تحصیل اسکول، ڈاک بنگلہ، تھانہ وڈاکخانہ قائم ہے، مولوی محمد ماہؒ کا یہاں مزار اقدس ہے، اس آبادی کے لوگ بڑے ذہین وطباع ہیں اورشعروشاعری سے ذوق رکھتے ہیں، یہاں منیر احمد خاں قصیدہ گو شاعر تھے، تندرستی خراب ہونے کی وجہ سے وہ معذور تھے اور فوت ہوگئے، ان کے خلف الصدق منشی عبدہ خاں ان کی صحیح جانشینی کررہے ہیں، ادبی خدمات میں منہمک رہا کرتے ہیں اور شعروشاعری کا ذوق سلیم رکھتے ہیں، یہاں تعلیم یافتہ افراد کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

یہاں ۷/رجب ۴۲۴ھ میں سید سالار مسعود غازیؒ نے جہاد کرایا تھا، اُن مجاہدین اسلام کے مزارات بھی پائے جاتے ہیں، اور گنج شہیداں کے نام سے موسوم ومشہور ہیں، یہ گنج شہیداں میٹ مارکیٹ کے پاس ہے۔

منہاج پور

اس کی آبادی دیوگام سے ۱۳ کلومیٹر جانب پورب واقع ہے۔

حضرت خواجہ منہاج الدینؒ کو ابراہیم شاہ شرقی نے جاگیر میں یہاں کی مسلم زمین دے دیا تھا اور آپ اسی موضع میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے نام کی نسبت سے اس موضع کا نام منہاج پور رکھا، لیکن عوام نے اس کو بگاڑ دیا، اب اسی بگڑے ہوئے نام سے یہ موضع مہناج پور موسوم ومشہور ہے۔

حضرت خواجہ کو چند ناعاقبت اندیش لوگوں نے شہید کردیا اور ان کی جائداد پر قابض ہوگئے، آپ کا مزار اقدس اسی موضع میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔ ہر جمعرات کو آپ کے مزار پر چراغ روشن کرتے ہیں اور خوشبو جلاتے ہیں، وہاں کے چھتری، شادی بیاہ کے موقع پر نوشہ آپ کے مزار پر سلام کرنے جاتے ہیں۔

اس آبادی کے باشندہ بابو کلپناتھ سنگھ یہاں کے کامیاب وکیل تھے اور اعظم گڑھ ڈسٹرکٹ بورڈ کے چرمین کئی بار منتخب ہوئے تھے۔

بازار گوسائیں

شہر اعظم گڑھ سے ۳۰ کلومیٹر پر جانب دکھن واقع ہے۔ اس کا بازار بہت معمولی ہے، اُجاڑ بستی کی شکل میں ہے، اعظم گڑھ و بنارس سے آنے جانے والی بسیں رکتی ہیں۔

گوماڈیہہ

شہر اعظم گڑھ سے ۳۵ کلومیٹر بجانب دکھن واقع ہے۔

اس جگہ گوماں ڈیہہ کا تال ہے، یہاں گوماں کا خودرو درخت کثرت سے پایا جاتا ہے، غالبًا اسی مناسبت سے اس آبادی کا نام گوماں ڈیہہ رکھا گیا ہے، اس کا بازار بھی معمولی ہے۔

مینہ نگر

دیوگام سے ۱۹کلومیٹر پورب واتر میں واقع ہے۔شہنشاہ اکبر کے دورحکومت میں ایک خدارسیدہ بزرگ حضرت سید ابراہیم شاہ بخاریؒ مینہ نگر تشریف لائے تھے اور اپنا مرکز رشد وہدایت مینہ نگر بنایا تھا،مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہے، اس زمانہ میں موضع کھجوری کے چھتریوں کے دوگھرانے معزز ومشہور تھے، بڑے بابو وچھوٹے بابو، مچھلی کے شکار کے سلسلہ میں ایک تالاب میں بڑے بابو وچھوٹے بابو مع اپنی رعایا کے شکار میں منہمک تھے، شکار کی مچھلیوں کی تقسیم پر ہردو برادران کی توہین ہوئی اور موضع کی دیگر بڑی طاقتیں نبردآزما ہوگئیں اور زمیندارانہ طاقت کا غلط استعمال ہونا شروع ہوا اور ہردو برادران اس توہین سے کبیدہ خاطر ومغموم ہوکر حضرت سید ابراہیم شاہ بخاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امن وامان کی التجاء کی، حضرت سید ابراہیم شاہ بخاریؒ نے ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور بڑے بابو ہری سنگھ سے فرمایا کہ تم آگرہ جاؤ اورشہنشاہ اکبر سے کہنا کہ میں پوربی علاقہ سے آیا ہوں، وہاں ایک فقیر رہتا ہے، مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے، وہ جس وقت تم سے بادشاہ دریافت کرے تم اپنی سرگذشت بیان کرکے بادشاہ کو مطلع کرنا، وہ تم پر مہربان ہوگا۔

مینہ نگر کی تاریخ شاہد ہے کہ بابو ہری سنگھ پاپیادہ سفر کرکے آگرہ پہنچے اور آگرہ قلعہ میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر سے ملاقات کی، بادشاہ نے آمد کی وجہ ووطن دریافت کیا، بابو ہری سنگھ نے اپنی ساری المناک داستان سے بادشاہ کو باخبر کیا اور یہ کہا کہ مجھے سید ابراہیم شاہ بخاریؒ نے بھیجا ہے، بادشاہ نے تسکین دی اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اب تمہارے اچھے دن بالکل قریب ہیں۔

اسی ہفتہ شاہی فوج اور شاہی خزانہ کے ساتھ گورنر بنارس، مینہ نگر آ گیا، عوام میں یہ خبر مشتہر ہوگئی کہ بابو ہری سنگھ کو سید ابراہیم شاہ بخاریؒ نے آگرہ شہنشاہ اکبر کے پاس بھیجا تھا، اکبر نے بابو ہری سنگھ کو راجہ کے خطاب سے نوازا ہے اور گنگ تا سنگ یعنی گنگا کے کنارے سے کوہ

ہمالہ کی گھاٹی تک کی حکومت بخشی ہے اور شاہی فوج وخزانہ لے کر گورنر بنارس آیا ہے اور قلعہ تعمیر کرانے کا حکم لایا ہے یہ خبریں بجلی کے مانند ہر چہار جانب پھیل گئیں، سید ابراہیم شاہ بخاریؒ نے بابو ہری سنگھ کو طلب فرمایا کہ اب تم راجہ ہری سنگھ ہو گئے۔

قلعہ اور ہری باندھ ونیز دیگر عمارتیں تعمیر ہو کر تیار ہو گئیں اور راجہ ہری سنگھ اپنے قلعہ معلیٰ مینہ نگر میں فروکش ہو گئے، راجہ ہری سنگھ نے عنان حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور زمانہ دراز تک راجہ ہری سنگھ واُن کے خاندانی افراد قلعہ مینہ نگر کی رونق وزینت بنے رہے، انھیں کی نسل وخاندان میں راجہ ابھیمن سنگھ وراجہ ہربنس سنگھ وراجہ بکر ماجیت سنگھ وغیرہ تھے، راجہ ابھیمن سنگھ، وبکر ماجیت سنگھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

راجہ بکر ماجیت سنگھ نے اپنے حقیقی بھائی رودر سنگھ کو قتل کر دیا اور اورنگ زیب کی فوج نے ان کو گرفتار کر کے اورنگ زیب کے حضور میں پہنچایا، انھوں نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا وہاں سے واپس ہو کر راجہ بکر ماجیت سنگھ نے ایک مسلم خاتون سے شادی کر لی اور اُن کے دولڑکے پیدا ہوئے جن کا نام اعظم خاں وعظمت خاں تھا، اُن کی نسل میں بہت سے راجگان یکے بادیگرے ہوئے، موجودہ دور میں راجہ اعظم خاں ثانی الثانی اپنی حیات تک قلعہ مینہ نگر کی افتادہ زمین پر قابض تھے، ان کی وفات کے بعد راجہ نیر اعظم خاں کا قبضہ ہے، قلعہ مینہ نگر ڈھ گیا۔

روضہ راجہ ابھیمن سنگھ (دولت خاں) آثار قدیمہ میں شمار ہوتا ہے، یہ نشیبی علاقہ ہے اور پانی کے ذخائر بے پایاں ہیں، یہ جگہ آبادی کے لحاظ سے جزیرہ نما ہے، اس کا نام مینہ نگر غالبا کثرت آب کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

جہانگیر کے دورِ حکومت میں راجہ ابھمن سنگھ آگرہ جا کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کا نام دولت خاں رکھا گیا۔

شہنشاہ جہانگیر نے اُن کو اپنا صوبہ دار جونپور، الہ آباد کا مقرر کر کے ضلع اعظم گڑھ کے بائیس پرگنہ جات جاگیر میں عطا کئے تھے، راجہ ابھیمن سنگھ (دولت خاں) لاولد تھے، اپنی زندگی

ہی میں اپنی ساری ریاست اپنے بھتیجے راجہ ہربنس سنگھ کو عطا کر دی تھی، راجہ ابھیمن سنگھ (دولت خاں) بعد از وفات مینہ نگر میں مدفون ہوئے، برٹش دور حکومت تک ان کے مقبرہ کی حفاظت ونگرانی کے لئے ایک سرکاری ملازم ونگراں مقرر تھا، اس دور آزادی میں اب کوئی نہیں ہے، روضہ کی عمارت کی مرمت ہوتی ہے نہ سفیدی، خستہ حالت میں ہے۔

یہاں محکمہ بلاک، ڈاکخانہ اور صوفی مسلک فقیر سید ابراہیم شاہ بخاریؒ کا روضہ محلّہ درگاہ میں ہے۔ (ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

ڈوبھاؤں

قصبہ دیوگاؤں سے ۱۶ کلومیٹر دکھن و پورب واقع ہے، دونا ندی کے حاشیہ پر ایک پتھر کا ہاتھی اور مینار تعمیر ہے، اس مینار پر (۱۲۰۱) تحریر ہے، جو گوبند چند قنوجی کے دور حکومت میں تعمیر ہوا ہے۔

سدھونا

قصبہ دیوگام سے ۸ کلومیٹر بجانب دکھن و پورب میں واقع ہے، یہاں سدھشوری دیوی کا استھان ہے، جو زمانہ قدیم کا تعمیر کردہ ہے، یہاں چیت رام نومی کے موقع پر بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔

☆☆☆

ضلع اعظم گڑھ

زمانۂ قدیم میں ضلع اعظم گڑھ کے چار راجگان خودمختار راج بھر قوم کے گزرے ہیں، جن کی کوٹ کے صرف نشانات پائے جاتے ہیں۔ تحصیل محمد آباد گوہنہ میں راجہ گوہن دیو تھے اور تحصیل پھولپور میں راجہ اصل دیو موضع اصلائی میں تھے اور موضع بوڑھن پور میں راجہ بوڑھن دیو تھے، تحصیل سگڑی میں راہ گرگ دیو تھے۔ (ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

دور ہمایونی میں موضع تھوپور تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں راجہ تھومل خودمختار راجہ تھا۔

سہسرام سے شیر شاہ سوری مسلح افواج کے ساتھ قنوج میں ہمایوں سے لڑنے جا رہا تھا، ۱۵/جنوری ۱۵۳۰ء کو تھوپور تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڑھ تک پہنچا تھا کہ راجہ تھومل نے اس کا راستہ روکا اور برسر پیکار رہا۔ وہ شیر شاہ سوری کے لشکر جرار کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گیا۔

موضع ٹکرا ڈیہہ جو دوباری کے متصل دریائے گھاگھرا کے کنارے واقع ہے، اس وقت وہاں کا راجہ مادھومل خودمختار راجہ تھا اور شہنشاہ اکبر کا بہی خواہ تھا، اسی نے شہنشاہ اکبر کو علی قلی خاں کے ارادہ خودمختاری سے آگاہ کیا تھا۔ جونپور آ کر امور سلطنت کا انتظام سنبھال کر فوراً مع افواج قصبہ نظام آباد ضلع اعظم گڑھ پہنچا اور خیمہ زن ہوا۔

۱۵۶۵ء شہنشاہ اکبر نظام آباد سے علی قلی خاں کے تعاقب و سرکوبی میں سرگرداں ہوا۔ عبدالرحیم خاں خاناں کو نظام آباد سے علی قلی خاں کے تعاقب کے لئے روانہ کیا لیکن علی قلی خاں محمد آباد گوہنہ سے مع اپنی افواج کے دریائے ٹونس پار کر کے فرار ہوا۔ عبدالرحیم خان خاناں کی

واپسی نظام آباد کے بعد شہنشاہ اکبر مع اپنی افواج کے دوہری گھاٹ گھاگھرہ پار کر کے بڑھل گنج کے پورب چلّو پار میں علی قلی خاں کی فوج اور اکبر کی فوج سے مقابلہ ہوا، علی قلی خاں پسپا ہو کر فرار ہو گیا۔

پختہ و خام سڑکیں: ضلع اعظم گڑھ میں تجارتی مال کی درآمد و برآمد کے لئے چند ذرائع ہیں، ریلوے و کشتی، بیل گاڑی، ٹریکٹر، بس، ٹیکسی، گھوڑا، بیل بھینسہ وغیرہ کے ذریعہ مال کو لے جانے ولانے کے لئے بہت سی خام و پختہ سڑکیں تعمیر ہیں، تقریباً ہر گاؤں کا جنتا شرم دان کی سڑکوں سے الحاق ہو رہا ہے، اس کے علاوہ شہر کی خام سڑکیں بھی ہیں، جو اعظم گڑھ سے شروع ہو کر ہر چہار طرف کو جاتی ہیں، حسب ذیل سمتوں پر یہ سڑکیں جاری ہیں۔

اعظم گڑھ سے پچھّم فیض آباد کو پختہ سڑک جاری ہے، کپتان گنج سے دو سڑکیں جاری ہیں، ایک اہرولہ اور دوسری سڑک قصبہ مہراج گنج ہوتی ہوئی جین پور تک گئی ہے اور جین پور سے دوہری گھاٹ کو گئی ہے اور ایک سڑک اعظم گڑھ سے بلریا گنج ہوتے ہوئے رونا پار گئی ہے اور ایک سڑک جین پور سے عظمت گڑھ سے ہوتی ہوئی تال نرجا کے پاس سے گھوسی والی سڑک سے جا کر مل گئی ہے، اور ایک سڑک جین پور سے بلریا گنج سے ہوتے ہوئے قصبہ مہراج گنج کی سڑک سے مل گئی ہے، شہر اعظم گڑھ سے بجانب دکھن دیوگام سے ہوتی ہوئی یہ سڑک سرائے رانی ہوتی ہوئی جونپور کو گئی ہے اور ایک سڑک سرائے رانی ہوتی ہوئی شاہ گنج کو جاری ہے، اُسی سڑک سے پھول پور اور وہاں سے اہرولہ ہوتی ہوئی کپتان گنج کو گئی ہے۔

ایک سڑک پھریہا سے شیخ محمد روڈ محمد پور کو جاتی ہے، دوسری سڑک پھریہا سے نظام آباد ہوتے ہوئے تہبر پور اور وہاں سے کپتان گنج والی سڑک سے مل گئی ہے، دیوگام سے دو سڑکیں پھوٹ کر پورب والی سڑک منہاج پور کو اور دوسری سڑک پچھّم والی بردہ بازار کو جاتی ہے اور شہر اعظم گڑھ سے قصبہ چریا کوٹ ہوتی ہوئی غازیپور جانے والی سڑک سے مل گئی ہے، شہر اعظم گڑھ سے سدھاری ہوتے ہوئے حیدر آباد چوک سے چھتوارہ ہوتے ہوئے یہ سڑک مینہ نگر

والی سڑک سے مل گئی ہے، ایک سڑک شہر اعظم گڑھ سے سدھاری ہوتے ہوئے مبارک پور موڑ سے محمد آباد ہوتے ہوئے قصبہ مئو کے لئے جاری ہے اور ایک سڑک چریا کوٹ سے محمد آباد کو جاری ہے، یہی سڑک قصبہ گھوسی والی سڑک سے مل گئی ہے، ایک سڑک مینہ نگر سے جاری ہے جو دیوگام والی سڑک سے مل گئی ہے، ایک سڑک جہانا گنج سے آکر مبارک پور ہوتے ہوئے جین پور والی سڑک سے مل گئی ہے اور ایک سڑک غازیپور سے جاری ہے جو مئو ہوتے ہوئے کوپا گنج، گھوسی سے ہوتے ہوئے دوہری گھاٹ گئی ہے۔ یہاں گھاگھرہ ندی پر جو پل ہے وہ اعظم گڑھ کا سرحدی مقام ہے۔

دوہری گھاٹ سے ایک جدید سڑک تعمیر ہوئی ہے، جو ضلع بستی ہوتے ہوئے بہرائچ تک گئی ہے، ایک سڑک قصبہ کوپا گنج سے محمد آباد کو گئی ہے اور دوسری سڑک مدھوبن سے ہوکر گورکھ پور والی سڑک سے مل گئی ہے اور گھوسی سے ہوکر ایک سڑک سورج پور کو جاری ہے اور دوسری سڑک دوہری گھاٹ سے سورج پور، مدھوبن، کٹگھرا ہوکر بلتھرا روڈ ضلع بلیا میں مل گئی ہے۔

ندیاں

گھاگھرہ ندی نیپال کے پہاڑوں سے نکل کر ضلع گورکھپور اور ضلع دیوریا کو ضلع اعظم گڑھ سے علاحدہ کرتی ہوئی ضلع اعظم گڑھ کے شمالی کنارے پر رواں ہوکر ضلع بلیا میں جا کر گنگا میں مل کر ختم ہوگئی ہے۔

بارش کے زمانہ میں سیلاب کی وجہ سے گھاگھرہ کا پاٹ ۹ کلومیٹر تک چوڑا ہو جاتا ہے، اگر اس سال اس کنارے پر رواں ہے تو دوسرے سال اپنی جگہ چھوڑ کر آٹھ کلومیٹر دور نکل جاتی ہے، اس کے حاشیہ پر بالو کی ریت پاٹ دیتی ہے، اس ندی میں پل وگھاٹ پختہ بہت کم پائے جاتے ہیں، اس ندی کے حاشیہ پر دوہری گھاٹ، سورج پور، دوباری ضلع اعظم گڑھ کے قصبات ہیں۔

ٹونس ندی ضلع اعظم گڑھ کی خاص ندی ہے، تقریباً تین چوتھائی حصہ پر اس ضلع کی

آبادی ٹونس ندی پر قائم ہے، یہ ندی ضلع فیض آباد کے ٹامسا تال سے نکل کر اس ضلع کے بیچ سے رواں ہوکر شہر بلیا کے قریب گنگا ندی میں مل جاتی ہے، اس ندی کے حواشی پر تحصیل پھول پور کے علاقہ جات اہرولہ، درباسہ، وصدر تحصیل نظام آباد اعظم گڑھ، تحصیل محمد آباد گوہنہ، مبارک پور، خیرآباد، مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ کے خاص قصبات وشہر آباد ہیں۔

مجھوئی ندی: فیض آباد سے رواں ہوکر درباسہ کے قریب ٹونس ندی میں مل گئی ہے، اس کے حاشیہ پر درباسہ کی آبادی ہے، درباسہ رشی کے مندر پر کارتک پورنماشی کے موقع پر بہت بڑا میلہ لگتا ہے اور اشنان کی رسم ادا کی جاتی ہے، اس ندی سے سیوار کی جڑ (ریوسہ) پھولپور کی بازار میں کثرت سے آکر فروخت ہوتا ہے۔

کنور ندی: ضلع جونپور سے رواں ہوکر قصبہ نظام آباد کے قریب کٹھوا کے پل سے گزرتی ہوئی موضع غوث پور میں ٹونس ندی وکنور ندی کے سنگم پر دتاترے رشی کا مٹھ ہے، اس جگہ شیوراتری وچیت رام نومی کے موقع پر بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔

بگھاڑی ندی: یہ ندی بینسا تال سے نکل کر کنور ندی میں مل گئی ہے، اس ندی کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ضلع اعظم گڑھ کی تمام ندیوں کے برخلاف پورب سے پچھّم کو رواں ہے جب کہ ضلع کی تمام ندیاں پچھّم سے پورب کو رواں ہیں۔

بیسوندی: اس ندی کے قریب قصبہ لعل گنج آباد ہے، یہ ندی جونپور سے نکل کر ضلع اعظم گڑھ سے گزرتی ہوئی ضلع غازیپور میں گنگا ندی میں مل گئی ہے۔

دونا ندی: یہ ندی تحصیل لعل گنج میں موضع ڈوبھاؤں کے قریب سے گزرتی ہوئی رواں ہے۔

کیاڑ ندی: کپتان گنج سے متصل ایک تال ہے اسی تال سے نکلی ہے۔ کچھ فاصلہ پر ٹونس ندی میں مل گئی ہے۔

سلنی ندی: موضع بڑسڑا اور موضع کونرا کے درمیانی تال سے نکل کر موضع جولہاپور سے گزر کر موضع مظفر پور کے پاس ٹونس ندی میں مل گئی ہے، اُسی سنگم پر چندرماں رشی کا آشرم ومندر ہے،

اس مقام پر چیت رام نومی و کارتک پورنماشی کو زبردست میلہ لگتا ہے، اس جگہ ایک ناگا سادھو مہاتما گری مقیم ہیں۔(اب وہ پرلوک سدھار گئے۔مرتب)

سیکسوئی ندی: موضع مندری سے اُتر ایک تال سے نکل کر رواں ہے اور موضع منچو بھا کے قریب ٹونس ندی میں مل گئی ہے۔

منگئی ندی: موضع رنگ ڈیہہ کے متصل ایک تال سے رواں ہے، ضلع غازیپور میں گنگا میں مل گئی ہے۔

گانگے ندی: یہ ندی ضلع اعظم گڑھ کے دکھنی سرحد پر رواں ہے۔اس کے علاوہ اونتی ندی، لیڑوئی ندی، نرھی ندی، بکسیا ندی، لونی ندیاں بھی ہیں اور چھوٹے بڑے تال ندیوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

چھوٹے بڑے تال

ضلع اعظم گڑھ کی زمین کی سطح کہیں ہموار اور کہیں ناہموار، کہیں نشیب اور کہیں فراز کی شکل میں پائی جاتی ہے، ضلع کا ڈھال بھی کہیں کہیں دوسری سمت مڑ جاتا ہے، بارش کا پانی ہر جگہ سے آکر نشیبی زمین پر جمع ہو جاتا ہے، اس پانی کے ذخائر کو عرف عام میں تال کہا جاتا ہے، یہ تال متعدد جگہ خاص طور پر ضلع اعظم گڑھ کے دکھنی علاقہ میں پایا جاتا ہے اور متعدد جگہوں پر اس کے پانی کو روکنے کے لئے باندھ باندھے گئے ہیں تحصیل لعل گنج کے علاقہ میں کوٹھل، جھراؤں، گوما ڈیہہ کے تال مشہور ہیں۔

تحصیل پھول پور میں پوک تال ہے، تحصیل محمد آباد گوہنہ میں سلونا تال ہے، تحصیل صدر میں گمبھیر بن تال ہے، اِن چھ تالوں میں مچھلیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں، کوڑیہ اور نظام آباد کی سرحد پر تلہنا تال ہے، تحصیل سگڑی میں عظمت گڑھ تال ہے، تحصیل گھوسی میں نرجا تال، رتوے تال، پکڑی تال، مجھیا تال ہیں، ان تالوں میں سب سے گہرا تال تحصیل محمد آباد گوہنہ کا سلونا

تال ہے، ان تالوں میں ندی ونالوں سے بھی پانی آتا ہے، پکڑی تال میں شکاری لوگ چڑیوں کا شکار کرتے ہیں اور کسان کھیتوں کی آب پاشی کرتے ہیں، ضلع اعظم گڑھ کے تال رتوے، نرجا، پکڑی، کھدرا، سلونا، کونکسہ، ہنسنا ڈیہہ، بھیسا تال، عظمت گڑھ کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے بڑے تال پائے جاتے ہیں۔

آزادی کے بعد محکمہ بلاک کا آغاز: پورے ضلع اعظم گڑھ میں محکمہ بلاک کے ذریعہ ترقیاتی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے حکومت نے حسب ذیل مقامات پر اس کی عمارتیں بنوائیں اور اس کا عملہ کار رکھا ہے۔

تحصیل صدر اعظم گڑھ	:	(پلہنی) سرائے رانی، تہبر پور، مرزا پور، محمد پور۔
تحصیل محمد آباد گوہنہ	:	محمد آباد گوہنہ، رانی پور، جہانا گنج، پردھاں۔
تحصیل گھوسی	:	گھوسی، بڑا گاؤں، دوہری گھاٹ، کوپا گنج۔
تحصیل سگڑی	:	عظمت گڑھ، بلریا گنج، ہرّیا۔
تحصیل پھول پور	:	پھول پور، مارٹین گنج، اہرولہ، اترولیا۔
تحصیل لعل گنج	:	لعل گنج، مینہ نگر، تروا۔

تھانے: اعظم گڑھ تھانہ کوتوالی، تھانہ نظام آباد، تھانہ سرائے میر، تھانہ گمبھیر پور، تھانہ اہرولہ، تھانہ پوئی، تھانہ اترولیا، تھانہ دیدار گنج، تھانہ دیوگام، تھانہ محمد آباد، تھانہ مئو، تھانہ مبارک پور، تھانہ چریا کوٹ، تھانہ جہانا گنج، تھانہ مہراج گنج، تھانہ کندھرا پور، تھانہ جین پور، تھانہ رونا پار، تھانہ گھوسی، تھانہ مدھوبن، تھانہ کوپا گنج، تھانہ سدھاری، تھانہ سرائے رانی، تھانہ پھولپور، تھانہ مہناج پور، تھانہ کپتان گنج، تھانہ تہبر پور، تھانہ دوہری گھاٹ، اس کے علاوہ بہت سی پولیس چوکیاں بھی قائم ہیں۔

ڈاکخانے

صدر اعظم گڑھ، سٹی پوسٹ آفس، شبلی منزل پوسٹ آفس، کلکٹریٹ پوسٹ آفس، قلعہ

پوسٹ آفس، سدھاری، پلھنی، نظام آباد، سرائے رانی، سنجر پور، سرائے میر، گمبھیر پور، پھریہا، پھول پور، انباری، دیدار گنج، ماہل، اترولیا، مہراج گنج، کپتان گنج، محمد آباد، مئو، کھرہٹ، کاجھا، چریا کوٹ، جہانا گنج، کرہاں، مبارک پور، اہرولہ، بھیڑیا جید پور، سردھا، کوئلسہ، رومن پور لعل گنج، مینہ نگر، منگراواں، دیوگام، بردہ، ٹھکماں، رسول پور، مہناج پور، گھوسی، کوپا گنج، دوہری گھاٹ، سورج پور، مدھوبن، املا، بی بی پور، اندارہ، بھپورہ، بھیورہ، فتح پور تال رتوے، کٹگھرہ، دوباری، نیم ڈانڑ، تال نرجا، جین پور، عظمت گڑھ، جوکہرہ، روناپار، میر گنج، ترھی، تہبر پور، بنکٹ، بلریا گنج، بازار گوشائیں، کندھراپور، اس کے علاوہ بہت سے برانچ آفس بھی ہیں۔

ڈاک بنگلے: اعظم گڑھ، محمد آباد، سرسینا، مئو، گھوسی، جین پور، دیوگام، تروا، مینہ نگر، ٹھکما، پھول پور، پلیا، اہرولہ۔

ہالٹ ریلوے اسٹیشن: پلی گڑھ ہالٹ جو کھرہٹ ومئو کے درمیان میں ہے، سنجر پور ہالٹ جو پھریہا اور سرائے میر کے درمیان میں ہے، خان جہاں ہالٹ، جوشاہ گنج اور دیدار گنج کے درمیان میں ہے۔ (ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

مشاہیر شہر اعظم گڑھ

خواجہ عنایت اللہ عرف سردار، خواجہ عظمت اللہ عرف میڈھو میاں، خواجہ اسد اللہ، خواجہ رحمت اللہ عرف اچھے صاحب، سردار خاں (بڑا گھر) بابو وارث علی خاں، بابو نوازش علی خاں بابو سدھاری، عبدالرحمٰن خاں مختار میونسپل کمشنر، مولانا خدا بخش، منشی عبدالغفور تاجر چرم، الحاج دین محمد عراقی، حافظ نادر، حافظ عبدالحکیم خاں، حاجی کھن کھن قریشی، مولوی مرزا محمد سلیم وکیل، حافظ حسن علی وکیل، بابو گتی سنگھ، راجہ سکری چند، راجہ رام اگروال، متھورا پرشاد گولوارہ، رام چرتر لعل وکیل، ملوساہو، بنسی دھر اگروال، اس دور میں یہ لوگ موجود نہیں ہیں، اللہ کو پیارے ہو گئے۔

مشہور اطباء: یہاں کے یہ اطباء ماہر فن اور طبیب حاذق تھے، جو موجودہ دور میں نہیں ہیں، یہ

لوگ اللہ کے پیارے ہوگئے، یہ شہر حکماء سے خالی پڑا ہے۔

حکیم سید ضامن علی مچھلی شہری، حکیم سید کرامت حسین، حکیم محمد نبی جیراج پوری، حکیم سید علی مفید زنگی پوری، حکیم سید بدلو شیخ پورہ، حکیم مولوی محمد یوسف بندولی، حکیم مولوی الٰہی بخش مبارکپوری، حکیم حکیم الدین ابوسعید پوری، حکیم عبدالواحد خاں غازی پوری، حکیم مولوی نصیرالدین ولید پوری، حکیم سید غلام حسین شاہ دیوت، حکیم سید محمد حسین شاہ دیوت، حکیم سید عنایت حیدر محمد آبادی، حکیم شاہ محمد یوسف قلندر پوری، حکیم حافظ حاجی محمد اسحاق، حکیم محمد مصطفیٰ ابوسعید پوری، حکیم مصلح الدین ثاقبؔ۔

مشہور جراح: مولانا جراح، محمد شائق جراح، حافظ منیر جراح، حافظ محمد نذیر جراح، باڑھو جراح، محمد یٰسین جراح، محمد ابراہیم جراح، تارا سنگھ جراح، اب یہ لوگ دنیا میں نہیں ہیں۔

مشہور وید: پنڈت منگلا وید، پنڈت رامانند وید، جگد یورام یادو وید، پنڈت چندردت ترپاٹھی وید، پنڈت وشوناتھ پرشاد اپادھیا عرف ہرہر وید۔

مشہور تجار وعطار: سردھارام عطار، مصری رام عطار، رام کشور عطار، عبدالغفور عطار، محمد سلیم عطار، رسول حق عطار، محبوب عطار، یعقوب خاں عطار، محمد عطار، امیر احمد عطار، دین محمد عطار، محمد یونس انصاری عطار، منگرو عطار، محمد اویس عطار، اچھیبر عطار، روپا عطار، برجموہن عطار، نادر خاں عطار، سید مشرف حسین عطار، بدیع الزماں عطار، اب یہ لوگ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔

حکیموں کے دواخانے: حکیم محمد ابراہیم خاں خاقانی، حکیم شاہ محمد یوسف قلندر پوری، حکیم حافظ حاجی محمد اسحاق۔

تھوک فروشی کی دوکانیں: گیارام رام سرن، رام داس، آتمارام، مہادیو رام گجادھر پرشاد، ہیرالعل ٹھاکر پرشاد، بیجناتھ پرشاد، وشوناتھ پرشا، کاشی ناتھ ماڑواڑی۔

ادباء وشعراء

حبیب اللہ حبیبؔ، علامہ شبلی نعمانی، مولوی حبیب الرحمٰن کلیمؔ، قاضی عبدالرحمٰن حیرتؔ،

مولانا اقبال احمد خاں سہیل، مرزا احسان احمد احسان، منشی رحمت الٰہی صدیقی برق، منشی معین الدین منیف، حافظ یٰسین برق، ماسٹر مسعود الرحمٰن کلام، صدرالدین کرم، عبدالرحیم شاہ آزاد، مرزا مشتاق احمد ناداں، منشی نبی بخش خاں بیکس، منشی امین اللہ امین، منشی وشوناتھ پرشاد شیدا، مسٹر امجد علی غزنوی امجد، برکت علی صدیقی برقی، عدیل عباسی جامی، مولانا عبدالرحمٰن اصلاحی پرواز، حکیم عبدالباقی نامی، خلیل خاں خلیل، مظفر احمد ادیب اعظمی، گیان چند گیان، ضیاء الرحمٰن ضیاء، ڈاکٹر رحمت علی صدیقی اکمل، ڈاکٹر معظم معظم، حکیم مصلح الدین ثاقب، حبیب اللہ انصاری حبیب، محمد یحییٰ حنفی، محمد خلیل جاہل۔

اردو پریس: آفتاب پریس، ماہتاب پریس، احسن پریس، ملت پریس، اتحاد پریس، اعظمی پریس، شری گوپال پریس، یہ سب پریس بند ہو گئے۔

معارف پریس، قادری پریس، پروین پریس، جاری ہیں۔

اردو اخبارات ورسائل

لیبرل ہفتہ وار، سہیل ہفتہ وار، حکومت ہفتہ وار، ملک ہفتہ وار، اعظمی ہفتہ وار، ڈسٹرکٹ گزٹ پندرہ روزہ، معارف ماہنامہ، الفلاح ماہنامہ، سرشار ماہنامہ، اصلاح ماہنامہ، تنویر ہومیوپیتھی سہ ماہی، اشرفیہ ماہنامہ، العلم ماہنامہ۔

ہندی پریس: پربھات پریس، رام پریس، وشوناتھ پریس، جارج پریس، مہامنگل پریس، پریم پرنٹنگ پریس، کرشنا پریس، کمرشیل پریس، مہابیر پریس، درگا پریس، عظمت گڑھ پنچایت پریس، سرسوتی پریس، آرٹ پریس، نیو آرٹ پریس، جنتا پریس، یونیورسل پریس، اگروال پریس، راشٹریہ پریس، دیول پریس، بسنت پریس، سیوا پریس، سکونتلا پریس، بھارت پریس، پرکاش پرنٹنگ پریس، نیشنل پریس، اعظمی پریس، آزاد پرنٹنگ پریس، آزاد پریس، سنگتا پریس، النکار پریس، سہگل پریس، جنتا پریس، نیوتن یادو پریس، راج ہنس پریس، ادھیا پک پریس،

امر جوتی پریس، آتل پریس، بھگوتی پریس، ایجوکیشنل پریس، ہنومان پریس، اجنتا پریس وجے پریس، ودیا مندر پریس، نوتن پریس، سواابھیمان پریس، وید پرنٹنگ پریس، گوتم پریس، سری واستو پرنٹنگ آفسیٹ پریس۔

ہندی اخبارات ورسائل: دیول روز نامہ، مانوسیوک ہفتہ وار، مہامنگل ہفتہ وار، سندیش ہفتہ وار، طوفان ہفتہ وار، شُبھ سندیش ہفتہ وار، اودھوت ہفتہ وار، ٹمسا ہفتہ وار، واکلوس ہفتہ وار، گزٹ ہفتہ وار، سنتا سنگھرش ہفتہ وار۔

طاعون وپلیگ کی وباء: ۱۹۰۱ء میں اس بیماری کا زور بہت زیادہ تھا، اس بیماری میں بخار آتا تھا اور سرسامی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی، اور گلٹیاں پٹھے وبغل میں نمودار ہوکر مریضوں کا صبح یا شام تک خاتمہ ہوجاتا تھا۔

۱۹۰۱ء میں شہر ومضافات کے ہر گھروں میں کم وبیش مریض پائے جاتے تھے، اموات سے کوئی گھر چھوٹا نہ تھا، چوہے از خود مرتے تھے، شہر وقصبات ومواضعات کوئی جگہ ایسی نہ تھی، جہاں اس بیماری کا اثر نہ ہوتا، خوف وہراس کا عالم طاری تھا، لوگ مکانات چھوڑ کر کھیتوں ومیدان میں پھونس کی منڈیاں ڈال کر گزر بسر کرتے تھے، بھگدڑ مچی تھی اور مردے دریا میں بہانے اور دفن کرنے والے نہیں ملتے تھے۔ قصبہ مبارک پور میں کثرتِ اموات سے بہت مکانات میں تالے لگ گئے تھے، محکمہ ہیلتھ کی طرف سے باہوں میں ٹیکہ لگانا شروع کیا اور ہر گھر میں چوہے دانی سے چوہا پھنسا کر مارے جاتے تھے، اس وبائی بیماری کا خاتمہ ۱۹۲۹ء میں ہوگیا۔

(ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

قحط سالی: ضلع اعظم گڑھ میں ۱۹۰۴ء قطعی بارش نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا، غریب عوام قحط سالی سے سخت پریشان تھے۔ بازار سے غلہ غائب تھا۔ عوام کی حالت بد سے بدتر تھی۔ آم کی گٹھلیوں کی گودی کی روٹیاں بنا کر راب سے کھاتے تھے اور پیپل وپاکڑ کے کوپل وپتھری کا ساگ بنا کر کھاتے تھے اور درختوں کی چھال اُبال کر پیتے تھے، یہ بڑا جان لیوا اور پریشان کن دور تھا۔

اسی زمانہ میں ایک انگلو انڈین مسٹر بار برنے باہر سے غلہ منگوا کر شہر اعظم گڑھ اتلس تالاب پر غلہ بازار لگوایا اور شہر میں منادی کرادی کہ جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو وہ غلہ ادھار ایک سال کے وعدہ پر لے جاسکتا ہے، اس کے بازار کا غلہ ہر قسم کا ایک روپیہ کا پانچ سیر ملتا تھا، ۳۲ گنڈہ روپیہ کے وزن کا سیر تھا، اس اعلان کے بعد اس کے بازار پر عوام ٹوٹ پڑے، تقریباً تین ماہ تک اس کے بازار کا سلسلہ قائم تھا، عوام نے اس کے بازار کا سارا غلہ ادھار خرید کر اپنے بال بچوں کو زندہ رکھا۔

جب دوسرے سال بارش ہوئی، مزدور پیشہ کسان طبقہ کو اطمینان نصیب ہوا، مسٹر بار برنے وصولی بقایا اس طرح سے شروع کیا کہ ایک ہاتھ کا جوتا اور بانس کے دو ڈنڈے تیار کرا کے اپنے کمرہ کی میز پر رکھوا دیا تھا اور قرض داروں کو بلوایا اور اپنے ملازمان سے کہہ دیا کہ بقایہ دار اسامیوں کو کمرہ میں لے جا کر جوتہ وڈنڈا دکھادو اور ان سے کہہ دو کہ اگر بقایا نہ ادا کروگے تو اسی جوتے وڈنڈے سے پٹائی ہوگی، دو ایک بقایا دار اسامیوں پر یہ واردات ہوئی، پھر کیا تھا، سارے شہر میں تہلکہ مچ گیا اور بقایا دار اسامیوں نے اپنا زیور وسامان فروخت کر کے اس انگریز کا بقایا ادا کر دیا۔ (ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

تیز آندھی: ۱۹۰۹ء میں یہ آندھی اس طرح آئی کہ گرد وغبار تند ہوا کے ساتھ اس کا آغاز ہوا اور ایسا اندھیرا ہو گیا کہ اپنا ہاتھ آدمی کو دکھائی نہیں دیتا تھا، سفالہ پوش مکانات کے کھپریل ہوا کے ساتھ اُڑ کر تمام راستوں پر آ کر پٹ گئے تھے اور درخت اکھڑ گئے تھے، آدمی جو میدان میں تھے، وہ ہوا میں اڑ کر ندی نالوں میں اور کنوؤں میں جاں بحق ہو گئے، تقریباً دو گھنٹہ یہ آندھی اپنی پوری رفتار سے جاری رہی، اس کے بعد آسمان آہستہ آہستہ صاف ہوا اور سورج کی روشنی نصیب ہوئی۔

(ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

ریلوے کا آغاز: ۱۸۹۴ء میں مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ سے شاہ گنج ضلع جونپور تک بی، ین، ڈبلو، آر کی داغ بیل پڑی، زمین کی سطح اُونچی کرنے کے لئے مٹی ڈالنا شروع کیا، ساتھ

ہی ریلوے اسٹیشن اور پل کا تعمیراتی کام بھی جاری تھا، بعد تکمیل تعمیراتی کام،لکڑی کی موٹی موٹی پٹریاں ریلوے سڑک پر بچھائی گئیں، پھراُن کوایک دوسرے سے منسلک کر کے کیل کانٹوں سے جوڑ کر مکمل کرنے کے بعد محکمہ ریلوے کے انجینئر اوراوورسیر متعد ڈھیلوں پر سرخ جھنڈیاں لگائے ہوئے اسی ریل کی پٹریوں پر سے آتے وجاتے نظر آتے تھےاوراس کی دیکھ بھال کرتے تھے، جوبھی وخامی نظر آتی اس کوفوراًدرست کرانے میں مصروف ہوجاتے تھے،اس کے بعد۱۹۰۲ء میں ریل گاڑی مع انجن کے مئوناتھ بھنجن جنکشن سے شاہ گنج جنکشن تک کے لئے جاری ہوئی، گاڑیوں کی آمدورفت روزانہ جاری تھی،اسی درمیان میں ریلوے اسٹیشن و پلیٹ فارم کی بھی تعمیر مکمل ہوگئی،مئو، کھرہٹ،محمد آباد، جہانا گنج روڈ،اعظم گڑھ،سرائے رانی، پھریہا،سرائے میر، خراسوں، دیدار گنج، کےاسٹیشنوں کا قیام وجود میں آیا۔

اور دوسری شاخ مئو سے اندارہ ہوتی ہوئی گورکھپور کو جاتی ہےاور تیسری شاخ اندارہ سے بلیا کوگئی ہے، چوتھی شاخ اندارہ سے کوپا گنج وگھوسی،املا،دوہری گھاٹ تک گئی ہے۔

لیکن اس زمانہ میں عوام ریل سے سفر کرنے والے بے حد ڈرتے تھے،اس پر بیٹھ کر سفر کرنا خطرناک سمجھتے تھے،اس ریل کے ڈبے خالی آتے وجاتے تھے،تماشہ بیں ریلوے کی آمد رفت،سیٹی وانجن کا دھواں دیکھنے کے لئے کثرت سے اُن کا ہجوم ہراسٹیشنوں پر رہتا تھا، یہ لوگ ریل کی نقل وحرکت،انجن کا دھواں واس کی سیٹی کی آواز سن کر متعجب ہوتے تھے، کچھ عرصہ کے بعدعوام نے ریل کا سفر اختیار کرنا شروع کردیا، ہراسٹیشنوں پر مسافروں کی بھیڑ ہونا شروع ہوگئی اورریل کا ٹکٹ ملنا دشوار گزار ہوگیا، حالانکہ اس وقت ریل کا کرایہ بہت معمولی تھا۔

اس ریل کے تین قسم کے ڈبے اور تین قسم کے ٹکٹ تھے، درجہ اول، درجہ دوئم، درجہ سوئم ،امیر وکبیر درجہ اول سے سفر کرتے تھے۔متوسط طبقہ کے لوگ درجہ دوئم اورغریب طبقہ کے لوگ درجہ سوئم سے سفر کرتے تھے۔

اعظم گڑھ سے بنارس تک کا کرایہ درجہ سوئم کا دس آنہ تھا، مئو سے اعظم گڑھ تک

کا کرایہ پانچ آنہ تھا اور اعظم گڑھ سے شاہ گنج کا کرایہ سات آنہ تھا۔

آزادیِ ہند کے بعد اس ریل کا ایک کرایہ اور ایک قسم کے ڈبے مقرر ہو گئے اور ہالٹ اسٹیشنوں کا اضافہ ہو گیا، گھوسی اور دوہری گھاٹ کے درمیان املا اسٹیشن آنجہانی الگورائے شاشتری ایم، پی، وزیر جنگلات کی کوششوں سے قائم ہوا ہے۔(ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

قدیم ومشہور عمارتیں: برٹش دور حکومت کے اندر شہر اعظم گڑھ میں کمپنی باغ میں ٹاؤن ایریا وٹاون ہال کی عمارت تعمیر ہوئی اور ۱۸۳۲ء میں کلکٹری کچہری کی تعمیر ہوئی، اس کے قبل اس جگہ بابوان سدھاری کا اصطبل ومویشی خانہ تھا، پولیس لائن خام سفالہ پوش تعمیر ہوئی، یہ عمارت جدید صدر اسپتال کے اُتر تھی، ۱۹۰۹ء میں کلکٹری کچہری کے دکھن پولیس لائن خام سفالہ پوش تعمیر ہوئی، اس کے بعد ۱۹۱۵ء میں یہ پولیس لائن پختہ تعمیر ہوئی، اس کے بعد ۱۷ر دسمبر ۱۹۳۵ء میں برج بھوشن جٹلی سپرنڈنٹ پولیس اعظم گڑھ کے نام کی نسبت سے ایک پولیس کلب اسی پولیس لائن سے متصل لب سڑک پچھّم طرف تعمیر ہوا ہے، تحصیل صدر نظام آباد کی عمارت قدیم محلّہ بازار پانڈے میں تھی، جو موجودہ سنسکرت پاٹ شالہ کے عقب وسری کرشن پاٹ شالہ کی عمارت سے متصل دکھن میں واقع تھی، اُسی تحصیل کی عمارت کے پاس ایک مسجد خام سفالہ پوش بھی ہے، جو اب تک موجود ہے، اس کی مرمت شہر کے مسلمانوں کے ذمہ ہے، مسجد غیر آباد ہے، اسی کے قریب چند قبریں پختہ پائی جاتی ہیں۔

پوسٹ مارٹم گھر موجودہ جیل خانہ کے عقب میں اتر جانب تعمیر تھا، اب جدید صدر اسپتال میں قائم ہے۔

زمانہ قدیم میں جیل خانہ مشن اسکول کی عمارت کے سامنے سڑک کے اس پار تھا، پرانی کوتوالی کی عمارت محلّہ آصف گنج میں لب سڑک تھی، اب اس پر سورج کمار سنگھ پارک تعمیر ہو گیا ہے، یہ جگہ پُرانی کوتوالی کے نام سے موسوم ہے، اسی پُرانی کوتوالی سے پچھّم لال دروازہ تھا، وہ زمانہ قدیم کا چوک بازار تھا۔

آبکاری کا محکمہ محلّہ بازار پانڈے میں تھا، جہاں گڑ اور مہوہ سے شراب بنتی تھی، جس کی عمارت بشکل احاطہ تھی، صحن میں بھٹیاں بنی تھیں، جہاں شراب چلائی جاتی تھی، اندر احاطہ چند کمرے تھے، اُن کمروں میں شراب کا ذخیرہ رہتا تھا، شراب کے بیچنے والے ٹھیکہ دار یہاں سے خرید کر لے جاتے تھے، شہر و مضافات ضلع کی دوکانوں پر شراب فروخت کرتے تھے، اب اس عمارت کو شبلی جونیر اسکول نے حاصل کر کے اس پر نیشنل شبلی جونیر اسکول کی عمارت تعمیر کرا کر تعلیمی سلسلہ جاری کر دیا ہے۔

قہرمانی سیلاب: ۹ رستمبر ۱۸۷۱ء کو زبردست سیلاب آیا تھا، شہر اعظم گڑھ تباہی سے دوچار ہوا، اس وقت مسٹر لیٹ کلکٹر اعظم گڑھ میں متعین تھا، وہ نہایت جفاکش و محنتی تھا، زمانہ سیلاب میں اس نے بالغ نظری سے کام لیا اور دوڑ دھوپ کر کے سرکاری عملہ و نیز عوام کا تعاون حاصل کر کے باندھ باندھنے میں مدد لی اور باندھ باندھا، اس وقت سیلاب کا پانی شہر میں قلعہ سے محلّہ کوٹ، دلال گھاٹ، گوری شنکر گھاٹ سے ایلول، ریدوپور، سدھاری و ٹھنڈی سڑک اور سول کورٹ سے لال ڈگی و گرو گھاٹ، ہنومان گڑھی، کندیگر ٹولہ، بدرقہ، اتلس تالاب و کونڈر عظمت پور تک سیلابی پانی گھیرے ہوئے تھا، مسٹر لیٹ کلکٹر نے باندھ باندھنے میں پورے عزم وارادہ کے ساتھ شہر کے پورب، پچھّم، دکھن تک اس باندہ کو باندھا ہے، کمپنی باغ سے پچھّم موجودہ جیل خانہ اور موجودہ تھانہ کوتوالی سے لال ڈگی، گرو گھاٹ تک اس باندھ کی داغ بیل ڈالی اور سدھاری سے نئے پل و سول کوٹ تک یہ باندھ تعمیر ہوا، جس کے ذریعہ سے شہر پناہ قائم کر دیا اور اس کے مستحکم بنانے کے لئے محکمہ پی، ڈبلو، ڈی کے ذریعہ سالانہ مرمت ہوتی ہے، محکمہ پی، ڈبلو، ڈی نے ۱۹۶۱ء میں ایک جدید باندھ میونسپل بورڈ کے سامنے سے روڈ ویز تک تعمیر کرایا ہے، اس کی حفاظت و نگرانی کے لئے ملازم مقرر ہیں، جگہ جگہ پانی نکالنے کے لئے ٹیوب ویل انجن بھی باندھ سے متصل نصب کرایا ہے، سدھاری سے ریدوپور کالونی تک ایک جدید باندھ بھی تعمیر کیا ہے۔

سوئے اتفاق یا اس شہر کی بدقسمتی کہئے کہ ۱۱ رستمبر ۱۹۵۵ء میں ایک زبردست سیلاب آیا

اور باندھ تک سیلاب کا پانی لبریز ہوگیا اور لال ڈگی کے باندھ میں شگاف پڑ گیا، پی، ڈبلو، ڈی کے کرمچاری اور شہری عوام تعاون کر کے باندھ کے شگاف میں لکڑی کے بڑے بڑے بوٹے اور لوہے کی چادریں اور بورے میں مٹی بھر کر ڈالنا شروع کیا اور رات دن پولیس، سیوک گارڈ، پی، ڈبلو، ڈی کے کرمچاری کے پہرہ اور آدمیوں کی کارکردگی کے باوجود باندھ نہ رُک سکا، بالآخر سیلابی پانی نے اپنا زور باندھا اور اپنی پوری قہرمانی طاقت کے ساتھ باندھ کو توڑ ڈالا اور سیلابی پانی لال ڈگی میں آنا شروع ہوا، اور آناً فاناً شہر کا دکھنی وپچھمی حصہ برباد ہوگیا، صدر اسپتال وسڑکوں پر سیلابی پانی بھر گیا، محلّہ ایلول، قالین گنج، ریدوپور، سول لائن، صدر ڈاکخانہ، معتبر گنج، مشن اسکول کے قریب تک سیلابی پانی آبادی وسڑک پر آ گیا، محلّہ کوری ٹولہ کے پچھّم والے گڈھے میں بھی سیلابی پانی بھر گیا، محلّہ کھتری ٹولہ کے مکانات وگلی میں پانی ہی پانی تھا، اس کے پورب کمھاروں کے مکانات بھی منہدم ہوگئے، پچھمی سمت پر ہریجن بستی تھی، اس آبادی کے خام مکانات زمین بوس ہوگئے اور بھگدڑ مچی، وہ لوگ خانماں برباد سڑکوں اور اسکولوں کی عمارت میں پناہ گزیں ہوئے، پورہ غلامی، نالہ دھرموں، احیائی، آبینیاں، گروگھاٹ، گروٹولہ، ہنومان گڑھی، اشت پورہ، کندی گر ٹولہ، اتلس تالاب تک یہ قہرمانی طاقت نبرد آزما تھی، مڑیا، سدھاری، نرولی تک گرداب میں تھا، غرضیکہ شہر اعظم گڑھ کی تین طرف کی آبادی اس مصیبت میں گرفتار تھی، آمد ورفت میں بڑی دشواری تھی، ریلوے اسٹیشن کے مسافر بڑے پل کے اتر سہ راستہ سے بذریعہ کشتی آتے جاتے تھے۔

۱۱رستمبر ۱۹۸۰ء بوقت گیارہ بجے دن میں روڈ ویز کے پچھمی باندھ میں شگاف پڑ گیا، پی، ڈبلو، ڈی کے کرمچاری ونیز حکومت کا بڑا انجینئر موقع پر موجود رہ کر اپنی پوری طاقت سے باندھ کو بچانے میں کوشاں تھا، کسی طرح سے باندھ ٹوٹنے سے بچ گیا اس وقت سول کورٹ کے آس پاس کے دوکاندار اور راہ گیر اس وحشت ناک خبر سے متاثر ہوکر بھاگ نکلے اور سڑک ویران نظر آتی تھی۔ (ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

دریائے ٹونس: موجودہ شہر اعظم گڑھ کے پورب قلعہ واقع ہے، اس قلعہ کے نیچے ٹونس ندی خاموشی سے رواں ہے، لب دریا بارہ دری کا منظر برسات کے موسم میں روح افزا ہوتا ہے، دریائے ٹونس کی طغیانی، برسات کی پُرکشش فضاؤں میں بادِ باراں کا دلکش منظر قابل دید ہوتا ہے، دلال گھاٹ پختہ تعمیر ہے اور ہندو مسلمانوں کے اشنان کی مخصوص جگہ ہے، اس کی مسجد پر اذان ونماز سے بارونق فضاء ہوجاتی ہے، حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے مزار اقدس پر فاتحہ خوانی واگربتیوں کی خوشبو سے تمام فضا معطر رہتی ہے، گوری شنکر گھاٹ پر مندروں کے پوجاری وعام ہندوؤں کا اشنان صبح کے وقت دریا کی روانی اور آدمیوں کی آمدورفت سے خوب چہل پہل رہتی ہے اور بارونق فضا میں ناقوس، گھنٹا، گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے۔

سدھاری کا پل، نرولی کا پل وبڑا پل، ٹھنڈی سڑک تک صبح کو اس شہر کے لوگ ٹہلنے ہواخوری کے لئے ان پلوں وسڑکوں پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور دریائے ٹونس کے نظارے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

راج گھاٹ جہاں پختہ گھاٹ ہے اور وہاں ایک کبیر پنتھی مندر واقع ہے، اس مقام پر ہندو عقیدت مند، مندر کا درشن کرتے ہیں اور دریائے ٹونس میں اشنان کرتے ہیں، یہاں اگھن شدی پنچمی کے روز سالانہ میلہ لگتا ہے اور کبیر پنتھی بھنڈارہ ہوتا ہے، اُس روز شہر کے ہندو مرد، عورتیں، بچے میلہ میں شرکت کرتے ہیں اور دور دراز مقامات وضلع کے ہر گوشہ سے سادھو، سنت آکر شرکت کرتے ہیں، اس مندر سے کچھ فاصلہ پر اتر جانب کبیر پنتھی مٹھ ہے، جہاں مٹھادھاری لوگ مقیم ہیں، ایک کبیر پنتھی سادھو بابا بہاری داس تھے ان کے زمانۂ حیات میں یہاں بڑی رونق تھی، ان کی وفات کے بعد بابا دیونرائن داس گدی نشین ہوئے، وہ بھی فوت ہوگئے، اب اس مٹھ پر چند نوجوان مقیم ہیں اور مٹھ بے رونق ہے، پختہ وخام گھاٹ، گودام گھاٹ وکنکرہوا گھاٹ، گردگنی گھاٹ، موہٹی گھاٹ، بڑا پل گھاٹ، سدھاری گھاٹ، رام گھاٹ، قدم گھاٹ، گوری شنکر گھاٹ، دلال گھاٹ، ان خام وپختہ گھاٹوں پر شہری عوام ہندو مسلم دونوں طبقہ کے لوگ رفع

حاجت واشنان کی غرض سے روزانہ آتے ہیں۔

۱۷ر ستمبر ۱۹۱۴ء کو دریائے ٹونس نے اپنے دھانے کا رخ از خود بدل دیا، گڑ دگنی گھاٹ سے اپنا رخ سیدھا کرلیا، اکرام پور، چک گوریا و چک مان کنور و کونڈ رعظمت پور کو توڑ کر موہٹی میں مل گیا، اب یہ دریا سیدھا ہو کر رواں ہے، شہر سے ملحق جو گھاٹ تھے وہ سب بیکار پڑے ہیں، پہلے گڑ دگنی گھاٹ، سموگھاٹ، بٹھل گھاٹ، ہنومان گڑی گھاٹ، گروگھاٹ، رام گھاٹ سے دریا رواں تھا اور روڈویز کے پشت سے ہو کر موہٹی میں مل جاتا تھا۔

ان گھاٹوں پر جو منادر و مساجد تھے وہ سب غیر آباد، و ویران نظر آتے ہیں۔

رام گھاٹ: متصل لال ڈگی ایک مٹھ و چند منادر بھی تعمیر ہیں، جو گھاٹ کی زینت تھے، خوب چہل پہل رہا کرتی تھی، ۱۷ر ستمبر ۱۹۱۴ء کو جب سے دریا ٹونس ان مقامات سے ہٹ گیا ہے، یہاں کی رونق جاتی رہی، اب مندر و گھاٹ ویران نظر آتے ہیں، صرف سردھا رام تیلی کا مندر و کنواں ہے، بقیہ منادر و گھاٹ و مٹھ کی عمارت اس کے اندر دیوتاؤں کے مجسمے اپنی تباہی پر ماتم کر رہے ہیں۔

گروگھاٹ: یہ گھاٹ محلّہ گروٹولہ میں واقع ہے، جہاں چند منادر و ٹھاکر دوارے بہت بڑے بڑے تعمیر ہیں، یہاں بھی بڑی چہل پہل رہا کرتی تھی، ۱۷ر ستمبر ۱۹۱۴ء میں دریائے ٹونس کے ہٹ جانے سے یہاں کے بڑے بڑے ٹھاکر دوارے و منادر غیر آباد ہو گئے، اب اُن ٹھاکر دواروں میں برہمن قوم کے افراد سکونت پذیر ہیں اور بطور سکونتی مکان کے استعمال کر رہے ہیں اور منادر جو تھے وہ غیر آباد ہیں، دیوتاؤں کے مجسمے اپنی تباہی و بربادی کا ماتم کر رہے ہیں، پختہ گھاٹ کی سیڑھیاں شکستہ حالت میں نظر آتی ہیں، اب اس گھاٹ سے دکھن ایک چھوٹا سا پل موضع کول جانے کے لئے پردھان گاؤں سبھا کول نے تعمیر کرا دیا ہے، اس پل سے ایام بارش میں آمد و رفت میں بڑی سہولت ہو گئی ہے۔

قناطی مسجد: دریائے ٹونس سے اتر جانب ایک قناطی مسجد محلّہ گروٹولہ کے مسلمانوں نے تعمیر

کرائی تھی اوراس مسجد کے ہر چہار جانب محلّہ گروٹولہ کے مسلمانوں کا قبرستان خام ہے، جوزمین کے برابر ہوگیا ہے، نشانات قبرمٹ گئے ہیں، صرف ایک پختہ قبر سید سالار مسعود غازیؒ کے مجاہد کی ہے، یہ تکیہ فضل شاہ کے نام کی نسبت سے موسوم ہے، ۱۷رستمبر۱۹۱۴ء میں دریائے ٹونس از خود ہٹ گیا اور مسجد غیر آباد ہے۔

۱۹۰۱ء میں طاعون کی بیماری کا زور شدید تھا، میونسپل بورڈ اعظم گڑھ نے شہر کی ہر قبرستان میں مردہ دفن کرنے کی ممانعت کردی تھی، اس وقت سے مردوں کا دفن ہونا متروک ہوگیا، اس قبرستان کو موضع ایلول کے زمینداروں نے مزروعہ بنا کر اسامیوں کو لگان پر دیدیا، ۱۹۵۱ء میں زمینداری ابالشن ایکٹ کا نفاذ ہوا اور زمینداری ٹوٹ گئی، اب اسامی مالک زمین ہوگئے، اسامی آفت ناگہانی میں مبتلا ہوگئے اور مرگئے، ان کے بال بچے اندھے، لنگڑے ہوتے جارہے ہیں لیکن کاشت سے باز نہیں آرہے ہیں، اسی مقام پر قناطی مسجد و پختہ مزار شہید کا موجود ہے اس زمین پر باغ امرود کا نصب کردیا ہے، یہاں سالانہ قرآن خوانی و میلاد محلّہ کے مسلمان کرتے ہیں۔

ہنومان گڑھی: محلّہ اننت پورہ سے متصل بجانب دکھن ہنومان مندر واقع ہے، زمانۂ قدیم میں اس جگہ کھٹکوں کی آبادی لب دریائے ٹونس تھی، اس آبادی کے دکھن دریائے ٹونس رواں تھا، اسی زمانہ میں ایک سادھو فقیر آیا اور اس آبادی والی زمین کو سادھو فقیر نے اپنے قیام کے لئے پسند کیا، ٹھاکر گتی سنگھ زمیندار ایلول نے کھٹکوں کی آبادی وہاں سے ہٹوانا شروع کیا، چند روز میں آبادی والی زمین میدان کی شکل میں ہوگئی، اس جگہ سادھو پھونس کی منڈی ڈال کر قیام پذیر ہوا اور مٹی پاٹ کر زمین کی سطح بلند کرکے ایک پختہ عمارت لاہوری اینٹوں کی تعمیر کرائی اور اسی عمارت میں رہنے لگا، دوران قیام اُسی عمارت سے دکھن دیوار توڑ کر کھڑکی نصب کی اور دریائے ٹونس میں پختہ سیڑھیاں وگھاٹ تعمیر کرایا اور دریائے ٹونس میں اشنان کرنا شروع کیا، اس گھاٹ پر ہندو مسلمان غسل واشنان کرتے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد اس سادھوفقیر نے ایک مجسمہ ہنومان کا اسی عمارت میں نصب کرایا، اسی زمانہ سے یہ جگہ ہنومان گڑھی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد چہار دیواری وکنواں پختہ تعمیر کرانا شروع کیا لیکن چہار دیواری پچھم واتر و پورب نہ تعمیر کرسکا، صرف کنواں تعمیر کر کے پوربی پھاٹک قائم کر کے فوت ہوگیا اور اس سادھو کی سمادھی پھاٹک سے پورب جہاں کالی کا چوراہا ہے وہیں پر ہے۔

بعد وفات سادھوفقیر کے پنڈت سیتارام مہنت کی شکل میں نمودار ہوئے اور قیام پذیر رہے، وہ بھی فوت ہوگئے، اب ان کے لڑکے مع بال بچوں کے قیام پذیر ہیں، اس مندر میں سنسکر پاٹ شالہ قائم ہوا اور سنسکرت کی تعلیم جاری ہوکر ختم ہوگئی، اس مندر میں ہندو عورتیں اور ہندو مرد پوجا کرنے آتے ہیں۔

عہد وزارت رام نریش یادو صبح وشام لاؤڈر سے رکاڈنگ ہوتی تھی، خوب چہل پہل رہتی تھی لیکن اب یہ رکارڈنگ بند کردی گئی ہے، یہ ہنومان مندر آباد ہے۔

بٹھل گھاٹ : یہ جگہ بٹھل گھاٹ کے نام سے مشہور ہے، یہاں شنکر جی کا مندر ہے جس کو گوپال داس اگروال کے مورث نے تعمیر کیا تھا، یہ مندر لب ساحل دریا ٹونس تھا، دوسری عمارت گردوارہ کی ہے، جس کو شہر اعظم گڑھ کے گجادھر سنگھ کے جدامجد نے تعمیر کرایا تھا، اس میں صبح کو گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہوتا تھا، اس عمارت کے صدر دروازہ سے قریب پختہ کنواں و باغ انبہ وامرود کا تھا، باغ اوگھٹ گیا، دو ایک درخت انبہ کے موجود ہیں، یہ گردوارہ اب غیر آباد ہے، اس کی چھت سے پٹری سنگی زمین بوس ہوکر بشکل کھنڈر ہونا شروع ہوا، پھاٹک و کیواڑ لوہے کی چھڑیں نامعلوم اشخاص اٹھالے گئے، اس گردوارہ میں گدھے و کتے اپنا آشیانہ بنائے ہوئے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں چند ریفوجی سکھوں نے اس گردوارہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی، اس کی مرمت وصفائی کر کے ایک ہومیو پیتھ ڈاکٹر کو عوام کے دوا علاج کے لئے مقرر کردیا لیکن چند ماہ کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا، اب اس جگہ ڈاکٹر موصوف مطب نہیں کرتے ہیں، یہ گردوارہ غیر

آباد ہے، مقفل پڑا ہے، گردوارہ کے باہر جس زمین پر باغ تھا، وہ زمین ۱۹۸۱ء میں دھرم بیر سنگھ نے فروخت کردی۔

دوسری قناطی مسجد

اس مسجد کو ایک خدا رسیدہ بزرگ حضرت شاہ لعل محمدؒ نے تعمیر کیا تھا، لب ساحل دریائے ٹونس بٹھل گھاٹ پر اب بھی موجود ہے، شنکر جی کی مندر سے پچھم تقریباً دس ہاتھ کے فاصلہ پر واقع ہے، ۱۷ر ستمبر ۱۹۱۴ء کو دریائے ٹونس از خود ہٹ گیا، یہ مسجد غیر آباد ہے، ۱۹۷۶ء کے سیلاب میں یہ مسجد منہدم ہوگئی، سیلاب ختم ہونے کے بعد عام مسلمانوں کے تعاون سے یہ مسجد از سر نو تعمیر ہوئی اور غیر آباد ہے۔

اکھاڑہ کُشتی: بٹھل گھاٹ کی قناطی مسجد کے پشت پر یہ اکھاڑہ کُشتی قائم کردہ مرزا عطاء بیگ پہلوان ہے، اس اکھاڑہ میں لوٹ پوٹ کرنے کے بعد لڑکے توانا وتندرست ہوجاتے ہیں لیکن بہت جلد فوت ہوجاتے ہیں، اسی وجہ سے یہ اکھاڑہ غیر آباد ہے۔

زمانہ بارش میں ہندو مسلم لڑکے اکھاڑہ کھود کر لڑا بھڑا کرتے ہیں، ورزش جسمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، بقیہ ایام میں کوئی نظر نہیں آتا۔

روضہ دلیل خاںؒ: بٹھل گھاٹ کی مسجد سے پچھم روضہ دلیل خاںؒ ہے، ایک بلند چبوترہ ہے جس پر آپ کی آخری آرام گاہ ہے، وہ ۹ر رجب ۴۲۴ھ میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ تبلیغ اسلام کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے، اسی مقام پر آپ مدفون ہوئے، آپ کے مزار اقدس کے پورب فتح خاں نمازیؒ تحصیلدار صدر کا مزار ہے، اس کے پورب داتا مظلوم شاہؒ کا مزار ہے، یہ موضع فیض اللہ پور کے باشندہ تھے، دونوں آنکھوں کے نابینا تھے، حضرت شاہ لعل محمدؒ کے بنوٹ کے استاد تھے۔

یہ جگہ ہر موسم میں پُر فضا اور پُرسکون پائی جاتی ہے، پریشانی کے عالم میں لوگ جاتے

ہیں ساری پریشانی سے راحت نصیب ہوجاتی ہے، یہ اب عام مسلمانوں کا قبرستان ہوگیا، اس قبرستان کا رقبہ بارہ بیگہ تھا، لوگوں نے اس قبرستان کو کاٹ کر اپنے کھیتوں میں ملالیا ہے، جس کی وجہ سے رقبہ کم ہوگیا ہے۔

ٹیڑھیا مسجد

یہ چھوٹی سی مسجد لب سڑک محلّہ باز بہادر میں واقع ہے، اور ٹیڑھیا مسجد کے نام سے مشہور وموسوم ہے، اس کے اردگرد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترک آبادی ہے، کسی زمانہ میں یہ مقام غیر آباد تھا، اب لب سڑک جدید آبادی ہے، فلش پائخانہ وپانی کی ٹنکی تعمیر ہے، آنکھ کا پرائیوٹ اسپتال ڈاکٹر معین الدین خاں نے قائم کردیا ہے، اور موٹر مرمت کا کارخانہ بھی ہے، یہ سڑک پہلے بہت نیچی تھی اس کو بلند اور وسیع کردیا گیا ہے، اسی سڑک سے سرکاری بسیں، ٹیکسی وٹرک آتے ہیں، جس سے اس آبادی کی رونق اور بڑھ گئی ہے۔

مسلم مسافر خانہ: جون ۱۹۶۲ء میں محلّہ چکلہ میں لب سڑک شاہ عبدالخالق مسافر خانہ کے سامنے دومنزلہ عمارت حافظ محمد ایوب صدیقی مرحوم نے ملیشیا ونیز دیگر مقامات سے چندہ لاکر مسافر خانہ تعمیر کرایا ہے، اس کی نگہبانی کے لئے منشی ودیگر ملازمان مقرر ہیں، حافظ محمد ایوب صدیقی ۲۶ و ۲۷ ستمبر ۱۹۸۳ء کی درمیانی شب میں فوت ہوگئے۔

اس مسافر خانہ کے نیچے مدرسہ تنظیم العلوم قائم کردہ مولانا شمس الحق ہے جس میں دینی تعلیم جاری ہے۔

شاہ عبدالخالق مسافر خانہ: مہدی شاہ کے اولاد نرینہ نہیں تھی، صرف ایک لڑکی تھی، جس کی شادی شاہ اشرف سے موضع کرمہی ضلع بستی سے کرکے شاہ اشرف کو اور اپنی لڑکی کو اپنے مقام پر مقیم رکھا، ان سے شاہ عبدالخالق، شاہ عبدالقادر، شاہ نادر تولد ہوئے، مہدی شاہ نے اُن بچوں کی پرورش وپرداخت کی اور پڑھایا لکھایا، شاہ عبدالخالق مرحوم کو دینی تعلیم کے لئے مدرسہ

اسلامیہ باغ میر پیٹو شہر اعظم گڑھ میں داخل کیا، بعد فراغت، ان کو جارج جونیر اسکول اعظم گڑھ میں داخل کرایا، وہاں سے انٹرنس پاس کر کے ایف، اے کی تعلیم کوئینس کالج بنارس میں حاصل کی اور بی، اے، کی ڈگری الہ آباد سے حاصل کی، ایل، ایل، بی کی تعلیم کے بعد اعظم گڑھ میں وکالت شروع کی، یہ بڑے ذہین وطباع تھے، اور پر جوش نوجوان، خادم ملک وملت تھے، نہایت نیک طبیعت پرخلوص انسان تھے، ہندو مسلم دونوں طبقہ میں مقبول تھے۔

ہندوستان کی تقسیم کے بعد یہ پاکستان نوازی کے جرم میں جیل میں ڈال دیے گئے، تین ماہ کے بعد رہا ہوئے، بعد رہائی وکالت میں مصروف ہوئے۔

ہندوؤں کی دعوت پر جنم اشٹمی کی تقریب میں شریک ہوئے تھے، ۱۹۶۱ء میں جنم اشٹمی کی تقریب میں شرکت کے بعد اپنے گھر آئے اور سونے کی حالت میں انتقال کر گئے۔

ان کی یادگار قائم کرنے کے لئے مرزا رفیع اللہ بیگ وکیل مرحوم ومسٹر صلاح الدین ایڈوکیٹ مرحوم ومولانا عبدالباقی وکیل مرحوم وسعید اختر قدوائی مرحوم، سید شوکت حسین وکیل وخواجہ تحسین اللہ شمیم، حاجی برکت اللہ، ونیز دیگر زعماء کی سربراہی میں تکیہ قائم شاہ کے متصل محلّہ آصف گنج میں، ''شاہ عبدالخالق مسافر خانہ'' کے نام سے ایک مسافر خانہ کی ۱۹۶۲ء میں بنیاد ڈالی گئی اور تعمیری کام بڑے حوصلہ سے جاری ہوا، مسافر خانہ مکمل بھی نہ ہو پایا تھا کہ اس کے روح رواں مرزا رفیع اللہ بیگ وکیل بیمار ہوگئے، ان کی بیماری اتنی طول کھینچ گئی کہ وہ بغرض علاج دہلی چلے گئے اور اسی بیماری میں بالآخر ان کا انتقال ہوگیا۔

مسافر خانہ کے چند کمرے و پھاٹک تعمیر ہوگئے تھے، بقیہ لوگوں نے اس مسافر خانہ کی تعمیر کی طرف اپنی توجہ مبذول کی، غرضیکہ مسافر خانہ اس قابل ہوگیا کہ مسافر آرام سے رہ سکیں، اس مسافر خانہ کی نگہبانی کے لئے منشی ونیز دیگر ملازمان کا تقرر ہوگیا۔

اس مسافر خانہ کے سکریٹری اعجاز احمد انصاری امیر جماعت اسلامی اعظم گڑھ ہیں اور محمد یوسف راعین مرحوم نے بقیہ کام مکمل کرایا تھا، ۱۹۸۳ء میں وہ بھی اللہ کے پیارے ہوگئے۔

محلّہ کوٹ کا قدیم چوک بازار

زمانۂ قدیم میں یہاں کی آبادی، راجہ بکرماجیت سنگھ کے قلعہ سے کچھ فاصلہ پر تھی، موجودہ چوک کوٹ کے پورب جو کنواں آبنوشی کا پختہ موجود ہے، وہاں سے پورب آبادی تھی، محلّہ باز بہادر مکان نمبرا تک تھی، اس آبادی میں خام سڑک تھی، جس کی پٹریوں پر چند دوکانیں معمولی چیزوں کی قائم تھیں، جہاں نمک، ہلدی، مرچا، سرتی خام، اور پہنے کا تمبا کو چمڑے کا جوتہ، گذی کے تھان فروخت ہوتے تھے، اس آبادی کا یہی بازار تھا۔

۱۸ر دسمبر ۱۸۳۱ء میں حکومت برطانیہ نے اس شہر کو ضلع کا مرکزی مقام مقرر کیا، اور ضلع کا مرکز ہونے کی وجہ سے اس کی آبادی میں اضافہ ہونے لگا اور روز افزوں اضافہ آبادی ہونے لگا، جنگل کاٹ کر مکانات وسڑکیں پختہ قلعہ سے پچھّم طرف تکیہ قائم شاہ تک تعمیر ہوئیں اور گرانٹ ٹرنک روڈ سے مل گئی۔

جیوتی نکیتن: ۱۸۰۳ء میں مسٹر باربر نے اس مقام پر نیل کا گودام ورہائشی بنگلہ تعمیر کرایا تھا، ۱۹۱۴ء میں نیل کا گودام فیل ہوگیا، بنگلہ میں قیام تھا، مسٹر باربر کے بارہ لڑکے ولڑکیاں تھیں، گیارہ لڑکے ولڑکیاں جب مرگئے، آخری لڑکی مس میری نے گودام وبنگلہ، باغ وزمین میں مزروعہ، رومن کیتھلک مشن کو وقف کردیا۔

اس کے بعد رومن کتھلک یہاں آئے اور اپنے مشق کی تبلیغ واشاعت میں مشغول ہوئے لیکن ان کو خاطر خواہ کامیابی اپنے مقصد میں نہیں ہوئی، فادر پادری لوگ رفتہ رفتہ یہاں سے چلے گئے اب دو ایک موجود ہیں، انھوں نے جیوتی نکیتن نرسری اسکول قائم کر کے تعلیمی شغل جاری کردیا ہے اور گرجا گھر میں اتوار کو عبادت کا سلسلہ ہوتا ہے اور خاموش تبلیغ کا کام ہوتا ہے۔

عیدگاہ: محلّہ بدرقہ سے پچھّم لب سڑک موضع کونڈر عظمت پور میں راجہ شاہ مبارک نے اپنے زمین دیگر عام مسلمانوں کے تعاون سے عیدگاہ تعمیر ہوئی، اس عیدگاہ کے حواشی پر خام وپختہ

قبرستان تھا، عیدگاہ کی عمارت رفتہ رفتہ اتنی تنگ ہوگئی کہ عیدگاہ کے باہر خام قبروں کے اردگرد بلکہ سڑک پر نماز کی صف لگا کر ادائیگیِ نماز ہوتی تھی۔

مولانا عبدالباقی صاحب وکیل، مرحوم کے ایماء سے دکھن جانب اس عیدگاہ کی توسیع ہوئی اور اب عیدگاہ کی عمارت سڑک تک ہوگئی۔

اس عیدگاہ کے پشت پر جو خام و پختہ مزارات ہیں، اس میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب راعین نے باغ انبہ نصب کرادیا ہے، اسی باغ کے اندر حضرت لعل محمد شاہؒ بلند پایہ بزرگ کا مزار اقدس ومقبرہ پختہ موجود ہے، اور مرجع خلائق ہے۔

بڑا کنواں: یہ پختہ شاہی دورحکومت میں تعمیر ہوا تھا، لب سڑک محلّہ بدرقہ میں تھا، یہ کنواں آب نوشی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا، جس زمانہ میں یہ تعمیر ہوا تھا وہاں آبادی نہیں تھی، بلکہ جنگل ہی جنگل تھا، جنگل سے گذرنے والے لوگوں کے لئے یہ بہت اونچی سطح، ۱۸۵۷ء کے قبل کا تعمیر تھا، آبادی قائم ہونے کے بعد تک تھا۔

۱۹۷۹ء میں چند شر پسند عناصر نے رات میں اسے توڑ کر سڑک کے برابر کردیا اور کنوئیں کو پاٹ دیا اور اس پر مندر بنانے کا منصوبہ تیار کیا اور چند حق گو اور امن پسند افراد نے روک تھام کی کوشش کی، حکامان ضلع و پولیس کے آفسران اعلیٰ نے آکر روک دیا، جب سے کنواں کی زمین خالی پڑی تھی، ۱۹۸۱ء میں اس خالی زمین پر میونسپل بورڈ نے پانی کی ٹنکی تعمیر کرادی ہے۔

کربلا: محلّہ بدرقہ سے اتر جانب رجب علی شاہ چکلہ دار کے مورث نے ایک پختہ مسجد و کنواں چار باری و امام باڑہ و کربلا تعمیر کرایا تھا، اس کربلا کی چہاردیواری کے اندر آم و کٹھل، امرود، ونیم کے درخت تھے، اس مسجد میں شیعہ حضرات عیدین کی انفرادی نمازیں ادا کرتے ہیں، اسی مسجد کے صحن میں بہ زمانہ محرم مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، آخر زمانہ امداد علی شاہ مجلس میں اپنا کلام پڑھتے تھے اور مجلس میں اپنی جیب خاص سے شیرنی تقسیم کرتے تھے، اس مسجد کے پورب ایک امام باڑہ خام سفالہ پوش تھا، کربلا کی مسجد کے دکھن جانب ایک گنبد نما عمارت ہے اس میں ایک پختہ کنواں

ہے، اسی عمارت کا نام کربلا ہے، اس کنواں میں شیعہ وسنی تعزیہ دار تعزیوں کے پھول وسہرے اور کاغذ کے تعزیے دفن کرتے ہیں۔

کربلا کے دکھن جانب حاشیہ پر بلند مقام پر راجہ اعظم خاں کے خاندان کا قبرستان ہے، اس کے پچھّم قدم رسولؐ کی عمارت گنبدنما ہے، اس کے پچھّم قناطی مسجد سے ملحق پورب میں پختہ وخام قبرستان عام مسلمانوں کا ہے، اس کے پورب گڑھئی ہے، اس کے اتر بہت بڑا میدان ہے، جس میں خام قبریں عام مسلمانوں کی ہیں، قبروں کے نشانات مٹ گئے ہیں، ایام محرم میں تعزیوں کا جلوس آتا ہے اور جلوس اس میدان میں رُک جاتا ہے، اور رات بھر اپنے فن اکھاڑہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۱۹۰۱ء سے میونسپل بورڈ نے مردہ دفن کرنے کی ممانعت کردی ہے، اس وقت سے یہاں مردہ دفن نہیں ہوتے، اب اس وقت اس میدان میں مسلم مہتروں کی آبادی قائم ہوگئی ہے، اس میدان کا رقبہ کم ہوتا جارہا ہے۔

اس میدان میں ایک پختہ قبر اینٹوں سے گھری ہوئی ہے، جو گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہے، ۱۳۱۰ھ میں مئو کے گئوکشی فساد میں شہید ہوئے سات شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا ہے، اس لئے اس کو گنج شہیداں کہا جاتا ہے۔

کربلا کے میدان میں ہر سال ضلع پولیٹیکل کانفرنس منعقد ہوا کرتی تھی، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت کمیٹی و تحریک کانگریس کمیٹی بھی منعقد ہوا کرتی تھی اور ہندوستان کے مایہ ناز لیڈر ومقررین تشریف لایا کرتے تھے، اور اپنی ولولہ انگیز تقریریں کرتے تھے۔

اراضی باغات: اس آبادی میں کمہار قوم ونیز دیگر اقوام کے لوگ آباد ہیں، کمہار قوم کے لوگ مٹی سے کھپڑہ، نریا تیار کر کے سفالہ گردانی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

شیخ حبیب اللہ صاحب وکیل نے برف فیکٹری قائم کی تھی جہاں برف بنتی تھی، لیکن اس زمانہ میں برف کے استعمال کا رواج نہیں تھا، جس کی وجہ سے برف فیکٹری فیل ہوگئی، اس

فیکٹری کے پاس ہریجن لوگوں کی آبادی تھی، اب اس مقام پر بڑی ذات کے اہل ہنود کی آبادی قائم ہوگئی ہے، اس آبادی سے ہریجنوں کی آبادی ختم ہوتی جارہی ہے۔

برم استھان: یہ آبادی لب سڑک موضع کرتال پور میں واقع ہے، اس سڑک کے حاشیہ پر چوکی چنگی قائم ہے، یہاں کے دوکاندار پرچون، کپڑہ، مٹھائی، چائے خانہ، پان، سگریٹ بیڑی وغیرہ کی دوکان رکھتے ہیں۔

آنجہانی سیٹھ ہرکشن داس نے تیلہن خریدنے کے لئے بارہ قائم کیا ہے، جہاں سرسوں، السی کی خریداری ہوتی ہے۔

مدن موہن اگروال کا قائم کردہ اینٹوں کا بھٹہ ہے، اینٹیں فروخت ہوتی ہیں اور ایک تالاب مدن کنڈ پختہ تعمیر کرایا ہے، اس بھٹہ سے دکھن عام مسلمانوں کا قبرستان ہے، جونک کٹیا کا باغ کہا جاتا ہے۔

بھورناتھ: یہاں گاندھی گروکل قائم ہے، اس کے پچھّم شیوجی کا مندر ہے، جس میں ایک سادھوفقیر رہتے تھے، وہ چار بجے رات میں لاوڈرسے بھجن نشر کرتے تھے لیکن ان کی وفات کے بعد یہ بھجن بند ہوگیا ہے، شیوراتری کے روز یہاں میلہ لگتا ہے، ہندو عقیدت مندانہ طور پر روزآنہ مندر پر پوجا ودرشن کے لئے جاتے ہیں، اس جگہ آبادی نہیں ہے۔

کرتال پور کی آبادی سے پچھّم زمانہ قدیم میں راجہ مکرندھا سنگھ کی کوٹ تھی اور وہ منہدم ہوکر بشکل ٹیلہ باقی تھی، اب اس ٹیلہ پر پائیلٹ ورک شاپ کی جدید عمارت تعمیر ہوگئی ہے۔

بازار پانڈے: یہ محلّہ لب سڑک واقع ہے، جہاں ٹھٹھیرہ، برہمن، کائستھ، چھتری، حجام، درزی، پٹھان تیلی، دھوبی، کھٹک، لوہاروں کی آبادی ہے۔

لب سڑک سنسکرت پاٹ شالہ کی عمارت ہے، جہاں سنسکرت کی تعلیم ہوتی ہے، اسی عمارت کے پچھّم ایک خام مسجد سفالہ پوش پختہ قبریں ہیں، اسی جگہ تحصیل نظام آباد کی شاہی عمارت تھی، اس تحصیل سے اترسری کرشن پاٹ سالہ ہے، جو راجپوت قوم کا اسکول وکالج چھتریہ

اسکول وکالج کے نام سے موسوم ومشہور ہے۔

اس کے پورب لبِ سڑک شبلی جونیر اسکول وکالج کی عمارت ہے، جہاں تعلیمی سلسلہ قائم وجاری ہے، شبلی اسکول کے عقب میں شبلی اکیڈمی، شبلی منزل، شبلی لائبریری، معارف پریس ہے، وہاں سے ایک ماہنامہ ''معارف'' شائع ہوتا ہے، جس کی شہرت عالم گیر ہے۔ اسی جگہ علامہ شبلی نعمانی کا مرقد اقدس ہے (المتوفی ۱۸/نومبر۱۹۱۴ء) اسی جگہ ایک جامع مسجد بھی ہے، جس میں نماز جمعہ بھی ہوتی ہے، ونیز دار المصنّفین کے رفقاء کے رہائشی بنگلے بھی تعمیر ہیں۔

غازی میاں کا فرضی روضہ سالک رام تاڑ مالی نے محلّہ چکلہ میں ایک پلاٹ خرید کر اس زمین کے بیچ میں غازی میاں کا فرضی روضہ اندر مقبرہ پختہ قبر وچبوترہ بلندی پر اپنے سرمایۂ خاص سے تعمیر کرایا تھا، یہ مصنوعی قبر ومقبرہ غازی میاں کے نام سے تعمیر ہوا ہے، بقیہ زمین خالی پڑی تھی، اب اس رقبہ زمین پر سالانہ میلہ سید سالار مسعود غازیؒ کا لگنا شروع ہوا، بزمانہ عرس سید سالار مسعود غازیؒ زائرین اعظم گڑھ کے اس میلہ سے بہرائچ جایا کرتے تھے، یہ میلہ رات دن لگا رہتا ہے اور جگہ، جگہ غازی میاں کے جھنڈے نصب رہتے تھے، روضہ سے میٹ مارکیٹ والی سڑک تک یہ نشانات بشکل جھنڈے نصب رہتے تھے، اور عارضی دوکانات شربت، فالودہ، پھلکیوں، کباب، کھلونے کی رہتی تھیں۔ شہر کے اس دیار میں اس وقت آبادی نہ تھی۔

اس زمانہ میں پٹواری بڑے صاحبِ اختیار ہوتے تھے، جس کو چاہتے تھے، اس کے نام اندراج وپرتال کردیا کرتے تھے، وہ خالی زمین اس کی ہوجاتی تھی، اس کی رفتہ رفتہ یہاں کے میلہ والی زمین پر لوگوں کے مکانات تعمیر ہوگئے، اب صرف روضہ موجود ہے، اس کا وسیع میدان ختم ہوگیا، میلہ اب راستہ پر لگتا ہے۔

جامعۃ الرشاد

مدرسہ عربیہ شہر اعظم گڈھ کی ہرا کی چنگی کے متصل قائم ہے، مولانا حافظ مجیب اللہ

صاحب ندوی کی کوششوں سے قائم ہوا ہے، یہاں بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے علاوہ درس قرآن، درس حدیث وانگریزی تعلیم تک کا انتظام ہے اور بچوں کے رہنے کے لئے بورڈنگ بھی تعمیر ہے، لب سڑک ایک مہتم بالشان جامع مسجد بھی تعمیر ہے جس میں جمعہ کی نماز کا اہتمام ہے، یہ مدرسہ ابتدائی دور سے گزر رہا ہے، امید قوی ہے کہ آئندہ چل کر بہت بڑی درسگاہ ہوگا۔

اس مدرسہ میں اچھے وقابل اساتذہ، حفاظ، قاری، مفتی موجود ہیں، شعبہ تالیف وتصنیف، کتب خانہ، یہ سب چیزیں موجود ہیں، صرف مسلمانوں کی توجہ کی ضرورت ہے۔

غدر ۱۸۵۷ء کے ہلاک شدہ انگریزوں کا قبرستان: شہر اعظم گڑھ میں جامعۃ الرشاد سے متصل اتر جانب واقع ہے، پختہ قبریں ہیں جن پر ان کے نام وسکونت وعہدہ، تاریخ وفات درج ہے، نہایت خوبصورت پتھروں پر نقش ونگار، آہنی زنجیروں سے قبریں آراستہ تھیں، لب سڑک اس کا پھاٹک اور ایک کمرہ تھا، جس میں نگہبانی کے لئے چوکی دار مالی مقرر تھا۔

اب اس دور آزادی میں اس قبرستان کا برا حال ہے، اس کی چہار دیواری شکستہ حالت میں ہے، نہ پھاٹک ہے، نہ کمرہ ہے، نہ چوکیدار ہے، قبریں مسمار ہورہی ہیں اس کے احاطہ میں گدھے اور کتے پاخانہ کرتے ہیں، دیگر مویشی کی چراگاہ ہے۔

۱۸۳۲ء میں کوٹ کا چوک بازار

کوٹ کے چوک نے بازار کی حیثیت ۱۸۳۲ء میں پائی اور رفتہ رفتہ یہ آبادیاں جنگل کاٹ کر اضافہ ہوئیں اور لوگوں کے مکانات اور سڑک کی تعمیر ہوئی اور شہر کے محلّہ جات وجود میں آئے، کوٹ، پورہ غلامی، نالہ دھرموں، باز بہادر، جالندھری، مکیری گنج، سیتارام، چکلہ تکیہ قائم شاہ، پہاڑپور، بازار پانڈے، دلسنگار، سرائے کٹرہ، کٹرہ، کندی گڑھ ٹولہ، بدرقہ، نئی بستی، آراضی باغ، برم استھان، پورہ جودھی، اننت پورہ، گروٹولہ، کھتری ٹولہ، کوری ٹولہ، سدابرتی، آصف گنج کا چوک بازار، لعل دروازہ، نیا چوک بازار، معتبر گنج، ایلول، فراش ٹولہ، بھیڑیری ٹولہ، قالین گنج،

ریدوپور، سول لائن، مڑیا، سدھاری، نرولی، ٹھنڈی سڑک، عیائی کالونی، ریلوے اسٹیشن، پلہنی، شرف الدین پور، موسے پور، جعفر پور، حسین گنج، نہر کالونی، ہربنس پور، روڈویز بس اسٹیشن۔

اس شہر کی رونق ان آبادیوں کے بدولت قائم ہے، دفتر پی، ڈبلو، ڈی، سول کورٹ، کلکٹری کچہری، تحصیل صدر، پولیس لائن، ہریودہ کلا بھون، ڈسٹرکٹ بورڈ آفس، میونسپل بورڈ، دفتر رجسٹری، صدر ڈاکخانہ، پنچایت آفس، لائف انشورنش آفس، نہرو ہال، گورنمنٹ گرلس کالج، جیل خانہ، تھانہ کوتوالی، بنگلہ کلکٹر، بنگلہ سپرنڈنٹ پولیس، ڈپٹی کلکٹران کے بنگلہ جات، ریدوپور کالونی، اسٹیٹ بینک، انگلش کلب، الہ آباد بینک، پنچایت نیشنل بینک، یونین بینک، بڑودا بینک، کوآپریٹو بینک کے علاوہ ڈی، اے، وی کالج، ویسلی ہائر سکنڈری اسکول وانٹر کالج، شبلی نیشنل ہائر سکنڈری اسکول، شبلی نیشنل کالج جس میں لاء کی تعلیم ہوتی ہے، د دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، معارف پریس، چھتریہ کالج، سنسکرت پاٹ شالہ، اگرسین کالج، فاطمہ نسواں کالج، یہ سب عمارتیں شہر میں واقع ہیں اور شہر کی رونق قائم ہوگئی ہے۔

سنگت بابا رام جی داس: یہ سنگت چوک بازار پر زمانہ قدیم کی تعمیر کردہ تھی، اس سنگت کے اندر سادھوسنتوں کی عبادت گاہ قائم تھی، اس کا قدیم پھاٹک اتر جانب قائم تھا، پھاٹک سے متصل پورب پچھّم، دکھن خام سفالہ پوش دوکانیں تعمیر تھیں جس کے کرایہ کی آمدنی سے اس سنگت میں سالانہ بہت بڑے پیمانہ پر بھنڈارہ ہوتا تھا، جس کی شرکت کے لئے دور دراز مقامات سے سادھو، سنت آتے تھے، دوتین روز تک بھنڈارہ وجشن قائم رہتا تھا، اس سنگت کے آخری مہنت بابا رام جی داس تھے، ان کی وفات کے بعد اس سنگت کی عمارت ودوکانات کو منہدم کر کے جدید عمارت کٹرہ بھگوتی شاہ کی شکل میں نمودار ہوا، اس کٹرہ کی جدید عمارت ۱۹۶۳ء میں تعمیر ہوئی ہے، اب اس میں بجانب مغرب ایک کمرے میں ایک مجسمہ دیوار سے آویزاں کر کے قدیم سنگت کی عمارت کو ختم کر کے جشن وبھنڈارہ کی تمام رسومات کو ختم کر دیا گیا ہے۔

گلی راجہ رام: بابو راجہ رام اگروال محلّہ کورمی ٹولہ شہر اعظم گڑھ کے باشندہ تھے، زمین دار وساہو

کار تھے، انھوں نے ایک وسیع رقبہ پر اپنا احاطہ قائم کر کے بنگلہ تعمیر کرایا تھا، بنگلہ کے سامنے گلی میں پختہ اینٹوں کا فرش تعمیر کرایا تھا، وہ گلی راجہ رام کی گلی مشہور ہے، وہ گلی اب تک موجود ہے۔

راجہ رام بڑے مخیّر اور غریب پرور، سخی طبیعت کے انسان تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ اپنے کوٹھے پر کرسی لگا کر صبح و شام بیٹھے رہتے تھے، ہندو مسلم سائل، ننگے، بھوکے مسافر نیچے سے آواز لگا کر اپنا سوال کرتے تھے، وہ ہر سائل کے سوال کو غور سے سنتے اور اس کو اپنے ملازمین کے ذریعہ پورا کرتے تھے، کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا، ایام سرما میں کمبل، چادر اس طرح تقسیم کرتے تھے کہ کسی کو خبر نہ ہو، یہ عمل تاحیات جاری تھا، بعد وفات ان کی زمینداریاں حکومت کی نذر ہو گئیں، صرف مکان مسکونہ قائم ہے، بنگلہ کھنڈر کی شکل میں ہے، چہار دیواریاں گری پڑی ہیں، اُن کے لڑکے سگن پرشاد کا قبضہ ہے۔

مندر درگا دیوی: موجودہ چوک بازار شہر اعظم گڑھ، زمانہ قدیم میں یہاں ڈھاکہ ببول کے خودرو درخت ایستادہ تھے، اس شہر کا کوئی نام نہ تھا، جنگل ہی جنگل تھا، اُسی جنگل میں ایک بنگالی تپسائی سادھو فقیر آیا اور اپنی کٹیا پھونس کی بنا کر مقیم ہوا اور تپسیا و عبادت میں مصروف ہوا، اور چند ماہ کے بعد دشہرہ آ گیا اور درگا پوجا کی رسم کی ادائیگی کی تکمیل کے لئے اس نے ایک مجسمہ بنا کر پوجا اور جب تک وہ بقید حیات تھا، سالانہ مجسمہ بنا کر درگا پوجا کی تکمیل کرتا رہا اور اب تک درگا پوجا کی رسم جاری ہے۔

۱۶۶۵ء میں راجہ اعظم خاں نے اپنے نام کی نسبت سے اس سرزمین کا نام اعظم گڑھ رکھا، اس کے بعد یہاں کی آبادی میں اضافہ شروع ہوا۔ اسی زمانہ قیام سے اس سادھو نے ایک درگا مندر و کنواں پختہ تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے اور پھاٹک کے اندر درگا کا مجسمہ تیار ہو کر رکھا جاتا ہے۔

اشنان کے لئے وہ سادھو فقیر ٹونس ندی پر جاتا تھا، جو اس وقت گوری شنکر گھاٹ کے نام سے مشہور موسوم ہے۔ رفتہ رفتہ ٹونس ندی کے پاس کا جنگل کٹنا شروع ہوا اور محلّہ فراش ٹولہ،

وقالین گنج آباد ہوا، اس زمانہ میں خام مکانات تعمیر ہوتے تھے اور مکان کی کرسیاں نیچی رہتی تھیں، ۱۸۷۱ء میں زبردست سیلاب آیا تھا اور فراش ٹولہ وقالین گنج کے مکانات سیلاب کی تباہ کاریوں سے برباد ہوگیا تھا، ۱۸۷۱ء میں مسٹر لیٹ کلکٹر نے باندھ باندھا اور بعد سیلاب سرکاری سرمایہ سے بلند کرسی پر گول برآمدہ نما مکانات تعمیر کرا کے اُن سیلاب زدہ لوگوں کو سیلاب کی زد سے محفوظ کر دیا اور مکانات لوگوں کو بلا کرایہ کے دے دیا، جو لوگ اُس مکان میں آباد و مقیم ہوئے وہ مکانات اُن کے ہوگئے۔

اسی آبادی مکان میں منورتھ حلوائی کے مورث نے بھی ایک مجسمہ بنا کر درگا پوجا کے موقع پر یہ رسم ادا کی، اس طرح سے وہاں درگا پوجا کی رسم ادا ہوئی اور جاری ہے۔ زمانۂ قدیم سے اس شہر میں صرف دو مجسموں کے علاوہ اور کسی جگہ درگا کے مجسمے نہیں بنتے تھے، برطانوی عہد حکومت تک یہی دو مجسمے بنتے تھے، دیہات وشہر کے ہندو میلہ دیکھنے کی غرض سے جمع ہوتے ہیں۔

عہدِ آزادی میں ہر محلّہ وگلی کوچہ میں یہ مجسمے بنا کر رکھے جاتے ہیں اور ریکارڈنگ اور لاؤڈر کے ذریعہ ونیز دیگر باجے بجائے جاتے ہیں کہ کان پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی ہے۔

ٹھاکر دلسنگار سنگھ نومسلم: ۱۶۶۵ء میں اعظم گڑھ کی آبادی میں اضافہ ہونا شروع ہوا، اسی زمانہ میں ٹھاکر دلسنگار سنگھ نے ایک پختہ تالاب تعمیر کرایا، اس تالاب کے ہر چہار طرف پختہ سیڑھیاں تعمیر کرا کے تالاب سے ملحق پچھّم ودکھن ایک پختہ کنواں وباغ نصب کرایا، اسی باغ میں آرام وآسائش کے لئے سکونتی مکان بھی تعمیر کرایا، جس میں تاحیات اقامت گزیں تھے، کافی عمر دراز ہوگئے تھے اور عمر کے آخری حصہ میں مشرف بہ اسلام ہوگئے، بعد وفات اسی باغ میں ایک قناطی مسجد اور ان کا مزار پختہ تعمیر ہوا۔ ان کی وفات کے بعد تالاب کے قرب وجوار میں جدید آبادیاں قائم ہوئیں، کثرت آبادی کی وجہ سے تالاب میں کوڑا کرکٹ پڑنا شروع ہوگیا اور باغ منصوبہ بھی کٹ گیا، زمین مزروعہ ہوکر زیر کاشت ہوگئی، دل سنگار سنگھ کا کنواں آب نوشی وآب پاشی کے استعمال میں تھا، اب شہر میں نل لگ جانے کی وجہ سے کنواں بیکار پڑا ہے، اسی کنوئیں

کے پچھم ان کی مزار وقناطی مسجد تھی۔

اگرسین ہائرسکنڈری اسکول کے پورب جو زمین مزروعہ زیر کاشت تھی اس کو اگرسین ہائرسکنڈری اسکول کے سربرآوردہ اشخاص نے اس کو اکوائر کرالیا اور اس پر اگرسین انٹر کالج کی عمارت تعمیر کرالی جس میں تعلیمی سلسلہ جاری ہے۔

سرائے فتح خاں: لال ڈگی تالاب کے پورب لب سڑک سرائے فتح خاں ۱۸۵۰ء کی تعمیر ہے، فتح خاں نمازی تحصیل دار صدر تھے، ان کا مزار روضہ دلیل خاں غازیؒ کے مزار کے پورب ہے اور اسی چبوترے پر ہے جس پر آخر میں داتا مظلوم شاہ کا مزار اقدس ہے۔

بہ زمانہ تحصیل داری بازار پانڈے میں تحصیلدار صدر کے عہدہ پر فائز تھے، تحصیل کے قریب ایک خام مسجد سفالہ پوش ان کی تعمیر کردہ موجود ہے، جو غیر آباد ہے، انھوں نے مسافروں کے قیام کے لئے یہ سرائے تعمیر کرائی تھی۔

بدقسمتی سے ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی چھڑ گئی اور برطانوی دور استبداد شروع ہو گیا، برطانوی برسرِ اقتدار ہوئے اور یہاں ٹاون ایریا کا قیام عمل میں آیا، جس کا چیئرمین انگریز کلکٹر تھا، اس نے گھوڑا گاڑی، بھینسہ وڈومڑوں کے رہنے کے لئے یہ سرائے تجویز کی، ڈومڑوں کی آبادی وبھینسہ وگھوڑا گاڑی اس جگہ رکھے جانے لگے، یہ سرائے بجائے مسافروں کے ڈومڑوں اور بھینسہ کا مسکن ہو گیا، اس سرائے میں لب سڑک بلند پھاٹک کے جنوب وشمال چار چار کشادہ کمرے وبرآمدے تھے، کچھ دنوں کے بعد شیخ کریم بخش دلال کی شکرم گاڑیاں اُن کمروں کے سامنے رہا کرتی تھیں، جو کرایہ پر چلتی تھیں اور اسی مقام پر اُن کے گھوڑے باندھے جاتے تھے، اس سرائے کی عمارت اور بھی خستہ حالت میں ہو گئی، نہ اس کی مرمت نہ صفائی ہوتی تھی، کچھ دنوں کے بعد یہ عمارت بوسیدہ وکہنگی کی وجہ سے زمین بوس ہو گئی، صرف بلند پھاٹک اب تک موجود ہے، جس پر سنگ سیاہ پر کتبہ آویزاں ہے، سرائے فتح خاں ۱۸۵۰ء کندہ ہے، ۱۹۵۵ء میں میونسپل بورڈ اعظم گڑھ نے پھاٹک کے اندر ڈومڑوں کی رہائش کے لئے مکانات وبھونسہ گودام

اور بھیسوں کے رہنے کے لئے ٹین شڈ وگھوڑا گاڑی وغیرہ رکھنے کی جگہ بنایا، پھاٹک کے جنوب وشمال میں پختہ دوکانیں تعمیر کرا کے کرایہ دار آباد کئے۔

زمانہ قدیم کا صدر اسپتال: محلّہ ایلول میں ۱۸۵۷ء کے اخیر میں صدر اسپتال کی عمارت تعمیر ہوئی تھی، جنوب وشمال میں ہال وکمرے وبرآمدے پورب میں تھے، اس میں مریض زیر علاج رہتے تھے، اس کے سامنے میدان واحاطہ وسڑک تھی اور مریضوں کو دوائیں مفت ملتی تھیں۔

۱۹۰۵ء میں گرانٹ ٹرنک روڈ سے پورب جانب ایک جدید عمارت پختہ تعمیر ہوئی جس میں دواؤں کا ذخیرہ اور تقسیم دوا، مرہم پٹی کا انتظام تھا، دوسرے کمرے میں اسسٹنٹ سرجن، تیسرے کمرے میں سول سرجن بیٹھتے تھے، سامنے برساتی تھی، اس کے پورب جانب اسی سے متصل جس میں مریض عورتیں وبچوں کی پیدائش کا انتظام تھا، اس کے پورب لیڈی ڈاکٹروں کا کمرہ اور اس کے پورب رئیس وارڈ کی عمارت تھی، دکھن جانب ڈاکٹروں کے رہائشی کمروں اور کمپونڈروں کے کواٹر تعمیر تھے، یہ سب ہونے کے باوجود جگہ کی تنگی نظر آتی تھی، گورنمنٹ نے اب اس اسپتال کو خالی کر کے ہرا کی چنگی پر ایک جدید اسپتال تعمیر کرایا ہے، اس قدیم اسپتال میں محکمہ ہیلتھ قائم کر دیا ہے اور ۱۹۷۶ء میں شہری اسپتال قائم ہوگیا ہے جس میں دو ڈاکٹر مقرر ہیں، ایک آیورویدک، دوسرے ایلوپیتھک۔ یہاں دوائیں مفت دی جاتی ہیں۔

۱۹۶۱ء میں جدید اسپتال کی عمارت تعمیر ہوئی ہے، جس میں میدان، بڑے بڑے بے شمار کمرے ہیں اور مریضوں سے بھرے پڑے ہیں اور ہر قسم کے ڈپارٹمنٹ قائم ہیں اور ڈاکٹروں کے کواٹر پرانے اسپتال میں قائم ہیں، کمپونڈروں کے کواٹر جدید اسپتال میں تعمیر ہیں، پھاٹک پر نسخہ اور اس کے قریب دواؤں کی تقسیم کا علاحدہ کمرہ ہے لیکن سب چیزیں ہونے کے باوجود مریضوں سے لاپرواہی برتی جاتی ہے، غریبوں کا اس اسپتال میں گزر نہیں ہے، اس کا انتظام معقول ہونا چاہئے، بیشتر دوائیں مریض بازار سے خرید کر لاتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں۔ (ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

مسن اسکول اعظم گڑھ: ۱۸۳۷ء میں محلّہ ایلول میں لب سڑک بجانب نان پروٹسٹین کرشچین مسن کی طرف سے مسن اسکول کی عمارت پختہ سفالہ پوش تعمیر ہوئی ہے، اس کے احاطہ میں پھاٹک سے اتر چہار دیواری سے ملحق گرجا گھر اسی زمانہ کی تعمیر ہے، مسٹر ایلین آسٹریلین انگریز کرشچین منیجر ہندوستانی ماسٹر تعلیم دینے کے لئے مقرر ہوئے، جس میں عیسائی بچوں کے سوا کوئی ہندو یا مسلمان یا سکھ نہیں پڑھتا تھا، عوام میں اس اسکول کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ اسکول لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے قائم ہوا ہے، اسی غلط شہرت سے عوام اس اسکول میں اپنے بچوں کی تعلیم دلانے سے گریز کرتے تھے، کچھ عرصہ کے بعد عوام نے اطمینان کرلیا کہ یہ شہرت غلط و بے بنیاد ہے، تب لوگوں نے اپنے اپنے بچوں کو اس اسکول میں داخل کرانا شروع کیا اور ہندو، مسلم، سکھ بچے کثرت سے آنے لگے اور داخلہ مشکل سے ملتا تھا اور قابل واچھے اساتذہ کی نگرانی میں معیاری تعلیم ہونے لگی اور طلبہ اچھے نمبروں سے پاس ہونے لگے، کچھ عرصہ کے بعد اس اسکول کے گرجا گھر کے پورب انٹر کالج کی بھی عمارت تعمیر ہوئی اور انٹر کی تعلیم کا سلسلہ قائم ہوا۔

آزادی کے بعد گرجا گھر میں انجیل کی پڑھائی بند ہوگئی اور گرجا گھر کی عمارت بیکار پڑی ہے، ۱۹۷۸ء گرجا گھر کے پاس جو چہار دیواری تھی اس کو توڑ کر دوکانیں لب سڑک تعمیر کرا کر اس میں کرایہ دار آباد کر دیئے گئے ہیں اور ویسلی مارکٹ اس کا نام رکھا گیا ہے۔

راجہ سکڑی کا گولہ بازار: ۱۸۳۶ء میں یہ گولہ بازار تعمیر ہوا ہے، اندر احاطہ پورب، پچھّم، اتر، دکھن خام کوٹھریاں اور سائیان برآمدہ نما سفالہ پوش عمارتیں تھیں، ایک پھاٹک پچھّم وایک پھاٹک دکھن قائم تھا، پچھمی پھاٹک سے متصل دوکانیں لب سڑک تعمیر ہوئیں اور یہ دوکانیں درگا مندر تک تھیں، مندر کے پورب بھی دوکانیں تعمیر ہوئیں، اتری پھاٹک سے مندر تک پرچون ونیز دیگر چیزوں کی دوکانیں آباد ہوگئیں، بساطہ کی معمولی دوکانیں لب سڑک آباد ہوئیں، اس آبادی سے شہر و چوک بازار بارونق ہوگیا۔

گولہ بازار کے اندر آنجہانی بابو مہادیو پرشاد اگروال کی اونٹ گاڑیاں واونٹ رہتے

تھے،اوراسی جگہ اُن کا سوڈا واٹر کا کارخانہ بھی قائم تھا۔

راجہ سکڑی چندا گروال کی لڑکی کے دوراقتدار میں یہ دوکانیں منہدم کر کے از سرنو پختہ دومنزلہ تعمیرات کا سلسلہ قائم ہوا۔ غلہ کی گرانی وکنٹرول کی شروعات سے یہاں کے غلہ کے تاجر اپنا کاروبار چھوڑ کر بھاگ نکلے،معدودے چند دوکاندار اپنی تباہی کا شکار ہوکر پڑے رہے۔

راشننگ کنٹرول کا دور آیا، اس کے بعد تو شہر کے ہر محلّہ میں سرکاری راشننگ کی دوکانیں قائم ہوئیں،جس کے وجہ سے یہ گولہ بازار اجڑ گیا۔اب اس گولہ بازار میں سبزی منڈی قائم ہوگئی ہے،یہاں پھل،فروٹ،ساگ،سبزی ملتی ہے،صبح سے شام تک مال کی آمد اور خرید وفروخت جاری رہتی ہے۔

گولہ ملوساہو: ملّو ساہو محلّہ گروٹولہ شہر اعظم گڑھ کے باشندہ تھے،چینی،گڑ کے کارخانہ دار تھے، اس تجارت سے کافی مالدار ہوگئے تھے،انھوں نے بھی اپنا گولہ بازار قائم کرنے کے لئے محلّہ آصف گنج میں زمین خرید کر لب سڑک جانب دکھن،دوکانیں بنوائیں لیکن یہ غلہ بازار بارونق نہ ہوا۔

بلریا گنج روڈ پر موضع لچھرام پور میں ایک پوکھرہ وباغ وایک کنواں پختہ تعمیر کرایا تھا جو رفاہ عام کے لئے ہے اور وہ اب تک موجود ہے اور ان ہی کے نام سے مشہور ہے۔

ٹھاکر دوارہ بابو بشیشور پرشاد اٹھوریہ: ۱۹۱۰ء میں بابو بشیشور پرشاد اٹھوریہ نے اپنی کوٹھی کے قرب وجوار کی آبادی جس میں ہندو مسلمان غریب طبقہ کے افراد آباد تھے،اُن کے مکانات خرید کر گرانا شروع کر دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ عملہ مکان جس کا جی چاہے بلا معاوضہ اٹھالے جائے یہ آبادی دیکھتے دیکھتے میدان کی شکل میں ہوگئی،صرف تین چار مسلمانوں نے اپنے اپنے مکانات کو کسی قیمت پر فروخت کرنا گوارہ نہ کیا،منشی رحمت اللہ صاحب،تیز خاں صاحب،منشی محمد تقی خانصاحب اعرائض نویس،منشی حماد خاں صاحب کے مکانات باقی رہ گئے،بقیہ مکانات منہدم کرا کے بابو بشیشور پرشاد اٹھوریہ نے ٹھاکر دوارہ کی تعمیری بنیاد کھدوائی اور دیکھتے دیکھتے آناً فاناً ٹھاکر دوارہ کی عمارت تعمیر ہوگئی،اس کے بعد تالاب کی کھدائی کا کام جاری ہوا اور تالاب کی

ہر چہار جانب کی پختہ سیڑھیاں تعمیر ہوکر نامکمل و ناتمام صورت میں رہیں، کسی خاص مصلحت کی بناء پر تالاب کا کام روک دیا گیا، گرودوارہ کا اُوپری حصہ نامکمل رہ گیا۔

یہ تالاب اندر آبادی ہونے کی وجہ سے کوڑہ، کرکٹ وگندگی کے انبار سے بھر گیا اور ناقابل استعمال ہوگیا، یہ سب تعمیرات ۱۹۱۲ء تک جاری تھیں، اس کے بعد تعمیری کام بند ہوگیا۔

شہر اعظم گڑھ کی جامع مسجد وٹھاکر دوارہ آمنے سامنے ہوگئے، درمیان میں خام و پختہ قبرستان عام مسلمانوں کا اب تک موجود ہے، قبروں کے نشانات مٹتے جارہے ہیں، صرف پیپل کے درخت کے نیچے پختہ قبریں شکستہ حالت میں پائی جاتی ہیں، جو اپنی تباہی پر ماتم کناں ہیں، اسی قبرستان سے متصل پچھّم جانب تیز خاں صاحب کا مکان خام تھا، تیز خاں لاولد فوت ہوگئے، مکان کے سامنے پچھّم جانب گلی تھی، اب وہ گلی ومکان تیز خاں والی زمین میدان والی زمین میں شامل کرلیا گیا ہے اور سرکاری گلی ختم ہوگئی۔

منشی رحمت الٰہی صاحب برقؔ نے اپنا مکان رام سرن برنوال کے ہاتھ فروخت کردیا، ٹھاکر دوارہ کے پچھّم زمین زیر کاشت تھی، اب اس پر کاشت نہیں ہوتی ہے۔

عید میلاد النبیؐ : شہر اعظم گڑھ میں زمانہ قدیم سے ۱۲/ربیع الاول کو انجمن عید میلاد النبیؐ کی طرف سے محلّہ وار انجمن عید میلاد النبیؐ کی شاخیں قائم ہیں، جو بشکل جلوس اپنے اپنے محلّہ سے نکل کر شہر کی مختلف سڑکوں سے گزرتا ہوا، محلّہ پہاڑ پور نسواں کالج کے سامنے آکر جمع ہوتا ہے، اس کے بعد ترتیب سے یہ جلوس راستہ قدیم سے نعت گو حضرات نعتیہ کلام پڑھتے ہوئے گزرتے ہیں اور شہر کی بڑی جامع مسجد پر یہ جلوس آکر ختم ہوجاتا ہے، جہاں سگریٹ، بیڑی، پان، چائے پھلوڑی کی عارضی دوکانیں بھی رہتی ہیں، اجتماع کثیر سڑک سے جامع مسجد تک رہتا ہے۔

جامع مسجد بجلی کے قمقموں سے سجائی جاتی ہے، رات بھر بقعۂ نور بنی رہتی ہے، نعت گو حضرات نعت پڑھتے ہیں، مشاہیر علماء کرام سیرت رسولؐ پاک پر بیان فرماتے ہیں، ۲ بجے شب میں یہ جلسہ درود وسلام کے بعد برخواست ہوتا ہے شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔

جامع مسجد (مدینہ مسجد)

حاجی مولا بخش انصاری مرحوم نے اپنے مکان کے سامنے یہ جامع مسجد اپنے سرمایۂ خاص سے محلّہ آصف گنج میں خام سفالہ پوش تعمیر کرائی تھی، صحن مسجد میں دو درخت املی کے نصب تھے، جو صحن مسجد کو محیط کئے ہوئے تھے، مسجد کی کرسی اونچائی دس فٹ تھی، اس مسجد میں جانے آنے کے لئے تین طرف سے راستہ تھا، یہ راستہ پورب، دکھن، اتر قائم تھا، یہ سب عمارت زمانہ قدیم کی تعمیر تھی، اس وقت اس مسجد کے پیش امام حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب الہ آبادی تھے، بعد وفات ۱۹۰۹ء میں مولانا شاہ سلیم اللہ صاحب صابری اس مسجد کے پیش امام مقرر ہوئے، ان ہی کی تحریک سے زمانہ قدیم کی جامع مسجد شہید ہوئی، اور از سر نو جدید نقشہ کے تحت تعمیری سلسلہ جاری ہوا، اس تحریک پر عام مسلمانوں نے لبیک کہا اور دل کھول کر چندہ دیا اور مسلم عورتوں نے بھی اپنے قیمتی زیورات، چاندی، سونا، روپیہ پیسہ تک راہ خدا میں نثار گیا، باہری چندہ بھی آیا، بالخصوص بمبئی، کلکتہ، لکھنؤ، کانپور، الہ آباد، بنارس و نیز دیگر بڑے بڑے شہروں سے چندہ کی رقومات بھی آئیں اور مسجد کی دیواریں تعمیر ہوئیں اور دیواروں پر سلاپ پڑ گیا اور پھاٹک پر بلند مینار ترتیب وسلیقہ سے نصب ہوئے، جدید نقشہ میں دو پھاٹک آمد رفت کے لئے تعمیر ہوئے، دکھن پھاٹک پر تین منزلہ عمارت تعمیر ہوئی ہے، جہاں پانچ وقت کی اذان لاؤڈ ر سے دی جاتی ہے اور رمضان شریف میں سحری کھانے کے لئے گھنٹہ بجتا ہے۔

دوسرا پھاٹک اتر جانب تعمیر ہے، جہاں مدرسہ یعقوبیہ قائم ہے، بعد تکمیل مسجد کی پہلی صف کے اوپر آیات قرآنی کا طغرہ تحریر ہونے لگا، دیوبندی افراد نے اعتراضات ومخالفت کا آغاز کیا جس کی وجہ سے مولانا شاہ سلیم اللہ صاحب صابری نے اپنے فن طغرہ سازی و مینا کاری کو دوسری صف تک قائم رکھ کر بقیہ صف کا کام بند کر کے امامت کے عہدہ سے استعفاء دے دیا اور بڑی ابتری وافراتفری پیدا ہوگئی۔

چند نیک طبیعت مسلمانوں نے درمیان میں پڑ کر مسجد کمیٹی بنائی اور مسجد کے انتظامی کارکردگی کے لئے ایک متولی وخزانچی مقرر کیا اور بریلوی مکتبۂ خیال کے افراد نے مولانا شاہ سلیم اللہ صاحب صابری کی امامت میں نماز جمعہ شروع کرائی اورتاحیات مولانا موصوف پیش امام جامع مسجد تھے، انھوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے داماد قاری حکیم مولانا محمد عمر ترکستانی کو پیش امام جامع مسجد مقرر کردیا، مولانا شاہ سلیم اللہ صاحب صابری کی وفات کے بعد اب تک قاری صاحب موصوف پیش امام جامع مسجد باتنخواہ مقرر ہیں، وہ اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں، اب وہ بھی ضعیف وناتواں ہوگئے ہیں، راستہ چلنا دشوار ہے، اکثر وبیشتر بابوعزیز الرحمٰن خاں نماز جمعہ وپنجگانہ پڑھاتے ہیں، جامع مسجد کے اتری پھاٹک سے پورب مولانا شاہ سلیم اللہ صاحب صابری کا مزار اقدس ہے، ۱۹۷۸ء میں مسجد کمیٹی نے پوربی خام صحن میں جامع مسجد کی توسیع میں جدید عمارت تعمیر کرکے اتری ودکھنی پھاٹک سے ملحق مسجد کی توسیع کی ہے، بابوعزیز الرحمٰن خاں صاحب متولی مسجد کی نگرانی ودیکھ ریکھ میں جامع مسجد ہے، وہ جامع مسجد کی ضروریات پر گہری نظر سے دلچسپی رکھتے ہیں، ۱۹۸۹ء سے بابوعزیز الرحمٰن خاں نے توسیع شدہ مسجد کے اوپر مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت تعمیر کررہے ہیں، بعد تیاری مدرسہ اس میں حفاظ کا مدرسہ قائم ہوگا۔

باسودرزی کی مسجد: محلّہ کٹرہ میں زمانہ قدیم میں اس جگہ ڈھاکہ، آکول، ببول کے خودرو جنگل تھے، ۹؍رجب ۴۲۴ھ میں سید سالار مسعود غازیؒ نے جہاد کیا تھا، ان کے لشکر کے یہاں سات مجاہدین شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور اسی جگہ مدفون ہیں، اس کے بعد یہاں عام مسلمانوں کے مردے دفن ہونا شروع ہوئے اوران شہیدوں کے مزار کے متصل اس رقبہ زمین پر قبریں خام ہیں، اس کے بعد ہندومسلمانوں نے اپنے اپنے مکانات تعمیر کئے، اسی زمانہ میں یہ مسجد باسودرزی نے تعمیر کرائی تھی اور آبادی قائم ہوئی، اس قبرستان پر چوک امام تعمیر ہوا اور تعزیہ داری شروع ہوئی۔

مسجد کے ملحق ایک کنواں پختہ تعمیر کرایا جو مسجد اور اہل محلّہ کے استعمال میں تھا، وہ کنواں اب تک موجود ہے۔

ایک دوسری مسجد باسودرزی نے قصبہ مینہ نگر میں تعمیر کرائی ان دونوں مسجدوں کی چراغ بتی کے لئے ایک مکان محلّہ کٹرہ میں معظم خاں مختار مینہ نگری نے تعمیر کرا کے وقف کر دیا، حق تولیت اپنے خاندانی افراد کے لئے محفوظ رکھا تھا، اس طرح یہ دونوں مسجدیں عرصہ دراز تک اس کی آمدنی سے مستفید ہوتی رہیں ہیں، عبدالعزیز خاں وعبدالمجید خاں صاحبان متولیان مکان موقوفہ جب تک زندہ تھے، برابر موذن و پانی بھرنے والے ملازمین کی تنخواہیں و چراغ بتی کے اخراجات کی رقمیں ادا کرتے تھے، مکان موقوفہ کی مرمت وسفالہ گردانی کراتے تھے، یہ متولیان مکان موقوفہ فوت ہوگئے، اس کے چند سال کے بعد زمین داری ابایشن ایکٹ نافذ ہوا، ان کی زمین داریاں مینہ نگر کی ختم ہوگئیں، ان کے خاندان میں عبدالوحید خان متولی ہوئے، انھوں نے شہر اعظم گڑھ محلّہ کٹرہ کا مکان موقوفہ مرزا علاؤالدین بیگ مختار کے ہاتھ فروخت کر دیا، جب سے یہ دونوں مسجدیں وقف کی آمدنی سے محروم ہوگئیں، اب یہ مسجدیں عام مسلمانوں کے رحم وکرم کی محتاج ہیں۔

مسجد حاجی فتح محمد: حاجی فتح محمد مرحوم اپنے آبائی وطن قصبہ مہراج گنج محلّہ سرائے ضلع اعظم گڑھ میں اپنا سکونتی مکان ومسجد وکنواں چھوڑ کر اور ترک سکونت اختیار کر کے شہر اعظم گڑھ محلّہ کندیگرٹولہ میں آ کر ایک مسجد وکنواں تعمیر کرایا اور اسی محلّہ میں تین قطعہ مکان تعمیر کرا کر مع اہل وعیال کے قیام پذیر ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد قصبہ مبارکپور محلّہ پورہ رانی متصل میونسپل بورڈ آفس اپنا مکان تعمیر کرایا اور لب سڑک ایک مسجد وکنواں دکھن جانب تعمیر کرایا اور فوت ہوگئے، ان کی اولاد محلّہ مبارکپور وخیر آباد، مئو، اعظم گڑھ میں موجود ہیں۔

مسجد کلو نیاریہ: شہر اعظم گڑھ محلّہ کندیگرٹولہ میں کلو نیاریہ نے اپنے مکان مسکونہ سے پچھّم پختہ مسجد وکنواں تعمیر کرایا تھا اور تاحیات مسجد وکنواں کی خدمت وصفائی، مرمت، روشنی کا انتظام انجام

دیا، بعد وفات ان کے نواسہ نے مکان مسکونہ فروخت کر دیا اور ترک سکونت کر کے موضع پتلا غوث پور چلے گئے اور فوت ہو گئے۔

۱۹۸۸ء میں اس مسجد کو حاجی اسلام احمد نے شہید کرا کے علماء عصر کی موجودگی میں مسجد کا قبلہ صحیح اور درست کرا کر توسیع مسجد و تعمیر کا سلسلہ جاری کیا ہے، عوامی چندہ سے اس مسجد کی تعمیر ہو رہی تقریباً پچاس ہزار کا چندہ فراہم کر کے تعمیری کام شروع کیا، غالباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ صرفہ ہونے کے بعد یہ مسجد پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے گی، اس وقت پچھّم سے پورب تک صحن مسجد کی چہار دیواری تعمیر ہو رہی ہے اور ایک مینارہ تعمیر ہوا ہے، تین میناروں کی تعمیر باقی ہے۔

مسجد حاجی دین محمد عراقی: حاجی دین محمد عرف دینا عراقی محلّہ کندیگر ٹولہ شہر اعظم گڑھ کے باشندہ تھے، نیک طبیعت، غربا پرور انسان تھے، بیواؤں، یتیموں اور مساکین وفقراء پر خاص عنایت رکھتے تھے اور مسافر نواز تھے لاولد تھے۔

ان کا ہمیشہ کا یہ معمولی تھا کہ ہر جمعرات کو بھیگا ہوا چنا اور آدھی پائی اس طرح خیرات کرتے تھے کہ فقیر کو اپنے دروازہ پر دو رویہ زمین پر بٹھا کر درمیان میں خود آ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے دو بار بھیگا ہوا چنا اور آدھی پائی پر فقیر کو تقسیم کرتے تھے، یہ عمل تا حیات قائم تھا۔

تین مسجدیں بھی اپنے سرمایہ خاص سے تعمیر کرائی تھیں، چھوٹی مسجد محلّہ کندیگر ٹولہ میں اپنے مکان سے ملحق، دوسری مسجد مسن اسکول کے سامنے مع کنواں، تیسری مسجد موضع بجورہ مئو ناتھ بھنجن کے پاس جس پر موضع بجورہ کا اپنا کل حصہ زمین داری وقف باری تعالیٰ کر دیا تھا اور موضع حافظ پور کا اپنا حصہ زمین داری جامع مسجد شہر اعظم گڑھ پر وقف کر دیا تھا اور چند قطعہ مکانات و دوکانات محلّہ کندیگر ٹولہ، ان تینوں مسجدوں پر وقف کر دیا تھا، حق تولیت اپنے سالے میاں سبحانی کو عطا کر دیا تھا، بعد وفات میاں سبحانی کے ان کے لڑکے حاجی ثناء اللہ متولی ہوئے ۱۹۵۱ء میں زمینداری آبالیش ایکٹ نافذ ہو گیا اور زمین داری ختم ہو گئی، مکانات مسکونہ دو قطعہ اور ایک قطعہ احاطہ و دو قطعہ دوکانیں واقع محلّہ کندیگر ٹولہ و ایک قطعہ مکان و دوکان محلّہ سدابرتی،

یہ سب فروخت کر کے وہ بھی فوت ہو گئے، اب یہ مسجدیں وقف کی آمدنی سے محروم ہو گئیں ہیں، ان مسجدوں کی ریکھ دیکھ عام مسلمانوں کے رحم و کرم کی محتاج ہیں۔

مندر بہاری جی: یہ مندر داس اگروال کا تعمیر کردہ ہے جو اندر احاطہ لب سڑک محلّہ ایلول میں واقع ہے، اس مندر میں اکثر ہندو سماج کی طرف سے پبلک میٹنگ بھی ہوا کرتی ہے، یہ مندر آباد ہے، پوجا، پاٹھ ہوتا ہے اور اس میں پوجا پاٹھ کے لئے پجاری مقرر ہے۔ اس مندر کے قرب وجوار میں دیگر منادر وٹھاکر دوارے بھی قائم ہیں۔

مچھلی بازار: محلّہ ایلول میں یہ مچھلی بازار زمانۂ قدیم سے قائم ہے، سڑک سے اتر میدان میں مچھلیاں مچھیرے لاکر فروخت کرتے ہیں، ۱۹۷۸ء میں اس کی چہار دیواری پختہ تعمیر ہوگئی ہے اور ٹین شڈ کے نیچے دوکانیں قائم ہوگئی ہیں، جہاں مچھلیاں فروخت ہوتی ہیں۔

محلّہ قالین گنج: ۱۸۷۱ء میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے یہ محلّہ تباہ وبرباد ہوگیا تھا، مسٹر لیٹ کلکٹر نے تین راستوں پر بلندی پر مکانات کی کرسیاں از سر نو مکانات تعمیر کر دیا تھا، جس کا زینہ وکرسی بلندی پر رکھ کر گول پایہ وسائباں وکمرے خام سفالہ پوش تعمیر کرایا تھا، ان مکانات کا کوئی کرایہ نہ تھا، ان مکانات میں جو لوگ آباد ہوئے، وہ مکانات انہی کے ہو گئے، کچھ عرصہ کے بعد ان مکانات میں آباد ہونے والے لوگوں نے اپنی پسند کے اپنے اپنے مکانات تعمیر کرائے کچھ مکانات زمانہ قدیم کے اب تک موجود ہیں، محلّہ قالین گنج سیلاب کی زد سے محفوظ ہوگیا۔

اب اس محلّہ میں طوائفوں کا اپنا مکان ہوگیا ہے اور ان کا ڈیرہ لگ گیا ہے اور جسم فروشی کا بازار گرم رہتا ہے۔

محلّہ فراش ٹولہ: ۱۸۷۱ء کے سیلاب سے یہ محلّہ تباہ وبرباد ہوگیا تھا، اس آبادی میں زیادہ تر ماہر فن مسلمان فراش آباد تھے، جو قالین، کمبل، دری وغیرہ کی مرمت کا کام انجام دیا کرتے تھے اور راجہ سلامت خان کے یہاں فراشی کا کام انجام دیتے تھے، یہ لوگ غریب اور نیک طبیعت کے انسان تھے، اب یہ لوگ موجود نہیں ہیں، نیز آبادی میں ہندو مسلم کی مشترک آبادی تھی،

نشیب میں پاسی اور کمہار آباد تھے اور بلندی پر مسلمان وکمہار و دیگر اقوام بھی آباد تھے، اس محلّہ میں ایک مسجد بھی زمانہ قدیم کی موجود ہے اور آباد ہے، اب محلّہ میں لوگوں کے مکانات پختہ تعمیر ہوگئے ہیں اور چند طوائفوں نے بھی اپنے مکانات تعمیر کر لئے ہیں اور اس میں قیام پذیر ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے مسلمان اپنی سکونت ترک کر کے بھاگ رہے ہیں۔

محلّہ بھٹر ڑی ٹولہ: اس آبادی میں بھٹر ری قوم کے جا چک لوگ آباد تھے، اب اس آبادی میں بھٹر ڑی قوم کے لوگ فوت ہوگئے، اور کچھ لوگ ترک سکونت کر کے چلے گئے، اب اس محلّہ میں برہمن، چھتری، ملاح، کہار، تاڑ مالی و نیز دیگر اقوام اہل ہنود آباد ہیں، اس آبادی کے دکھن لب سڑک بانس پھوڑ قوم کی آبادی ہے، وہ لوگ اپنی دستکاری سے چلمن، دستی پنکھا، ڈولچی، کھانچی، دورہ، دوری بنا کر اپنے بال بچوں کا ازوقۂ حیات پیدا کرتے ہیں۔

اسلام گھاٹ : جس زمانہ میں اس گھاٹ کی تعمیر ہوئی ہے اس زمانہ میں قصبہ مہراج گنج میں سوسی، کہارواں کی بنائی وتجارت بہت بڑے پیمانہ پر تھی، وہاں کی دستکاری وصنعتی سوسی دکھارواں کی بہت بڑی منڈی محلّہ آصف گنج شہر اعظم گڑھ میں تھی، یہ کپڑے یہاں سے مضافات ضلع میں کپڑے کے تجار لے جاتے تھے اور اپنے یہاں اسکو فروخت کرتے تھے۔

ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ ایک روز کی دلالی کی آمدنی سے یہ اسلامی گھاٹ پختہ ٹونس ندی پر تعمیر ہوا ہے اور دلال گھاٹ کے نام سے مشہور ہے۔

اس گھاٹ پر بہت بڑی مسجد جو نظر آتی ہے وہ حاجی کھن کھن قریشی محلّہ پہاڑ پور نے اپنے سرمایہ خاص سے تعمیر کر دیا ہے، اس مسجد میں عیدین و نماز جمعہ و نماز پنجگانہ بھی ہوتی ہے۔

اس گھاٹ کے پچھم خام و پختہ قبریں عام مسلمانوں کی ہیں، گھاٹ و مسجد کے دروازہ پر بجانب دکھن منشی عبدالغفور صاحب تاجر چرم محلّہ آصف گنج کا پختہ مزار ہے۔

اسی گھاٹ پر حضرت مولانا یعقوب صاحب الہ آبادی سابق پیش امام جامع مسجد شہر اعظم گڑھ کا مزار اقدس ہے۔

یک طاقہ پل واقع گروٹولہ: یہ پل جہاں تعمیر ہے، ۱۸۷۱ء کے قبل بہت گہرہ نالہ ٹونس ندی کا تھا، ۱۸۷۱ء کے سیلاب کی وجہ سے محلّہ گروٹولہ، انت پورہ کی پوری آبادی سیلابی پانی سے گھیری ہوئی تھی، بعد سیلاب اس مقام پر مسٹر لیٹ کلکٹر نے سرکاری سرمایہ سے یہ پل تعمیر کرایا ہے، یہ نالہ ٹونس ندی سے اتر موجودہ محلّہ کٹرہ تک بہت گہرہ نالہ تھا، بعد اختتام سیلاب اس نالہ کو دو ہاتھ چوڑا اور قد آدم سے اونچی نہر تعمیر کرا کے نہر پر پٹری سنگی سے ڈھک کر راستہ قائم کر دیا اور پل سے ٹونس ندی تک نہر تعمیر کرادیا ہے اور اسی پل سے ہٹ کر راستہ ہنومان گھڑی تک گیا ہے اور پل کے پورب محلّہ گروٹولہ تک راستہ و نالی تعمیر کرادیا، اسی زمانہ سے یہ ایک طاقہ پل کے نام سے مشہور و موسوم ہے۔

اسی پل کے قریب ۱۸۵۷ء کے غدر میں مسٹر جانسٹن سولجرس کو شمعِ آزادی ہند کے پروانوں نے قتل کر دیا تھا، جس کی قبر کمپنی باغ کے پوربی گوشہ پر تھی، اب اس قبر کو توڑ کر اس پر مکان پختہ تعمیر ہو گیا ہے۔ (ماخوذ از یادداشت اعظم گڑھ)

تیکونی مسجد: ۱۷۲۷ء میں مسجد محلّہ گروٹولہ شہر اعظم گڑھ میں تعمیر ہوئی ہے اس مسجد کی تعمیر مسماۃ چھجو بی بی نے کرائی ہے، یہ مسجد بہت اونچائی پر خام سفالہ پوش تعمیر ہے، اس مسجد کے پختہ پھاٹک کے سامنے ایک درخت مولسری کا ہے، نہایت سلیقہ سے پختہ زینہ و پھاٹک تعمیر کرایا ہے، صحن مسجد واندر تک پختہ فرش ہے، صحن کے اتر بلند چبوترہ ہے، غسل خانہ وطہارت خانہ اور اتر ودکھن پانی کا حوض تھا، اب حوض بیکار کر دیا گیا، سابق متولی الحاج قاضی حامد حسن صاحب انسپکٹر مرحوم نے ہینڈ پائپ نصب کرادیا تھا، اب اس کی ضرورت نہیں رہی، اس کو نکلوا کر واٹر ورکس سے کنکشن لے لیا گیا ہے، دکھن جانب فصیل ہے، جس پر مصلی وضو کرتے ہیں، اس کے نیچے پھولوں کے پودے نصب ہیں، اس کے بعد صحن مسجد و اس کے بعد سائبان مسجد اور دو صف کا کمرہ ہے، جہاں مصلیانِ نمازیں ادا کرتے ہیں، مسجد کے دکھن حجرہ ہے، اسی مسجد کے حجرہ سے پچھّم زمین افتادہ متعلق مسجد ہے۔

اس کی تعمیر کے بعد مسماۃ چھجو بی بی نے اپنے سکونتی مکان واقع محلّہ گروٹولہ کو مسجد پر وقف کر دیا، اس کے بعد مسماۃ الفت بی بی نے بھی اپنا ایک قطعہ مکان واقع محلّہ گروٹولہ اسی مسجد پر وقف کیا ہے، یہ دونوں مسماۃ بیوہ لاولد تھیں۔

اس مسجد کے تینوں دروں پر موٹے کپڑے کا پردہ پڑا ہے، مسجد طغرہ سے سجی ہے لیکن اب نمازی نہ رہے، حالانکہ یہ مسجد مسلم آبادی میں ہے صرف تین چار نمازی مسجد کو آباد کئے ہوئے ہیں۔

زمانہ حیات حضرت شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی اسی مسجد میں آکر تین چار ماہ تک قیام پذیر ہوتے تھے اور ان کے مریدوں سے مسجد بھری رہتی تھی، نماز کے وقت جگہ نہیں ملتی تھی، کچھ لوگ اپنے کاروبار کی وجہ سے بازار میں رہتے ہیں، اس مسجد سے کوئی لگاؤ نہیں ہے افسوس صد افسوس متولی مسجد سالانہ سفالہ گردانی وسفیدی اور رمضان شریف میں تراویح کرا کرا پنے فرائض سے عہدہ برآ ہو جاتے ہیں، یہ مسجد بوسیدہ وکہنہ ہوگئی ہے، اور منہدم ہونے کے قریب ہے۔

مسجد الحاج شاہ قاسم علی شکم چاک

الحاج شاہ قاسم علی محلّہ گروٹولہ شہر اعظم گڑھ کے باشندہ تھے، آپ حضرت مولانا محمد کامل نعمانی غوث الوقت چراغ ربانی ؒ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضرت صوفی محمد جان صدیقی سینگروی کرمانی ؒ کے پیر بھائی تھے، حضرت صوفی محمد جان صدیقی سینگروی کرمانی ؒ کے ساتھ دورہ پر رہتے تھے، وہ جب اعظم گڑھ کے دورہ پر آتے تو انھیں اپنے مکان پر ٹھہراتے تھے۔ مریدین کا اجتماع کثیر ہوتا تھا اور ہر روز بعد نماز عشاء مریدین کا تعلیمی حلقہ ہوتا تھا، مریدین ذکر جلی وخفی زیر نگرانی حضرت صوفی محمد جان صدیقی ؒ کرتے تھے۔

الحاج شاہ قاسم علی کے مکان کے سامنے عثمان کندیگر کا مکان تھا، عثمان کندیگر لاولد تھے، انھوں نے اپنی حیات ہی میں اپنا مکان مسکونہ مسجد بنانے کے لئے بلا معاوضہ حاجی قاسم علی

شاہ کو دیدیا تھا، اسی مکان کی زمین پر ۱۹۲۲ء میں حاجی قاسم علی شاہ نے پختہ مسجد و کنواں تعمیر کرایا ہے، یہ مسجد و کنواں ایک طاقہ پل کے متصل بجانب پچھّم واتری گوشہ پر آباد ہے۔

الحاج شاہ قاسم علی حضرت شاہ معین الدین اندراوی کے ساتھ دورہ پر تھے، وہ قصبہ ٹانڈہ محلّہ سکراول میں فوت ہوگئے اور محلّہ سکراول ہی کے ایک باغ میں مدفون ہیں۔

مسجد و امام باڑہ کالے خان: محلّہ گروٹولہ شہر اعظم گڑھ لب سڑک کالے خان کے نام سے یہ مسجد و امام باڑہ تعمیر ہے، غلام حسین سرشتہ دار کے خاندانی افراد تھے، انھی کے نام سے اب تک یہ امام باڑہ و مسجد مشہور و موسوم ہے۔

اس امام باڑہ میں زمانہ قدیم سے ایام محرم میں مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، جب سے غلام محمد خان سوزخواں کا خاندان پاکستان چلا گیا، اس امام باڑہ و مسجد کی حالت مائل بہ انحطاط ہوگئی ہے، مسجد منہدم ہوکر زمین بوس ہوگئی ہے اور امام باڑہ بھی زمین بوس ہونا چاہتا ہے، اس میں غلام ناظم خان مرحوم کی بیوہ وان کے لڑکے قیام پذیر ہیں، اس کی مرمت وصفائی وسفالہ گردانی تک نہیں ہوتی ہے، امام باڑہ کی عمارت اپنی کہنگی و بوسیدگی پر ماتم کناں ہے۔

نذر آتش ریکارڈ میونسپل بورڈ کا المیہ: ۱۹۲۰ء میں اعظم گڑھ میونسپل بورڈ کے دفتر میں اتفاقیہ طور پر آگ لگ گئی، اس کے سارے ریکارڈ جل کر خاکستر ہوگئے، اس شہر کے تمام لوگوں کے ریکارڈ نذر آتش ہوگئے، اب ۱۹۲۰ء کے بعد کے جو ریکارڈ تیار ہوئے ہیں وہی موجود ہیں۔

تکیہ قائم شاہ: اس تکیہ میں ملنگ فقیر رہا کرتے تھے اور زمانہ عرس حضرت قطب المدار شاہ بدیع الدین زندہ شاہ مدارؒ میں اس تکیہ میں بہت دور تک آگ روشن کرکے اسی آگ میں ننگے پاؤں فقراء و ہم مدار، علی علی کا نعرہ لگا کر کودتے تھے اور رقص کرتے تھے جب تک یہ آگ سرد نہ ہوجاتی تھی اس وقت تک رقص و نعرہ بلند کرتے تھے، یہ رسم ۱۹۲۷ء سے بند ہوگئی ہے، اب یہاں ملنگ فقیروں کی آبادی ختم ہوگئی ہے۔

امام باڑہ باغ میر پیٹو

محلّہ آصف گنج میں چوک بازار کے پورب واقع ہے، یہ امام باڑہ خام سفالہ پوش اب بھی موجود ہے، اس کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ موضع ایلول کے زمینداروں سے اور میر پیٹو کے درمیان میں ۱۷۷۱ء مقدمہ بازی چھڑ گئی اور حاکم دیوانی موقع معائنہ کے لئے گھوڑے پر سوار ہوکر موقع پر پہنچ گیا، امام باڑہ کے سامنے گھوڑے کا پیر قبر میں دھنس گیا، میر پیٹو نے واویلا مچایا کہ یہاں بزرگوں کے مزارات ہیں جہاں گھوڑے کا پیر قبر میں دھنس گیا، موقع سے حاکم دیوانی ہٹا اور امام باڑہ و باغ دیکھ کر چلا گیا، اس حاکم نے میر پیٹو کے حق میں فیصلہ صادر کردیا، یہاں ان کا امام باڑہ و قبرستان و باغ ہے، زمیں دار مقدمہ ہار گئے، جس جگہ حاکم دیوانی کے گھوڑے کا پیر دھنسا تھا وہاں دو قبریں مصنوعی تعمیر کرادیا، باغ کا رقبہ آٹھ بیگہہ سے زائد تھا، بعد وفات میر پیٹو امام باڑہ میں مدرسہ اسلامیہ قائم ہوا، وہ مدرسہ اب تک قائم ہے۔

صرف ایام محرم میں دس روز مجلسیں منعقد ہوتی ہیں، بعد از محرم مدرسہ میں تعلیمی سلسلہ جاری ہوجاتا ہے، یہ رسم زمانہ قدیم سے رائج ہے، شیخ کریم بخش دلال اس محلّہ کے بااثر شخص تھے، انھیں کے خاندانی افراد کے زیر کاشت اس باغ کا مزروعہ تھا، اُن کی کاشتکاری لگ گئی، ۱۹۵۱ء میں زمینداری ایبالیشن ایکٹ کا نفاذ ہوگیا اور زمینداری ختم ہوگئی، اب وہ کاشتکاری والی زمین فروخت ہوگئی اور اس پر مکانات تعمیر ہوگئے اور اس پر جدید آبادی کا اضافہ ہوگیا۔

دامودر بھون: ۱۹۲۴ء میں محلّہ آصف گنج شہر اعظم گڑھ میں آنجہانی بابو ہرکھ چند اگروال نے اپنی کوٹھی منہدم کرا کے دامودر بھون کے نام سے نہایت مستحکم بنیادوں پر پختہ کوٹھی تعمیر کرایا ہے، جس میں بہت سے کمرے نیچے اوپر تعمیر ہیں، بعد وفات بابو ہرکھ چند کے فرزند ارجمند نے اپنی بود و باش اس کوٹھی سے ترک کر کے موضع موسے پور اعظم گڑھ ریلوے اسٹیشن کے متصل والے بنگلہ میں قائم کرلی ہے اور دامودر بھون میں سرکاری غلہ گودام بنانے کے لئے کرایہ پر دے دیا اور

اوپری منزل پر تارگھر، نیچے لب سڑک بڑودہ بینک اور چند دوکانیں صرافوں کو کرایہ پر دے دیا ہے بقیہ مکان خالی پڑا ہے، شام کو اس کوٹھی میں الو بولتا ہے، ابابیل چڑیوں کا گھونسلا موجود ہے نہ صفائی ہے نہ روشنی کا انتظام ہے، اس کوٹھی کے مقابلہ میں شہر اعظم گڑھ میں کوئی دوسری عمارت اتنی مضبوط و مستحکم نہیں ہے۔

دھرم شالہ رگھونند پرشاد: بابو رگھونند پرشاد اگروال محلّہ کٹرہ کہنہ کے باشندہ تھے، ان کا پیشہ محرری تھا، اُن کے بڑے لڑکے ست جیت پرشاد عرف للن و چھوٹے لڑکے رامیشور پرشاد تھے، ان دونوں لڑکوں نے صرافی کی دوکان قائم کی اور کامیاب صراف ہوئے اور کافی ترقی کی، اسی اثناء میں رگھونند پرشاد فوت ہو گئے، ان کے چھوٹے لڑکے رامیشور پرشاد نے محلّہ آصف گنج میں لب سڑک سورج کمار سنگھ پارک کی پُشت پر اپنے والد کے نام کی نسبت سے دھرم شالہ رگھونندن پرشاد تعمیر کرایا ہے، جس میں ملازمین مقرر ہیں جو دھرم شالہ کی رکھ دیکھ اور مسافروں کی آمد ورفت پر نگاہ رکھتے ہیں۔

دوسری عمارت سیتاپور آنکھ اسپتال سے متصل ہرا کی چنگی پر تعمیر کرایا ہے، اس میں ماہر فن ڈاکٹر و کمپونڈر، مڈیکل اسٹور بھی قائم ہے، روزانہ مریضوں کی آنکھوں کی جانچ پڑتال ہوتی ہے، بعد تشخیص امراض دوائیں بقیمت دی جاتی ہیں، چشمہ کا نمبر دیا جاتاے، اگر آنکھ میں موتیابند یا سمل بائی کا اثر ہے تو ماہر فن ڈاکٹر آپریشن کرتے ہیں، اس میں دو قسم کے وارڈ تعمیر ہیں جنرل وارڈ کی فیس ۳۵ روپیہ ہے، پرائیویٹ وارڈ کی فیس ۲۵۰ روپیہ ہے، اس اسپتال میں بڑی بھیڑ رہتی ہے، آنکھوں کے مریض کثرت سے آتے ہیں اور شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔

اگروال دھرم شالہ: یہ دھرم شالہ اگروال برادری کی طرف سے محلّہ آصف گنج شہر اعظم گڑھ میں لب سڑک دو منزلہ تعمیر ہوا ہے، اس کی عمارت اگروال برادری کے چندہ سے تعمیر ہوئی ہے، اس کی نگرانی و نگہبانی کے لئے منشی و برہمن کہار، جاروب کش وغیرہ ملازمین باتنخواہ مقرر ہیں، اس میں ہندو مسافر قیام کرتے ہیں، اس کے دو راستے قائم ہیں، باہر سے دیکھنے میں چھوٹا اور اندر

سے دیکھنے میں بڑا معلوم ہوتا ہے، اس کے کمرے کشادہ وہوادار ہیں۔

سالک رام کا دھرم شالہ: محلّہ آصف گنج شہر اعظم گڑھ میں سالک رام تیلی کے ذاتی سرمایہ سے یہ دھرم شالہ تعمیر ہوا ہے، دومنزلہ عمارت ہے اور ہوادار ہے، لب سڑک اس کی عمارت ہے اور ایک راستہ قائم کر کے بیچ میں پھاٹک ہے اور اس کے اردگرد دوکانیں تعمیر ہیں، جس میں کرایہ دار آباد ہیں، اوپر و نیچے بڑے بڑے کمرے تعمیر ہیں، اس میں ہندو مسافر قیام کرتے ہیں، اس کی نگرانی ونگہبانی کے لئے ملازم مقرر ہیں۔

ماڑواری دھرم شالہ: یہ محلّہ کٹرہ کہنہ میں لب سڑک دومنزلہ تعمیر ہوا ہے، یہ دھرم شالہ ماڑواری برادری کے چندہ سے تعمیر ہوا ہے، اس کی تعمیر ۱۹۲۶ء میں ہوئی ہے، اس کا پھاٹک بیچ میں ہے اور اردگرد دوکانیں تعمیر ہیں، جس میں کرایہ دار آباد ہیں، اس کا صحن وآنگن کشادہ ہے، اکثر ہندو سماج کی میٹنگ بھی ہوا کرتی ہے، کبھی کبھی بھجن گانے والوں کی ٹولیاں آکر اپنے فن کا مظاہرہ بھی کرتی ہیں اور اکثر ہندوؤں کی بارات بھی ٹھہرتی ہے، اس دھرم شالہ میں منشی و برہمن ونیز دیگر ملازمان باتنخواہ مقرر ہیں۔

مرزا مغل بیگ کا امام باڑہ: محلّہ آصف گنج میں زمانہ قدیم سے یہ امام باڑہ مرزا مغل بیگ کا تعمیر کردہ ہے، اب اس کے منتظم پاکستان جاکر آباد ہو گئے ہیں، اس کی عمارت لاہوری اینٹوں سے تعمیر ہوئی تھی، اس امام باڑہ میں محرم کے ایام میں مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں لیکن وہ پہلی سی رونق نہیں ہے، اب اس کی عمارت بوسیدہ مائل بہ انحطاط ہے، دیواریں گر رہی ہیں، ۱۹۸۰ء میں مسجد کے اتر پختہ اینٹوں سے حد بندی کی گئی ہے، بقیہ عمارت گھاس پھونس وشکستگی کے عالم میں برباد نظر آتی ہے۔

مرزا لکھو بیگ کا امام باڑہ: یہ امام باڑہ محلّہ سیتارام میں واقع ہے جو منہدم ہو گیا تھا، اس پر اہل ہنود کا قبضہ تھا، لکڑی کی ٹال قائم کر لیا تھا، شہر کے لائق سپوت سید شوکت حسین نے اس افتادہ زمین پر سے لکڑی کی ٹال ہٹوا کر راجہ سید احمد مہدی آف پیرپور ضلع فیض آباد سے مالی امداد لے

کر پختہ امام باڑہ و مسجد تعمیر کرانا شروع کیا جو ابھی نامکمل ہے، حالانکہ اُن کے معیار کے مطابق تعمیر نہ ہوسکا، بہر حال اس کی تعمیر میں لگے ہوئے ہیں، ۱۹۸۰ء میں پھاٹک کی تعمیر کرا کے اپنا نام کندہ کردیا ہے، اب اس امام باڑہ میں مجلسیں زمانۂ قدیم کی طرح نہیں ہوتی ہیں۔

محلّہ پہاڑ پور: زمانہ قدیم میں یہاں رجب علی شاہ چکلہ دار تھے، ان کا منصوبہ باغ انبہ تھا، بعد وفات ان کا مزار میٹ مارکیٹ سے پچھّم مقبرہ میں اب بھی موجود ہے، مقبرہ کے سامنے اتر جانب چبوترہ پر حوض وفوارہ تعمیر تھا، باغ انبہ منصوبہ ختم ہوگیا، زمین تحتی باغ بشکل مزروعہ ہے، جس پر امداد علی شاہ قابض تھے، بعد وفات امداد علی شاہ ان کے لڑکے نذیر شاہ قابض ہوئے، ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے نصیر احمد شاہ قابض ہوئے، ان کی وفات کے بعد ان کے برادران اوران کی لڑکے قابض ہیں، اس محلّہ میں زیادہ تر مسلمان آباد ہیں، جس میں ایک مسجد الحاج کھن کھن قریشی کی تعمیر کردہ ہے جونسواں کالج کے قریب واقع ہے، دوسری مسجد انھیں کے دروازہ پر تعمیر ہے، تیسری مسجد آبادی کے پورب ہے جو عام مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر ہوئی ہے، چوتھی مسجد گلی کے اتر جانب ہے جو آباد و پُر رونق ہے، پانچویں مسجد ایک مینارہ مسجد کے نام سے موسوم ہے، جو بہت بلندی پر عام مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر ہوگئی ہے، صرف مینارہ زیر تعمیر ہے، یہ مسجد ۱۹۷۶ء سے تعمیر ہو رہی ہے۔

مسجد راجہ توکل حسین آف پیر پور: ۱۸۲۶ء میں موضع زید پور متصل ٹاون ہال راجہ سید توکل حسین آف پیر پور نے پانچ پلاٹ خرید کر اس پر اپنی چھاؤنی و باغ انبہ و مسجد وکنواں وقبرستان بنوایا تھا اور ان کو اس مسجد و امام باڑہ مرزا مکھو بیگ واقع محلّہ سیتارام پر وقف کردیا تھا، ان کی وفات کے بعد ان کے دو صاحبزادگان ان کے وارث تھے، ان دونوں صاحبزادگان میں بٹوارہ ہوا، اعظم گڑھ کی جائداد راجہ سید ابوجعفر کے حصہ میں آئی اور تا حیات ان کا قبضہ رہا، بعد وفات راجہ سید ابوجعفر کے صاحبزادے راجہ سید محمد مہدی کا قبضہ ہوا۔

بدقسمتی سے یوپی گورنمنٹ نے زمین داری ابالیشن ایکٹ کا نفاذ کیا اور اس طرح ان

کی ضلع اعظم گڑھ کی زمینداری ختم ہوگئی، باغ منصوبہ بھی ختم ہوگیا، چھاؤنی منہدم ہوگئی، صرف مسجد وکنواں وقبرستان اب تک موجود ہیں، بقیہ رقبہ زمین پر غیر مسلمون نے قبضہ غاصبانہ کر کے اپنا اپنا پختہ مکان تعمیر کرلیا ہے، اس مسجد میں شیعہ فرقہ کے لوگ رمضان شریف میں مجتہد کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے، شہر ومضافات کے شیعہ فرقہ کے افراد نماز میں شرکت کے لئے تشریف لاتے تھے۔

لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ملک کے سلسلہ میں شیعہ فرقہ کے زیادہ تر لوگ یہاں کی سکونت ترک کر کے پاکستان چلے گئے، جب سے یہ مسجد اپنی ویرانی پر ماتم کناں اور غیر آباد پڑی ہے۔

پولیس لائن کی مسجد میں نماز جمعہ کی ممانعت: سنی مسلمانوں کو بڑی تشویش وپریشانی لاحق ہوگئی، کچہری کے قریب میں کوئی زمین خالی نہ تھی کہ اس کو خرید کر جامع مسجد تعمیر کی جاتی اور قیام جمعہ کا انتظام کیا جاتا۔ حسنِ اتفاق مرزا رفیع اللہ بیگ صاحب مرحوم اور سید شوکت حسین صاحب وکیل نے ملکر اس میں جمعہ قائم کیا، مسجد کی رکھ رکھاؤ دیکھ صفائی اور مرمت ونیز توسیع مسجد کا کام عام مسلمانوں کے چندہ سے برابر جاری ہے، مسجد میں بجلی کا انتظام ہوگیا ہے بلب وپنکھا سے مسجد آراستہ ہوگئی ہے، اس مسجد میں ایک پیش امام باتنخواہ مقرر ہیں، جو نماز پنج گانہ ونمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں۔

۱۹۸۳ء سے شیعہ فرقہ کے لوگ بھی اپنی نمازیں انفرادی بعد نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، کوئی تنازعہ نہیں ہے اور نہ کوئی رکاوٹ ہے۔

پھینکو دفتری مسجد: محلّہ جالندھری میں لب سڑک یہ مسجد واقع ہے، پھینکو دفتری نے اپنے سرمایۂ خاص سے اس مسجد کو تعمیر کیا تھا، پہلے یہ مسجد خام سفالہ پوش تھی، ۱۹۲۹ء میں مولانا شمس الحق صاحب مرحوم نے اس مسجد کو شہید کرا کے عوامی چندہ سے پختہ تعمیر کرادیا، پھاٹک وزینہ قدیم بطور یادگار قدیم رہنے دیا، حجرہ کی تعمیر نہ کر سکے، وضوخانہ وطہارت خانہ وصحن مسجد پختہ کرادیا، جس میں

پانچ وقت نماز ادا ہوتی ہے۔

بد قسمتی سے ۲۳، ستمبر ۱۹۸۳ء کو بوقت ۱۰ بجے دن زوردار بارش ہوئی اور بجلی کی کڑک بانس جس پر بجلی کا قمقمہ نصب تھا، رمضان شریف میں افطار و اذان کے وقت روشن ہوتا تھا، اس پر بجلی گری، بانس جل کر خاکستر ہوگیا اور اسی بانس سے متصل مسجد تھی، اس حملہ سے مسجد کی چھت میں شگاف پڑ گیا ہے۔

حکیم الحاج حافظ محمد اسحٰق کی مسجد: یہ مسجد زمانہ قدیم سے لب سڑک واقع محلّہ کوٹ ہے، جو خام سفالہ پوش تھی، ۱۹۴۴ء میں حکیم الحاج حافظ محمد اسحاق مرحوم نے اللہ کے بھروسہ پر پختہ مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور مسجد شہید کرا دیا، تعمیری کام جاری ہوگیا، حسنِ اتفاق حکیم صاحب کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر محمد یونس صاحب مرحوم محاذ جنگ سے واپس ہوئے تھے، اُن سے چندہ کا مطالبہ ہوا، انھوں نے پانچ سو کا چندہ نقد فوراً دے دیا، تعمیری کام چل نکلا، عوامی چندہ نہیں ہوا، شہر کے مخصوص اہل خیر حضرات کے چندہ سے مسجد مکمل ہوگئی، حضرت شیخ الہند مولانا حسین احمد مدنی نے نمازِ عصر پڑھا کر مسجد کا افتتاح فرمایا تھا۔

کوٹھے والی مسجد: محلّہ باز بہادر مکان نمبر ۱، وقلعہ کے راستہ میں یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے، نیچے دوکانیں ہیں اور بالائی منزل پر مسجد ہے، ۱۹۴۰ء میں بابو سید محمد حسین عرف خورشیدی بابو مرحوم نے عوامی چندہ سے مسجد تعمیر کرائی ہے، یہ مسجد لب سڑک واقع ہے، اہل محلّہ کے مصلیوں کو بڑی راحت و آرام نصیب ہوگیا۔

قلعہ کی مسجد: یہ مسجد راجہ صاحب کے قلعہ کے سامنے اتر جانب واقع ہے، اس مسجد کو راجہ سلامت خان نے ۱۸۵۸ء میں تعمیر کرایا ہے، اس میں راجگان کے خاندانی افراد نمازیں ادا کرتے ہیں، اس مسجد کے سامنے نہایت وسیع میدان ہے یہ مسجد نہایت پرفضاء جگہ پر ہے۔

محلّہ باز بہادر کی مسجد: یہ مسجد لب سڑک اندر گلی متصل مکان رحمت الٰہی صدیقی برقؔ اعظمی واقع ہے، دوصف کی مسجد ہے، عام مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر ہوئی ہے یہ مسجد آباد ہے، لب

سڑک دوکانیں ہیں۔گلی سے مسجد میں جانے کا راستہ ہے۔

حافظ عبدالحلیم خان کی مسجد: یہ مسجد محلّہ باز بہادر میں خام سفالہ پوش تھی، ۱۹۵۸ء میں شہید کرکے پختہ مسجد عوامی چندہ سے اس کی تعمیر ہوئی ہے، پلاسٹر وفرش مسجد نامکمل ہے۔

قادری پریس کے پاس کی مسجد: یہ مسجد محلّہ باز بہادر شہر اعظم گڑھ میں واقع ہے اور آباد ہے پنج وقتہ اذان ونماز ہوتی ہے، اہل محلّہ کے مصلیوں کو راحت وآرام ہے۔

خدایار خان کی مسجد: یہ مسجد خدایار خاں پہلوان مرحوم کے مورثوں نے پختہ تعمیر کرائی تھی لیکن اب غیر آباد ہے۔

سردار خاں کی مسجد: یہ مسجد بلندی پر پختہ تعمیر ہے، سردار خاں کے مکان کے سامنے واقع ہے، کنواں بوسیدہ حالت میں پڑا ہے، اس مسجد کے متصل پانی کی ٹنکی سرکاری نصب ہے، اہل محلّہ ومصلیان مسجد اسی کے پانی سے سیراب ہورہے ہیں، اس مسجد میں نماز جمعہ بھی ہوتی ہے، روشنی وصفائی ودیکھ بھال محمود خاں سابق میونسپل کمشنر کے ذمہ ہے۔

چھوٹی مسجد محلّہ سیتارام: یہ مسجد اندر گلی پختہ تعمیر ہے، آباد ہے، نماز واذان پنج گانہ برابر ہوتی ہے۔

منشی اکرام کی مسجد: محلّہ سیتارام گلی کے اندر یہ مسجد منشی اکرام صاحب کے مکان کے سامنے واقع ہے اور ان ہی کی تعمیر کردہ ہے، اذان ونماز پنج گانہ ہوتی ہے اور آباد ہے۔

کوٹ مری دیوی: محلّہ سیتارام لب سڑک احاطہ کی دیوار میں طاق ہے جہاں کوٹ مری دیو کا مندر ہے، اہل ہنود لڑکی ولڑکے کی شادی کی تقریب میں نوشہ ودلہن یہاں آکر کوٹ مری دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔

چوک بازار محلّہ کوٹ کی مسجد: یہ مسجد چوک بازار محلّہ کوٹ میں واقع ہے، کوٹھے پر پختہ مسجد ہے اور نیچے دوکانیں تعمیر ہیں، جس میں کرایہ دار آباد ہیں، اذان ونماز پنج گانہ ہوتی ہے اور آباد ہے۔

مدرسہ اسلامیہ باغ میر پیٹو:

مدرسہ اسلامیہ باغ میر پیٹو ۱۸۷۱ء سے قائم ہے، قابل و نیک طبیعت اساتذہ تعلیم دیتے تھے، اس مدرسہ میں مسلم نادار غرباء کے بچے زیر تعلیم تھے، تعلیم معیاری ہوتی تھی، مولانا خدابخش صاحب کی وفات کے بعد اس مدرسہ کے انتظام کار بدل گئے اور اس مدرسہ کا نظام خراب ہوگیا، چند ہمدردانِ مدرسہ نے اس مدرسہ کی نظامت حکیم حاجی حافظ محمد اسحاق مرحوم کے سپرد کردی اور عرصۂ دراز تک حکیم صاحب اس مدرسہ کی خدمت میں لگے تھے، کچھ لوگ حکیم صاحب سے سیاسی اختلاف کی بناء پر مدرسہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہوگئے لیکن حکیم صاحب اپنے فرائض منصبی کو انجام دیتے رہے، ان کی وفات کے بعد مدرسہ تو ہے لیکن محض نام کا مدرسہ ہے۔

شہراعظم گڑھ نماز جمعہ: جامع مسجد، دلال گھاٹ، دلال محلّہ، کٹرہ بازار، جامعۃ الرشاد، باز بہادر، ٹاؤن ہال، سدھاری، چوک بازار، شبلی منزل، نورانی مسجد ہربنس پور۔

☆☆☆

مرتب کی دوسری کتابیں

۱-	اسہل التجوید	1986
۲-	تذکرۃ القراء	1996
۳-	علم الترتیل	1996
۴-	علامہ سید سلیمان ندوی بحیثیت مورخ	2001
۵-	دارالمصنفین کی تاریخی خدمات	2002
۶-	اشاریہ ماہنامہ ''الرشاد''	2004
۷-	عظمت کے نشاں	2005
۸-	ساحلوں کے شہر میں	2006
۹-	شاہ معین الدین احمد ندوی - حیات و خدمات	2007
۱۰-	متعلقاتِ شبلی	2008
۱۱-	مطالعات و مشاہدات	2010

ترجمہ

۱۲-	رحمت عالم (اُردو سے ہندی)	2009
۱۳-	ہندتو (ہندی سے اردو)	2010

تحقیق وتدوین

۱۴-	اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر	1999
۱۵-	موازنہ انیس و دبیر	2004
۱۶-	کاروانِ رفتگاں	2008

غیر مطبوعہ

۱۷- مولانا عبدالسلام ندوی - ایک مطالعہ

۱۸- آثارِ شبلی

۱۹- تذکرہ شعرائے اعظم گڑھ

ADABKADAH

Maharajpur - Anwarganj, Azamgarh-276001, U.P. INDIA

email : azmi408@gmail.com, dazmi32@yahoo.com

Website: www.drmiazmi.webs.com

Mob: 9838573645

Tarikh Azamgarh

Haji Shah Afzalullah Qadri (R)

مرتب کی دوسری کتابیں

۱۔	اسہل التجوید	1986
۲۔	تذکرۃ القراء	1996
۳۔	علم الترتیل	1996
۴۔	علامہ سید سلیمان ندوی بحیثیت مورخ	2001
۵۔	دارالمصنفین کی تاریخی خدمات	2002
۶۔	اشاریہ ماہنامہ الرشاد	2004
۷۔	عظمت کے نشاں	2005
۸۔	ساحلوں کے شہر میں	2006
۹۔	شاہ معین الدین احمد ندوی۔ حیات وخدمات	2007
۱۰۔	متعلقاتِ شبلی	2008
۱۱۔	مطالعاتِ ومشاہدات	2010

ترجمہ

۱۲۔	رحمتِ عالم (اُردو سے ہندی)	2009
۱۳۔	ہندتو (ہندی سے اُردو)	2010

تحقیق وتدوین

۱۴۔	اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر	1999
۱۵۔	موازنہ انیس ودبیر	2004
۱۶۔	کاروانِ رفتگاں	2008
۱۷۔	تاریخ اعظم گڑھ	2011

غیر مطبوعہ

۱۸۔ مولانا عبدالسلام ندوی۔ ایک مطالعہ

۱۹۔ آثارِ شبلی

۲۰۔ تذکرہ شعرائے اعظم گڑھ

ADABKADAH

Maharajpur - Anwarganj, Azamgarh-276001, U.P. INDIA

email : azami408@gmail.com, dazmi32@yahoo.com

Website : www.drmiazmi.webs.com

Mob.: 9838573645